

www.aryt.org
www.ary.com.pk

وَلَا تَجْعَلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا عَلَيْكُمْ مَوَازِينَ سَلْبَةٍ
 اے مومن! کافروں کے لیے تم پر موازنہ نہ بنائے کہ ان کے لیے
 اور تم کے لیے موازنہ بنائے کہ ان کے لیے موازنہ نہ بنائے

www.aryt.org
www.ary.com.pk

حق پر کاش

مجموعہ استیارتھ پر کاش

www.aryt.org
www.ary.com.pk

سوانح وراثہ سرسوتی (بانی آسمان) کی مشہور تصنیف کے چوبیسوں باب کا لازمی ویدیو جواب



مؤلف:

مفت محمد اسحاق اعظمی مولانا ابوالخیر عثمانی

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

حق پرکاش بجواب ستیا رتنہ پرکاش



جملہ حقوق محفوظ

© 2001

پہلی اشاعت

حق پرکاش سنٹیاریتھو پرکاش

جنوری 2001

موت

طابع

مناظرہ

مستعدانہ اربابوں کا نام و پتہ

محمود احمد

تعداد

مطبوعہ

1100

مہاراجہ پرنٹنگ ہاؤس

پیشہ کار

فیضانِ کتب خانہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن من نور
الهدى والرحمة والبرهان

قرپ کاش

مجله اشتیاق قرپ کاش



نشان کتابخانه

عرض ناشر

ہماری نئی نسل کی اکثریت مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن سے بے بہرہ اور نا آشنا ہے۔ اس لاعلمی نے ان کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ چنانچہ مخالفین اسلام اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے بارے میں غلط پروپیگنڈے سے شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب ”حق پر کاش“ کا شمار حضرت مولانا شاہ اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی شاہکار کتابوں میں ہوتا ہے۔ مناظرانہ اسلوب کی نوع میں لکھی گئی تحریروں میں مولانا موصوف کا قلم مذکورہ کتاب میں درجہ امامت پر نظر آتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے مناظرہ سے غیر معمولی شغف کی فطری صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین اسلام علمی اور تحریری و تقریری سطح پر جب بھی مقابلہ کا چیلنج کرتے تو آپ رحمہ اللہ اسلام کی نمائندگی کے لیے فوراً تشریف لے جاتے۔ یہ کتاب سوامی دیانند سرسوتی جانی آر پی سماج کی کتاب سنیارتھ پر کاش باب چودھوا کا اہل اسلام کی جانب سے مسکت و مدلل جواب ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے آر پی سماج اور ہندو دھرم سے متعلق کافی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی۔ آج تک ایک سو سال بعد چھٹے ایڈیشن کیلئے پاکستان میں پہلی مرتبہ اس شاہکار کتاب کو نئے سرے سے کمپوزنگ و انداز میں شائع کرنے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی ہے۔ حال ہی میں مولانا کی اسی نوع کی دیگر کتب جن میں ”اسلام اور مسیحیت“، ”عقائد علماء و غیرہ بھی اعلیٰ درجہ کے ساتھ شائع کی ہیں۔

ان کتب کے مطالعے سے قارئین کو وہ قیمتی مواد حاصل ہو گا جو آج کے دور میں

شائع ہونے والی سیکڑوں کتب میں ٹاپید ہے۔ اور فیہ مسلم حضرات میں تبلیغ اسلام کے لیے بے حد معاون و مددگار ہو گا۔

اس کتاب کی اشاعت میں ہمارے محترم دوست محمد رمضان سلقی نے خصوصی طور پر معاونت کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ قارئین کرام سے خصوصی درخواست ہے کہ اس کتاب کی طباعت، کمپوزنگ یا متن میں کسی قسم کی غلطی کو تادی پائیں تو مطلع فرمائیں تاکہ اسے دور کیا جاسکے۔

والسلام

ناشر

www.Only1023.com

OnlyOneOrThree.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سخن چند

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

برصغیر پاک و ہند مختلف مذاہب کی کثرت کے باعث بھی معروف ہے۔ اسلام کی آمد سے قبل اور اس کے مابعد اس سر زمین میں بہت سے مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک مذاہب کو "آریہ مان" کہتے ہیں۔ اس کے پالی سوامی دیانند سرسوتی ہیں۔ جنہوں نے اپنے مذاہب کی ایک کتاب ناگرنی زبان میں "ستیا رتھ چوکاش" کے نام سے لکھی ہے۔ عام مذاہب کی کتابوں کے لوازمات اور اسلوب کے برعکس اس کتاب کے موضوعات مضامین اور اسلوب نے دل آزاری اور نفرت کا سامان پیدا کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں برصغیر کے تمام مذاہب بشمول اسلام اور عیسائیت سب کا رد کیا گیا۔ پیش نظر کتاب کے تیسرے جوش باب میں عیسائیت اور چودھویں باب میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی سے کام لیا گیا ہے۔ مقدس شخصیات پر ایک صفحے لگے ہیں نیز ان کے مذہبی عقائد کے بارے میں تعجب آمیز اور توہین آمیز رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام مذاہب کے باشندوں کو پھر سے ہندو بنانے کے لئے یہ شرمیلی سنگٹن کی بدنام زمانہ تحریک شروع ہوئی "اس کا باعث اور محرک بھی اس کتاب کی تعلیمات ہیں۔ اس مذاہب دشمنی کا رویہ آج تک جاری ہے اور اس کے انسانیت سوز اور شرمناک نتائج آج تک سامنے آرہے ہیں۔ حکم لازم کے دعویدار ہندوستان میں ابھی تک اس مذاہب دشمن اور انسانیت سوز کتاب پر پابندی نہیں لگائی گئی ہے۔

قدرت اور مشیت کا اپنا ایک قاعدہ اور نظام ہے۔ جہاں کہیں دین فطرت کے خلاف کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے اس کے ازالے کے لئے قدرت رجال کار کو پیدا کر دیتی ہے۔ ایسی ہی شخصیات میں سے ایک مولانا مشاء اللہ امرتسری رحمت اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ

کی شخصیت میں یہ ایک عجیب علمی، عملی، تحقیقی اور اخلاقی تفوق ہے کہ آپ نے برصغیر کے تمام مذاہب کا بڑی گہرائی اور سمجھدگی سے مطالعہ کیا اور تقابلی ادیان کا ایک ایسا اور ایک اور شعور پیدا کیا جو احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ انیسویں صدی برصغیر میں مذہب کے اعتبار سے ایک مناظرے کی صدی دکھائی دیتی ہے۔ علم انگریز مسلمانوں کے ہاں وسعت دین کا ہمیشہ سے ایک موثر وسیلہ رہا ہے۔ اس علم کے اصول میاوی ان کے درسیات اور نصابی کتابوں میں شامل رہے ہیں۔ بیسویں صدی میں اب یہ علم اور فن اس قدیم اسلوب کے ساتھ باقی نہیں رہتا اس نے ایک نئے نئے open dialogue کی حیثیت اختیار کر لی ہے جسے جدید اصلاح میں dialogue Inter fourth Dia یا بین المذاہب مکالمہ کہا جاتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اس فن کے انیسویں صدی کے رابع آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں امام رہے ہیں۔

یہ متنوع صفات کی حامل شخصیت جون ۱۹۱۸ء بمطابق ۱۲۲۸ھ امرتسر کے تاریخی شہر میں پیدا ہوئی۔ آپ کے والد شمس کے تاجر تھے مگر ابھی آپ کی عمر عرس و رسات سال کی تھی کہ شفقت پر ری کا یہ سایہ آپ سے جدا ہو گیا۔ ہونما ہر دو ا کے چنے چکنے پات کے مصداق آپ بچپن ہی سے بہت ذہین و فطین تھے اور غضب کا حافظہ پایا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا احمد اللہ کے ہاں دینی تعلیم کا آغاز کیا پھر محدث دور ان مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی (ام ۱۳۳۳ھ) کے پاس تحصیل علم کے لئے حاضر ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں شیخ الفل سید نذیر حسین محدث کے پاس دہلی چلے آئے۔ آپ کو احناف کے مختلف مدارس میں بھی تحصیل علم کے مواقع حاصل ہوئے۔ پنانچہ اسی سلسلے میں مدرسہ مظاہر العلوم سارنہو میں بیہ اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور یہاں مولانا محمود الحسن کی علمی صحبتوں سے مستفید ہوئے۔ کانپور میں مدرسہ فیض عام کے نام سے ایک درسگاہ معروف تھی اس میں مولانا احمد حسن سے بھی فیض یاب ہوئے۔ اپنی فطری ذہانت اور جود طبع کے باعث عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، جین مت، آریہ سماجوں اور دوسرے مذاہب کی بنیادی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کے علوم اور کتب میں گہری بصیرت اور رسوخ بہم پہنچایا۔ ان تعلیمی مراحل سے گزرنے کے بعد انہوں نے مناظرے

کے میدان میں ایسا قدم رکھا کہ اس کی مثال ماضی قریب اور زمانہ بعید میں خال خال ملتی ہے۔ مسلمانان ہند کے تمام مسالک میں آپ کی ان خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کی انہی خدمات کے باعث آپ کو شیر پنجاب، سردار اہلحدیث اور فاتح قادیان جیسے القاب سے بھی نوازا جاتا ہے۔ آپ نے ہر مذہب اور مسلک کے مذہبی رہنماؤں سے مناظرے کئے اور ہر موقع پر اسلامی حقانیت کی دھاک بٹھادی۔ آپ نے کم از کم ساٹھ مناظرے کئے جن کی تفصیلات شائع ہو جائیں تو مذہب اسلام کی حقانیت کو سمجھنے میں ٹھوس مدد مل سکتی ہے۔

آپ نے صرف تمام مذاہب کے علماء سے مناظرے ہی نہیں کئے بلکہ اس موضوع پر ٹھوس علمی خدمات بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ پر جو مختلف نوعیت کے شتم سوانحی اور شتم تحقیقی کام ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کی ڈیڑھ صد تصانیف کا سراغ ملتا ہے جن میں آریہ سماجیوں کی تردید میں ۳۲ قادیانیت کی تکذیب میں ۳۶ عیسائیت کی تنبیہ میں ۶ تقلید کی تعلیظ میں ۱۱ دیگر مذاہب کی تنقید میں ۱۰ اور اپنے تعلق مسلک اہلحدیث کی حقانیت اور دعوت و تبلیغ میں ۵ کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اہم موضوعات سمیت ان کتب کا تفصیلی احاطہ ہمارا مقصود نہیں اور نہ ان کی ان صحیفات خدمات کا جائزہ مطلوب ہے، جو ہفت روزہ اہلحدیث "امر تسراہنامہ مسلمان" اور "مرقع قادیانی" کی صورت میں شائع ہوتے رہے۔ اس موقع پر ہم ان کی سیاسی خدمات سے بھی اعتنا نہیں کر رہے، جو بہ صغیری بعد از جد آزادی اور تحریک پاکستان کے جاناگسل مراحل سے تعلق رکھتی ہیں۔ مگر یہ بات کہیں غلط سمجھاؤ نہیں کہ اردو ادبیات کے دینی سرچشمہ میں جو مسٹر اور یادگار استدلالی اسلوب انہوں نے اختیار کیا اس کے باعث اردو ادب کے دینی سرچشمہ کو ایک وقار میسر آیا ہے۔ اس اسلوب پر اتنی بحث کا بھی یہ مقام اور موقع نہیں ہے۔

اس تمہید کے تاخیر کر کے بعد ہم اس کتاب کا تعارف پیش کرنا چاہتے ہیں جو رسوائے زمانہ کتاب سیدہ خدیجہ پر کاش کے جواب میں "حق پر کاش" کے عنوان سے لکھی گئی۔ یہ کتاب علم انسانیت کی ذیل میں آپ کے زبردست "استدلالی طرز نگارش" کا شاہکار ہے۔ یہ صرف ایک ذخیرہ کتاب کا جواب نہیں بلکہ آریہ سماجیوں کے عقائد

تسوارات کو سمجھنے کا زریعہ بھی ہے۔ یہ امر لائق توجہ ہے کہ سیکڑ تھڑے کاش پس ناگہی زبان میں لکھی گئی تو مولانا مودودی کی عمر شاید سات برس سے زیادہ نہ ہو لہذا اس کتاب سے غیٹ اور غلط اندازہ کا دخل و تعبیر کسی مذہب کی طرف سے کوئی قابل ذکر گرفت، مبالغہ نہیں دیتی۔ یہ دعوات بھی قدرت نے حضرت مولانا کی قسمت میں بھی تھے کہ آپ نے سیکڑ تھڑے کاش کے چاروں ہی مباحث (اہاب، اکامکت، ہواب، تحریر کیا جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف مرحوم کو آپہ عاجیوں کی تسایف اور عقائد سے کس قدر کسری واقفیت حاصل ہے۔ بہر طور آج سے ایک ہندسی عمل جب حق پر کاش کا نقش اول شائع ہوا تو تمام مذاہب کے سنجیدہ حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس علمی کاوش کو بظہر القیاس دیکھا۔

سیکڑ تھڑے کاش کے چاروں مباحث (اصول، احکام، قرآن مجید، ۱۱۵۹ اعتراضات) کے لئے جس بنیاد پر قرآنی عبارتوں اور ان کے مضامین و موضوعات پر ہیں، مگر بغور مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اعتراضات کا رد فہم و حضور ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور عقائد اسلام بھی ہیں۔ سیکڑ تھڑے کاش کے مصنف سوامی دیانند سہاسی نے اس کتاب کے حصہ مذکور میں جو اسلوب وضع کیا ہے اس کی تفصیل احتمالاً یوں ہے کہ اول تو انہوں نے قرآن مجید کے اولین اردو ترجمہ (۱۸۰۵ء) جو شاہ رفیع الدین دہلوی کی کاوش کا نتیجہ ہے اس کا ناگہری زبان میں ترجمہ کر دیا جس میں فاضل مترجم نے بہت سی ٹھوس کھائی ہیں۔ یہ ناگہری ترجمہ چونکہ عربی متن کی بجائے اردو ترجمہ سے ہوا اس لئے مطالب کے اظہار میں بہت بعد پیدا ہو گیا۔ فاضل مترجم اگر عربی زبان اور اس کے اسلوب سے آگاہ ہوتے تو انہیں ان غلطیوں کے ارتکاب کی جرات نہ ہوتی۔ اہل علم اگر ارباب نظر جانتے ہیں کہ خود شاہ رفیع الدین دہلوی کا اردو ترجمہ قدیم لغت اور محاورہ کے مطابق ہے۔ اردو نے قدیم کے اس روزمرے اور محاورے سے بھی ہمارے فاضل مترجم بے خبر و کھائی دیتے ہیں۔ جس کے باعث قرآنی مطالب کو ناگہری زبان میں پیش کرتے ہوئے انہوں نے جا بجا ٹھوس کھائی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سوامی جی کی اس تحریر میں وہ علمی دیانت اور سنجیدگی مفقود ہی نہیں معدوم ہے جو کسی مذہبی آئینہ کا طرہ امتیاز ہونا چاہیے۔ ایک بات سوامی جی کے قصب کی یوں واضح اور

آشکارا ہوتی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے ان مطالب فرمائی پر بعض مقامات پر ایسی تنقید بھی کی ہے جو خود قرآن مجید کی بجائے آریہ سماجیوں کے لڑچکر وارہ ہوتی ہے۔ ایسے مقامات پر مولانا کا نام امرتسری کا قلم تحقیق اور وسعت مطالعہ کی بلند یوں پر دکھائی دیتا ہے۔ مولانا امرتسری کے نزدیک سو امی جی کے ۱۵۹ اعتراضات علم و تحقیق کی میزان میں بہت بڑے ہیں۔ وہ شاید پانچ بنیادی اعتراضات بھی وضع نہیں کر سکے۔ بہر طور عیار تھ پر کاش کے اس متعلق باب میں پہلے تو سو امی جی نے ناگری میں ترجمہ قرآن کی آیت کو لکھا ہے پھر محقق کے عنوان سے اس پر اپنا تبصرہ کیا ہے یا اپنے اعتراضات کو وارد کیا ہے۔ تحقیقی لوازم کے پیش نظر مولانا محترم نے ناگری زبان سے خود ترجمہ کی بجائے اس کا وہ اردو متن اختیار کیا ہے جو پرتی مذہبی سچا پنجاب نے اپنے خاص مقاصد کے تحت گرایا ہے۔ یوں اعتراض کی حد تک متن کی نقاب کشائی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مولانا امرتسری ”مذہب“ کے عنوان سے ان اعتراضات کے جواب دیتے ہیں۔ ان جوابات کے مطالعے سے جہاں ایک طرف قرآنی الحجاز کا بھرپور دفاع ہوا ہے وہاں آریہ سماجیوں کی جانب سے کتاب و سنت کے بارے میں پھیلائی گئی گمراہیوں اور اشکالات کا بھرپور ازالہ ہوا ہے۔ مولانا امرتسری نے ۱۵۹ کی بجائے اعتراضات کی تعداد اپنی طرف سے ۶۰ کر دی ہے۔ آخری اعتراض خود مولانا کی اختراع ہے جس سے ان کے خلاف قلم و زبان کی ماریکیوں اور لطافتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ آخری اعتراض سو راغراض کے متن سے یہ ایسا ہے جس کو قارئین اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یوں اس مقالہ انیسز اور اقتباس آمیز کتاب کے اعتراضات کو رفع کرنے کے بعد مولانا نے آریہ سماجیوں کے ایک مذہبی اصول کا حوالہ دے کر انیسز قرآنی تعلیمات کی جانب راغب کرنے اور قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ آریہ سماجیوں کا وہ اصول یہ ہے۔

”ہم کے قبول کرنے اور بھروسے کے چھوڑنے میں ہیش عیار رہتا ہے۔“ ”اللہ کی شان دیکھنے کہ سو امی ویا نڈ سوسوئی کی اس ناپاک کوشش کو خود ہندوؤں کے مختلف فرقوں نے بھی نا پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ کرم چند موہن و اس مہاسا گاندھی جن دنوں برود و اجیل میں تھے انہیں کسی نے عیار تھ پر کاش مطالعہ کے لئے بھجوا دی۔ جس پر

ان کا مادیج سنا کر ثبوت کرنے کے لائق ہے۔

”میں نے اتنے بڑے ریفاہ مری تصنیف کردہ اس سے زیادہ مایوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی۔“

یہ ایک دیکھا دکھ بات ہے کہ حق پر کاش ابھی تک ایک کمال صدی گزرنے کے باوجود ”ستیا رتھ پر کاش“ کا مکتبہ اور دکان اب سے۔ شیخ الاسلام ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کی یہ کاوش ۱۹۵۰ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی مگر لڑتے بیسویں صدی میں کوئی آریہ سماجی رہنما یا دانشور حق پر کاش کا جواب نہیں دے سکا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ممکن بھی نہیں۔ آریہ سماجیوں کے ایک رسالہ ”آریہ مسافر“ میں جواب دیئے گئے کہ ”کوشش کی گئی۔ مگر اس کی چند اقساط ہی شائع ہوئی تھیں کہ یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ ان چند اقساط کا بھی جواب سیالکوٹ سے نکلنے والے ایک رسالے ”انوار الاسلام“ میں دیا گیا۔ اس طرح سوامی ورشمانند نے اپنے ماہوار رسالے ”مبادت“ میں حق پر کاش کا جواب دیئے مگر کوشش کی مگر چند اقساط کے بعد یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ یوں حق پر کاش نے اپنی اشاعت اول کے بعد ایک صدی میں اپنے وقار اور علمی افتخار کا مظاہرہ کیا ہے۔ حق پر کاش ہنوز اپنے موضوع پر ایک حرف ناظمی کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس معلومات افزا کتاب کا پبلیکیشن ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا اور پھر آخری مرتبہ اس کی اشاعت جولائی ۱۹۶۳ء میں ہوئی جو اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن تھا اب پون صدی بعد اس کا چھٹا ایڈیشن قارئین کے پیش خدمت ہے۔ اکیسویں صدی عیسوی میں اس کی اشاعت کا ایک خاص محل ہے۔ ان دنوں ہندوستان میں کانگریس کے مقابلے میں جو سیاسی قوتیں برسرِ اقتدار ہیں ان کی اسلام دشمنی اور مسلمان کشی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ راشٹریہ سیکھ (آرائیں ایس) کے انتہا پسندانہ نظریات مذہبی ہتھکنڈوں کی ایک ایسی قسمل کو پروان چڑھا رہے ہیں جو مسلمانوں کی مسابہ کو گرا کر ان کی جگہ مندر تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔ ابھی ماضی قریب میں ایسا ہیہ انتہا پسند ہندو ہتھکنڈوں نے بابری مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ رام چندر کا مندر تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس انتہا پسندی میں آہ ایس ایس کے علاوہ بال بھگت کی تنظیم شیو سینا اور بھگت دل جیسی متعصب اور اعلام دشمن تحریکیں اور جیسے شامل ہیں وہ شدھی شخصوں کی تحریکوں کی طرح ہندوستان سے

دیباچہ

پہلے مجھے دیکھئے

سوامی * دیانند جی نے ایک کتاب ”ستیارتھ پر کاش“ ناگری میں لکھی تھی جس میں تمام مذاہب * مروجہ کاکھنڈن (رو) اور اپنے معمولی مسائل کا بیان کیا تھا۔ کتاب مذکور کے چودہ محاسن (باب یا حصے) ہیں، ان میں سے چودھویں باب میں قرآن شریف پر معترض ہوئے ہیں۔ جب تک کتاب مذکور ناگری میں تھی بوجہ نہ ہونے عام فہم کی زبان کے چنداں شہرت نہ تھی۔ ہم نے اس کو ناگری میں بھی مطالعہ کیا تھا۔ جب ہی سے ہمارا خیال تھا کہ جس قدر قرآن سے اس کا حصہ متعلق ہے اس کا جواب اردو میں دیا جائے۔ اس وقت اس کا جواب دینے میں یہ وقت تھی کہ ناگری کا ترجمہ بھی ہمیں ہی کرنا پڑا۔ اللہ کی شان! یہ کام چونکہ اللہ کو ہم سے کرنا منظور تھا۔ اس کا سبب بھی اللہ نے آریوں ہی کو بنایا۔ کہ انہوں نے کتاب مذکور کا ترجمہ ملک کی عام زبان (اردو) میں کر کے ہزار ہا جگہیں شائع کیں۔ پھر تو کیا تھا، ایک تو ہمارا ذاتی خیال، دوسرے دوستوں نے بھی جو اس عاجز کو محض اپنی حسن ظنی سے اس خدمت کے قابل سمجھتے تھے، اس کے جواب کا تقاضا شروع کیا۔

- * سوال نمبر ۱۶۷ کا خلاصہ: ۱۰ روپیہ جاتی ہمارے طبیب صاحب سے لے لی گئی تھی، اللہ ہی کا واسطہ ہے کہ وہ سلم کا کام نہ کرے۔
 * لکھنے اور سننے کے حیلے سے جان کر کہتے ہیں شائع کئے ہیں، محمد یونس اور * محمد یونس کا واسطہ ہے کہ وہ سلم کا کام نہ کرے۔
 * لوگوں کیلئے، مگر ہم اس کے گرد و نواح سے دیکھنے کے لئے لکھا، سلم کا کام نہ کرے۔
 * بعد ازاں نے اپنے مضمون کے حقیقی اس کتاب کے بعد جواب دیا ہے، یہاں تک کہ سلم کا کام نہ کرے۔
 * جاننا ضروری ہے کہ ستیارتھ پر کاش کا جواب دینا ہمارا مقصد ہے، یہاں تک کہ سلم کا کام نہ کرے۔

چنانچہ بحم الشہ کر کے خاکسار نے اس کام کو شروع کر دیا اور اللہ نے پورا فرما دیا۔
 قال الحمد للہ

اس بات کا اظہار کچھ ضروری نہیں کہ سوامی جی کے سوالات جواب دہندہ غلطی پر مبنی ہیں اس لئے کہ حق کو قبول کرنے سے پیشہ غلط فہمی ہی مانع ہو کر رہتی ہے اور نہ حق کی سمجھ کا حق بخوبی آجائے تو پھر کسی روایتی پسند کے دل سے مخالفت نہیں اٹھا کر رہتی اس بات کا افسوس ہمیں ضرور ہے کہ اس جواب سے پہلے سوامی جی کی تیز دہائی اور ناقصی کی نسبت ہندوؤں کی شکایتیں سن کر ہم ان کو مذہبی تعصب اور ناقصی کی عداوت پر مبنی اور مبالغہ آمیز سمجھا کرتے تھے۔ مگر اب ہم پر گزری تو ہمیں بڑا بھاری صدمہ ہوا کہ بیماری یہ قدیمی راستہ غلط ثابت ہوئی جس سے آئندہ کو ہم ہندوؤں کی شکایت کو وہ جی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

سوامی جی نے قرآن شریف کا اردو ترجمہ ناگوری میں کر دیا جو پتے سمجھے آئے۔
 سچے دیکھے کے بغیر جو کچھ دل میں آیا لکھ مارا۔ گو انہوں نے ترجمہ کا نام نہیں بتلایا۔ مگر قرآن سے معلوم ہو گیا ہے کہ جس ترجمہ پر سوامی جی نے مدار رکھا ہے وہ شاہ رفیع الدین صاحب کالنگی ترجمہ ہے۔ بلکہ یہ مغایرت محاورہ اردو اور عربی کے واضح مطلب خیر نہیں۔
 علامہ اس کے سوامی جی اس میں اپنی ادب سے بھی باز نہیں رہے۔ چنانچہ ناظرین موقع موقع دیکھیں گے۔

سوامی جی نے سوالوں پر نمبر بھی لگائے ہوئے ہیں۔ کل نمبر ۱۵۹ ہیں۔ مگر ہم ان کی ناظران کی نکالت میں ایک نمبر اور زیادہ کر کے پورے ۱۶۰ کریں گے۔ اگر ہمارے سوامی دوست کہتے تو ایسے قبروں کی تعداد ہم ہزاروں تک ان کو پہنچا دیتے۔ کاش سوامی جی بجائے نمبر ۱۵۹ کے حرف ۵۹ بلکہ ان میں سے بھی ۹ گے اعداد کو الٹا کر صرف ۵۹ سوال ہی ایسے کرتے جن کو وہ ان (مقدار) معقول سوال کا جواب دے سکتے۔ خیر بہر حال جو کچھ سوامی جی نے ہوا وہ بھی ۵۹ ایا ہماری نکالت کی مدد سے ۱۶۰ نمبر ہیں جن کو ہم جیسے حرف بحرف نمبر کی عبارت میں پورے پورے نقل کر کے ہم آپ دیں گے۔

سواہی جی نے بیسہ کہ ناہنریں دیکھیں گے۔ یہ طرز رکھی ہے کہ پہلے قرآن شریف کا فعلی ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ پھر اپنا نام محقق لکھ کر اس پر اعتراض کرتے ہیں اس لئے بغرض مناسبت محقق کے مقابلہ میں جواب کے سرے پر مدقق لکھ کر جواب شروع ہو گا۔

چونکہ سواہی جی کے اکثر سوال ایسے بھی ہیں جو ویدک دھرم یا آریہ سماج کے مسئلہ مذہب کے بھی خلاف ہیں۔ اس لئے عموماً ہم نے ان کی تحریر اور ان کے مسلمات سے جواب دیکر بعد میں تحقیقی جواب بھی دیئے ہیں۔

واضح رہے کہ ہمارے نوالوں میں عقیدہ توحید پر کاش سے مراد مستند اہل دین و ترجمہ پنجاب پرستی مذہبی سہا پنجاب ہے۔ چونکہ یہ ترجمہ متعدد دفعہ پھیل چکا ہے اور آریوں نے کسی خاص قاعدے کیلئے طبع اول کے صفحات کی مطابقت نہیں رکھی۔ اس لئے ناظرین کی آسانی کیلئے جملہ اس مع تبر بھی لکھیں گے۔ اور گو یہ آدنی بھاشہ بھو بھو بھو کا صرف بھو بھو کا ہے۔ عزت مند ہاؤنٹال شکہ آریہ ساکن کرتال ہے۔ پس اس صاحب کو ہمارے نوالوں یا وید کے ترجموں میں شبہ نہ ہو۔ وہ براہ راست ہم سے بذریعہ اہل کارڈ کے دریافت کریں۔ بھوان کو سواہی جی کی تعریف ہی سے وہ حوالے دیکھا جس کے انشاء اللہ تعالیٰ۔

نیز واضح رہے کہ ہم نے اس جواب میں کسی سماجی مصنف کو مخاطب نہیں کیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جس قدر اسلام سے فوری ہوئی ہے وہ صرف سواہی کی غلط فہمی سے ہوئی ہے۔ اس لئے ان کے پہلے حکم "آپجہ استوار الہا کت ناہا سیکو نیم" دہی نہیں تو ان کا قصور نہیں۔

طبع اول میں یہ کتاب "السامی کتاب" کے ساتھ اس مناسبت سے لکائی تھی تھی کہ اس میں آریوں سے مباحثہ تھا۔ مگر طبع ثانی سے دو سطروں کی خواہش کے مطابق اس کو الگ کر دیا گیا اور اس کا نام بھی مناسبت کے لحاظ سے حق پر کاش بھو اب سنیاء ترجمہ پر کاش تبویز ہوا۔

طبع اول پر آریوں میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہوا۔ جواب الجواب کا شمار

بھی لگا بلکہ رسالہ آریہ مسافر میں کسی قدر جواب بھی لگا۔ لیکن آخر وہی مثل صادق ہوئی۔

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سراٹھاتا ہے کبر و بڑی شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے ہم محض تھے کہ پورا جواب الجواب لکے تو طبع ثانی میں اس کی طرف بھی روئے ختم ہوتا جائے۔ مگر افسوس چند لمحوں میں جو ابھی مبادی میں تھے کہ حبیب صاحب الوپ (Elope) (عائب) ہو گئے۔ (یعنی قرار ہو گئے)۔

6 ستمبر ۱۹۰۲ء ۱۱ اپریل ۱۹۰۲ء پھر جواب الجواب کی مشک نہ آئی۔ بلکہ بوقت طبع خامس (جولائی ۱۹۲۳ء) تک بھی ان کی آواز نہ آئی۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پالی حیف صد حیف ملاقات نہ ہونے پائی جس قدر مضمون رسالہ آریہ مسافر میں لکھا تھا اس کا جواب انہی دنوں میں رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ میں فوراً نکل گیا تھا۔ تاہم بعض باتوں کا جواب جو خاکسار سے بالخصوص تعلق رکھتی ہیں موقع بموقع عرض کیا جائے گا۔ جواب الجواب کی عبارت سے پہلے مزید کا لفظ ہو گا۔ جیسے کہ سوامی جی کی عبارت کے سرے پر محقق کا لفظ ملے گا۔ مزید صاحب نے جواب کے دیباچہ میں مجھ پر الزام لگایا ہے کہ ستیا رتھ پر کاش تصنیف ہوئے ۲۶ برس بعد تیس جواب سوچا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ ۲۶ سال اگر گزرے ہیں تو ناگری ہی میں گزرے ہیں۔ لیکن جب ملک کی عام زبان اردو میں آپ لوگوں نے اس کا جلوئی دکھایا تو جواب کی ضرورت بھی محسوس ہوئی پھر فوراً قرضہ ادا کیا گیا۔ علاوہ اس کے یہ الزام تو سوامی جی پر بھی ہے کہ قرآن کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گزرے اور اب سوامی سے بعد مشکل یہ بن پڑا ہو آگے آتا ہے۔ اگر کہیں کہ سوامی جی تو پیدا ہی اب ہوئے ہیں۔ وہ تیرہ سو سال پہلے کیو نہ قرآن پر اعتراض کرتے تو گزارش یہ ہے کہ یہ خاکسار بھی تو سوامی جی کے زمانہ کے بعد ہی بالغ اور تحصیل علم سے فارغ ہوا۔ اگر خاکسار کو ان سے نیاز حاصل ہو تا تو غالباً ان کو ستیا رتھ پر کاش لکھتے ہوئے چودھویں سہاس لکھنے کی حاجت نہ ہوتی۔

مسلمانوں کے وجود اور ان کے مذہبی آثار کو منانے کے ورپے ہیں۔ ان حالات میں ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کی اس کتاب کی اشاعت ہندو ذہن 'آریہ سماجی رجحانات' اور ہندو مذہب کی مختلف شکلوں کو ان کے لڑنے کے آئینے میں دیکھنے اور سمجھنے کی سہولت پیدا کرے گی۔

حق پر کاش سے جہاں شیخ الاسلام امرتسری کے وسعت مطالعہ اور اعماق نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ جہاں تقابلی ادیان و مذاہب کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ جہاں ان کے استعمار علمی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ وہاں ان کے اسلوب تحقیق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اردو ادبیات میں دینی اور علمی اسلوب کی ساخت اور تفہیل میں مولانا ممدوح کے قلم سے اگلی ہوئی بینکروں، نگارشات، گوشتِ اہیت حاصل ہے۔ یوں نہ ہی تحریروں کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے مگر تقابلی ادیان کے موضوع پر ایک خاص نوعیت کے تحقیقی اسلوب کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے ممدوح مصنف اس اسلوب کی ضرورتوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس کتاب میں متعدد کتابوں کے حوالے اور استناد جس انداز میں فراہم کی گئی ہیں اس سے دینی ادب میں اصول تحقیق کی اہمیت و عظمت کا احساس ہوتا ہے۔

حق پر کاش کی اس صدی اشاعت کا اردو خواں مسلم دنیا میں ان شاء اللہ خیر مقدم کیا جائے گا۔ ہندوؤں کے ساتھ ہماری جمادی کشش میں یہ کتاب فکر و رہنمائی کا کردار سرانجام دے گی۔ نعمانی کتب خانہ کی یہ طباعتی پیش کش اہل علم میں ان شاء اللہ پذیرائی حاصل کرے گی۔ میں اس ادارے کو شیخ الاسلام ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کی اس کیاب بلکہ نایاب کتاب کی اشاعت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

یکم جون ۱۴۰۹ھ

پروفیسر عبد الباقی شاکر

ڈائریکٹر بیت الفکر

۹۰۹ احیاء پارک، ملتان روڈ، لاہور۔

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

جواب ہذا حق پر کاش کی صورت میں شائع ہونے کے بعد سوامی درشنائنند آنجھائی کو جواب کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے ماہوار رسالہ "مباحث" کے ایک دو نمبروں میں جواب دینا شروع کیا۔ اسے دیکھ کر ہم مدت تک منتظر رہے کہ سوامی جی قسم کریں تو اس جواب الجواب کا فیصلہ بھی طبع چالٹ میں کر دیں۔ مگر افسوس کہ سوامی درشنائنند بھی ایک دو قدم چل کر ایسے گرے کہ دنیا سے کوچ کرنے تک اودھر رخ نہ کیا۔

ناظرین! آریوں کے مشن میں جس قدر مذہبی تصنیفات ہوتی ہیں انھار کی عبادت نہیں۔ مگر حق پر کاش کے جواب پر حوصلہ نہ ہونا یاد رکھتا ہے! یہی ان کا علم بھی اسی بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ سوامی دیانند جی کے اعتراضات پشتیبانی سے مضبوط نہیں ہو سکتے۔

عشرت اول چوں نہ معمار کج تا ثیر یے رود دیوار کج

خاکسار

مصنف

طبع اول..... امرتسر (اندازاً) ۱۹۰۰ء

طبع پنجم..... جولائی ۱۹۲۶ء

طبع ششم..... مئی ۱۹۰۰ء

۲۔ آواز آج بہ بزرگ رسم سے بڑے لکے چہ اچھا۔ آریوں میں بڑی بڑی بولی کے آری لکھے، طبع پہلے گورکھپور کے سہاگ میں بڑی عاصیہ عادیہ نے لکھا تھا۔ اور شتہ کوئی۔ ال آواز دی بڑے سے آواز کی عادت سے جان میں نہ تھی۔

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

حق پر کاش

بجواب

ستیارتھ پر کاش

(۱) سورۃ فاتحہ: شروع ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مریان کے

(آیت اول)

محقق: مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔

کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوتا تو "شروع ساتھ نام اللہ کے" ایسا نہ کہتا بلکہ "شروع واسطے
 ہدایت انسانوں کے۔" ایسا کہتا۔ اگر انسانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم کو تو بھی وہ ست
 نہیں کیونکہ اس سے گناہ کا شروع بھی خدا کے نام سے ہونا صادق آئے گا اور اس کا نام
 بھی بدنام ہو جائے گا۔ اگر وہ بخشش اور رحم کرنے والا ہے تو اس نے اپنی مخلوق میں
 انسانوں کے آرام کے واسطے دوسرے جانداروں کو مار سخت ایذا دلا اور ذبح کرا کر
 گوشت کھانے کی (انسان کو) اجازت کیوں دی؟ کیا وہ ذی روح بے گناہ اور اللہ کے
 بنائے ہوئے نہیں ہیں اور یہ بھی کہتا تھا کہ "خدا کے نام پر حمد باتوں کا شروع" غور اب
 باتوں کا نہیں۔ یہ الفاظ مبہم ہیں۔ کیا چوری، زنا کاری، دروغ گوئی اور ظلم کا آغاز بھی

خدا کے نام پر کیا جائے؟ اس وجہ سے دیکھ لو کہ قصاب وغیرہ مسلمان گائے وغیرہ کی گردن کاٹنے میں بھی - "بسم اللہ" اس کلام کو پڑھتے۔ جب یہی اس کاغذ کو روہ بالا مطلب ہے تب ہی تو برائیوں کا آغاز بھی مسلمان خدا کے نام پر کرتے ہیں اور مسلمانوں کا خدا رحیم بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا رحم ان حیوانات کے لئے نہیں ہے اور اگر مسلمان لوگ اس کا مطلب نہیں جانتے تو اس کلام کا نازل ہونا۔ بے فائدہ ہے۔ اگر مسلمان اس کے معنی اور کرتے ہیں تو پھر اصل مطلب کیا ہے۔

(۱) **مدقق** : سو امی جی اگر رگوید منتر اول کا ملاحظہ کر لیتے تو یہ بیجا اعتراض منہ پر نہ لاتے۔

ساجیو! غور سے سنو!

ہم لوگ اس منتر کی تعریف کرتے ہیں کہ ہمارا پر راہت کرنے والا یگیوں کاہن کرنے والا۔ روشن موصوں کی تبدیلی کرنے والا۔ جملہ ہوا ہرات کا پیدا کرنے والا "رگوید منتر" کتاب آریہ۔

بتلاؤ! اگر انہی سے (بقول آپ لوگوں کے) خدا انجرا ہے اور وہ بھی خدا کا کلام ہے تو اس کلام کا قائل کون ہے؟ اس کے علاوہ رگوید ادھیائے ۱۸ منتر اور رگوید اشک ۶ ادھیائے ۱۔ ورگ ۹ منتر نمبر ۵ اور رگوید ادھیائے ۳۲ منتر نمبر ۱۳۔ اور رگوید ادھیائے ۲۰ منتر نمبر ۵ اور اتھرووید کاغذ ۱۰ لوواک ۱۰ ورگ ۶۸ منتر نمبر ۱۔ اور رگوید ادھیائے ۱۵ منتر نمبر ۵۴ وغیرہ کو بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ خیر یہ تو لازمی جواب ہے۔ اب تحقیق سنئے!

الہامی کتابوں کا محاورہ اور طریق کلام کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی تو خدا خود شکلم کے صیغہ سے اور نہ مطلب فرماتا ہے اور کبھی غائب ہے۔ اور کبھی کوئی ایسا مطلب جو بطور دعاء یا التماس کے بندوں کو سکھانا منظور ہو اس کو بندوں کی زبان پر صیغہ شکلم جاری کر دیا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی آخر قسم سے ہے۔ جس پر سوامی جی نے بوجہ نادانگی کتب ربانی کے اعتراض جمادیا۔

ہاں! یہ خوب کہی کہ گناہ کا شروع بھی خدا کے نام سے ہو گا۔ جس کا جواب یہی

کافی ہے۔ "خشن شناس نی دلبرا خطا سبھاست" نہیں معلوم آپ کو اتنی جلدی کیا تھی کہ قرآن شریف اور دیگر الہامی کتابوں کا رد کرنے بیٹھ گئے۔ بلا سے کسی عربی مدرسہ میں رہ کر قرآن کو سمجھ لیتے مگر وہاں ری سچائی کہ اپنا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ سو امی بی فقر و فہر سے میں فرماتے ہیں۔

"جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جو ٹاٹاؤں اور اپنے کو سچا ظاہر کرے۔ اس سے بڑھ کر جو مذہب اور کون ہو سکتا ہے۔" (استیوار تھ پر کاش باب ۳، لبر ۷۲)

پس سو امی جی مہاراج اور ان کے پیروں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن شریف کے ماننے والے کو دڑھا آدمی ہیں پھر جو تم اس کی تعلیم کو جھوٹا اور غلط کہو تو تم سے زیادہ..... کون ہے؟

سماجیو! منہ نہ چھپاؤ۔ ہوا کیا۔ اگر شاگرد بننے کا اقرار کرو تو ہم تم کو ایک جواب سکھاتے ہیں۔

سنو! صاف کہہ دو کہ سو امی جی کوئی الہامی نہ تھے کہ ان کی ساری باتیں واجب تسلیم ہوں۔ بلکہ وہ سمن کے ایک میر تھے جن سے غلطی بھی ممکن تھی۔ اس قول میں بھی وہ غلط چال چلے کہ کثرت رائے کو مستلزم حقیقت سمجھا۔ پس اگر تم یہ کہہ دو گے تو تم بری ہو جاؤ گے۔ لیکن چونکہ ہم اس وقت سو امی جی کے مقابل ہیں۔ ان کے جواب دینے کو ان کے اقوال کا نقل کرنا کافی ہو گا۔

مطلب آیت کا صاف ہے کہ ہم خدا کی تعریف کو جو آئندہ کلام میں آتی ہے خدا کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی کام بھی ٹیک یا جائز ہو اور خدا کے نام سے شروع کیا جاوے تو موجب برکت ہے۔ حرام کام کو بسم اللہ سے شروع کرنا یا حرام چیز کو بسم اللہ کر کے کھانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ہاں ذبح حیوانات کی طرف بھی اس موقع پر اشارہ کیا ہے۔

سو امی جی! واقعی یہ بڑے رحم کی بات ہے کہ بے زبان جانوروں کو ذبح کر کے ان کے ایام قید پورے کرانے جاہیں جس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک تو وہ روہیں جو (بقول آپ کے) برے اعمال سے ان حیوانی قابلوں کی قید میں آکر پھنس رہی ہیں (دیکھو

اپریش مجبوری ص ۶۰) قید سے رہائی پائیں۔ وہ مٹا دیے! اگر وہ انسانوں کی طرح بیمار رہ کر اپنی موت سے نہیں تو کتنی تکلیفوں سے ان کی روح قبض ہو۔ سو ابی جی کا ہمیں کہیں روشن ہو جائے تو ہم ان سے پوچھیں کہ موت کی سختی کیسی ٹھن امر ہے۔ پس اس سختی کے مقابلہ میں ذبح کی سختی کوئی چیز نہیں۔ انسان کو بیماری اور قبض روح سے جو سختی ہوتی ہے۔ سو امی بی اس کا اندازہ لگاتے تو یہ اعتراض بھی منہ پر نہ لاتے بلکہ علاج کا اول اصول یہی قرار دیتے کہ صبح اٹھ کر ہر ایک سماجی کافر ض ہے کہ بدوق لیکر دس پانچ چیزوں کو نہیں تو کھیں جس کو مارا کرے۔ حالانکہ انسان اپنی تکالیف کا اظہار بخوبی کر سکتا ہے اور طبیعوں کے مشورے سے ان کی تکالیف میں بسا اوقات کمی بھی ممکن ہے۔ مگر پچارے بے زبان حیوانات کیا کہیں اور کس کو کہیں؟

کون سنتا ہے فغان و رومیش قبر درویش بے جان درویش کون کی ہاں کوئی صاحب یہ سوال کرے کہ اسی طرح انسان کو بھی ذبح کر کے موت کی سختی سے بچالینا چاہئے تو ہم کہیں گے۔ "نہیں" اس لئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسی لئے ہر زمانہ میں ہر حکومت انسان کو قتل کرنے پر مزا دیتی ہے۔ علاوہ اس کے انسان کے رشتہ دار اور دوست کبھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس کے مرتے دم تک ان کو اس کی امید زیت ہوتی جس سے ان کی بہت کچھ امیدیں وابستہ ہوتی ہیں پس ان وہود سے انسان کو مارنے میں فساد کا اندیشہ ہے۔ اس لئے نہ کسی حاکم وقت نے نہ کسی شریعت نے اس کی اجازت دی۔ ہاں حیوانات کے ذبح میں چونکہ کوئی فساد نہیں۔ اس لئے عموماً ایب معتبرہ میں ذبح حیوانات کی اجازت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بدود و حرم شاستہ منو سرتی وغیرہ میں بھی۔

سو امی جی! نظام عالم سے بڑھ کر کوئی عمدہ دلیل نہیں۔ نظام عالم ہمیں سبق دے رہا ہے کہ دنیا میں خدا نے اپنی مخلوق کو وہی قسم پر پیدا کیا ہے۔ مستقل اور نئے والی اور مستعملہ قابل استعمال کچھ شک نہیں کہ انسان سب چیزوں کا مستعمل ہے اور سب چیزیں اس کی مستعملہ ہیں۔ سو امی جی کیا یہ ایثار کارم نہیں! کہ اس نے ہماری ساری کھانے پینے، اونٹ، گھوڑا وغیرہ اور مل چلائے کو تیل، سینے وغیرہ پیدا کئے۔ کیا اس سے

زیادہ بھی کوئی شخص رحم کر کے ترس کھا کر اپنی سواری پر دس کوس چل کر دو کوس کیلئے اس کو بھی اپنے اوپر اٹھانا چاہے تو تمام دودان اور سورکھ لوگ اس کو امتحان نہ کریں گے۔ حالانکہ آپ کی سمجھ کے مطابق یہ کیا رحم ہے کہ ایک ذی روح دوسری ذی روح چیز کو ملاحق اتنا دبائے کہ تمام دن رات اس پر سواری کرے۔ آپ ایک قدم بھرنے پٹے اور وہ بیچارہ اس کو اٹھائے پھرے اور سوار رحم نہ کھائے۔

سماجیو! نظام عالم سے سبق حاصل کرو۔ جو سب گرد وں کا گرد ہے مصنوعی گرد وں سے لعلی ممکن ہے۔ اس میں ذرہ بھر لعلی نہ پاؤ گے۔

علاوہ اس کے اگر ہم ان حیوانوں کو ذبح نہ کریں تو کیا کریں۔ رکھنے سے ہم کو فائدہ کیا۔ بعض حیوان تو دودھ وغیرہ بھی دیں۔ مگر بعض ایسے ہیں کہ دودھ بھی نہیں دیتے اور دودھ دینے والے بھی ایک عمر کو پہنچ کر نہیں دیتے۔ حالانکہ ہم ان کو کھانا دیں۔ حفاظت بھی کریں۔ شفا مرغی مرغی وغیرہ بچو قسم۔ اگر ان کے انڈے کھائیں تو آپ اس کی بھی اجازت نہیں دیتے اور اگر انڈوں کے بچے لکھوائیں تو پھر کیا ہی پرمان دیں گے۔ پس یا تو سوامی جی ایسے جانوروں کے کھانے کی اجازت دیں۔ جن سے بنی آدم کو کچھ فائدہ نہ ہو یا کوشش کر کے ان سے کوئی فائدہ دلوائیں۔ مگر یاد رہے کہ قدرت کا مقابلہ کر کے فائدہ تو دلوا نہیں سکتے۔ ہاں اگر دلی زبان سے خود نو نوش کی اجازت دیں تو وہی سوال وارد ہو گا کہ کیا وہی روح اور بے گناہ اور خدا کے بنائے ہوئے نہیں؟ اور اگر یہ بھی نہ کریں اور حیوانوں کو انسانوں کے برابر ہی حقوق دلانا چاہیں۔ تو مہربانی کر کے پہلے دوسری قسم کے حقوق میں مساوات کرائیں۔ پھر اس کا نام لیں۔

ہمارے پاس وید منتروں کے حوالے بھی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں ہون میں گائے گھوڑے وغیرہ ذبح کئے جاتے تھے۔ مگر چونکہ وہ ترجمہ سوامی جی کا کیا ہوا نہیں بلکہ پوربھن عالموں کا کیا ہوا ہے۔ خطرہ ہے کہ ہمارے سماجی دوست جو سوامی جی کے معتقد ہیں اس ترجمہ سے متاثر ہو جائیں۔ اس لئے بجائے ان منتروں کے سوامی جی کے کلام کا حوالہ دینا ہی بہتر ہے۔ آپ اسی کتاب کے چوتھیں صفحہ میں فرماتے ہیں کہ جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں۔ بھونٹتا ہے

اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے؟ ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۶۹۔

پس سما جیو! علماء گوشت خوروں کی نقد و گن سکتے ہو؟ گنتے ہوئے پہلے اپنی ماس پارتی سے شروع کرنا۔

مولوی صاحب! آپ نے سوامی جی کے اعتراض کو کیا سمجھا جرتھ **موید** : جواب دیا۔ سوامی جی نے جو اعتراض کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ قرآن

چونکہ بقول محمدیاں "کلام ربانی ہونے سے ازلی وابدی ہے۔ لہذا اس کا شروع نہیں ہو سکتا۔ پھر شروع کرنے کا کلمہ بے معنی ہے۔

2۔ خدا کا یہ کلام خدا کے نام پر شروع کرنا اور بھی حیرت انگیز ہے۔ کیونکہ اس کی ضرورت خدا کو نہیں۔ بلکہ انسان کو ہے اور انسان کے لئے خدا کا کلام بطور ہدایت نامہ کے ہوتا ہے۔ پس ہدایت واسطے انسانوں کے ہونا چاہئے تھا۔

3۔ مولوی صاحب آپ نے شاید یہ سمجھا کہ سوامی جی نے اس کے ضمیر شکم ہونے نہ ہونے پر اعتراض کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ان کا یہ اعتراض تھا کہ اللہ کو یہ کام اپنے نام سے شروع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ کے نام سے تو انسان شروع کیا کرتے ہیں۔ (آریہ مسافر۔ مارچ ۱۹۰۲)

قربان ایسے علم پر کیا ہی جج سے۔ جو اس نے چہ نہ مریدان ہے **مدقق** : پر ائمہ۔ پورا مطلب تو اس عبارت کا مویدی نے سمجھا ہو گا۔ ہم

نے تو بعض آریوں کو بھی یہ عبارت دکھائی۔ مگر وہ بھی کانوں پر ہاتھ رکھ گئے۔ بہر حال کچھ ہی ہو۔ سوامی جی کے اصل سوال پر کسی شرح یا تفسیر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ خود ہی لکھتے ہیں۔

"کیونکہ اگر خدا کا ناپا ہوتا تو شروع میں اللہ کے نہ کہنا بلکہ شروع واسطے ہدایت انسانوں کے۔ ایسا کہتا۔"

آریہ سماجی دہلیاریاں ہیں۔ ایکہ گوشت کھاتے ہیں۔ ان کو اس پادری کہتے ہیں۔ ایکہ ہمیں کھاتے انہو کھاس پادری کہتے ہیں۔ انکی آہن کی پیشکش اطلباء آریہ کرتے اور پک لاش سے خوب واضح ہو سکتی ہے۔

دیکھئے سوامی جی کو شروع کے لفظ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اگر شروع کے لفظ پر کوئی اعتراض ہو تا تو اپنی اصلاح میں شروع کا لفظ کیوں لاتے۔ جس سے یہ صاف سمجھا جاتا ہے کہ آپ کی تائید کا نمبر اول یعنی اولی ہونے کی وجہ سے شروع نہ ہونا بالکل بے سمجھی کی تائید ہے۔

مزید صاحب کی تائید کا نمبر سوم بھی حیرت سے خالی نہیں۔ اس کا مطلب بھی وہ خود بھی سمجھے ہوتے۔ بہر حال کچھ عی ہو۔ مطلب وہی ہے جو ہم بتلا آئے ہیں کہ بندوں کی ہدایت کے لئے ایسا کہا گیا۔ ہاں سوامی کا یہ اعتراض کہ گناہ کا شروع بھی اللہ کے نام سے لازم آوے گا۔ اس کا جواب بھی ہو چکا۔ کہ یہاں سب کاموں کا شروع مراد نہیں۔ بلکہ اسی کام کا۔ جو بسم اللہ کے آگے ہے یعنی الحمد للہ یا کوئی اور اسی قسم کا نیک کام۔

مزید صاحب نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بسم اللہ پارسوں کے کلام سے لیا گیا ہے۔ یعنی بنام بخشائندہ دادگر۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کو اعتراض کرنے کی راہ کیوں ایسی چکا کرتی ہے کہ دوسرے کے کلام کے معنی سمجھنے سے پہلے ہی متعدد اعتراض جما دیتے ہیں۔ حالانکہ سوامی جی دیباچہ ستیارتھ میں بڑی تاکید سے لکھتے ہیں ”کہ ہر کلام کا مطلب بشکوک کے غشاء پر ہونا چاہئے۔“ اگر یہ بات تسلیم بھی کی جائے کہ بسم اللہ پارسوں کے کلام کا ترجمہ ہے تو مسلمانوں کے مذہب کے مطابق اس کے الہامی ہونے پر کیا اعتراض ہمارا تو یہ مذہب نہیں کہ الہامی کلام وہ ہوتا ہے۔ جس سے پہلے نہ تو وہ اور نہ اس کا ترجمہ دنیا میں گمیں ہو۔ نہ ہوا ہو دیکھو قرآن مجید صاف لفظوں میں کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے اور کھلے لفظوں میں کہتا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ

تَقُولُوا

ترجمہ تم مسلمانوں کو اور تم سے پہلے کتاب والوں کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ خدا کا خوف دل میں رکھو۔

چونکہ آریوں کی غلطی کا بنیادی پتھر یہی بنا رکھی ہے کہ الہامی کلام کا نمبر مسنون ہونا ان کے نزدیک شرط ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ الہام وہی ہے جو شروع ہوتا ہے۔ اس سے بعد

کوئی الہام نہیں اس لئے توریت، انجیل اور قرآن وغیرہ کو الہامی نہیں مانتے۔ پس ہم چاہتے ہیں کہ ان کی اس غلطی کی اصلاح اسی جگہ کر دیں۔

گویہ دعوے ان کا وید کے الہام پر بھی مشکلات پیدا کرتا ہے کیونکہ وید میں بھی لکھا ہے جس طرح زمانہ قدیم کے صاحب علم و معرفت، راستی شعار ہمارے بزرگ تمام علوم سے ماہر گزر چکے ہیں۔ مجھ کا اور مطلق الظہور کے علم کی قیاس کرتے رہے ہیں۔ تم بھی اسی دھرم کے پیالہ رہو۔ تاکہ وید میں بتائے ہوئے دھرم کا تم کو بلاشبک و شب علم ہو جائے۔

(ارگوید اشک ۸، دیہا ۸، اورگ ۳۹ منتر ۲) مندرجہ بھومیکا صفحہ ۶۳

اس عبارت سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وید کسی ایسے زمانہ میں بنائے کہ اس زمانہ میں دنیا کی آبادی اس کثرت سے ہو چکی تھی کہ اس وقت کے موجودہ لوگوں کو بزرگوں کے حال سے سبق دینے کی مصیحتیں کو یا یوں کہتے کہ وید کے مصنفوں یا معلموں کو حاجت پڑتی تھی۔ اور وہ انکی نظیر لوگوں کو بتاتے تھے۔ اگر کہیں کہ دنیا کا سلسلہ چونکہ ہمارے (آریوں کے) نزدیک قدیم سے ہے تو اس دنیا کے شروع ہی میں اس وقت کے موجودہ لوگوں کو پہلے لوگوں کی جو پہلی دنیا میں ہو چکے تھے چال اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کام جیسا کہ وید کا مذکورہ بالا حکم ہے اس موقع پر بولا جایا کرتا ہے۔ جہاں مخاطبوں کو پہلے بزرگوں کا علم اور واقفی ہو۔ حالانکہ اس دنیا کے پیدا شدہ لوگوں کو پہلے بزرگوں کی کوئی خبر نہیں تھی کسی کو اگر ہو تو بتائے۔

علاوہ اس کے بڑی مشکل یہ ہے کہ آریوں کے مذہب میں وید خدا کے گمان (علم) کا نام ہے۔ تو جب سے خدا ہے تب سے وید ہے گو وید کے لفظ موجودہ دنیا کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں مگر اس کے معانی خدا کے علم میں موجود رہتے ہیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ منتر جو ہم نے نقل کیا ہے۔ اس دنیا سے پہلی دنیا میں بھی ہو گا۔ بلکہ جب سے خدا ہے تب سے ہو گا۔ حالانکہ خدا سے پہلے کوئی زمانہ نہیں جس میں وہ بزرگ گزر چکے ہیں جن کی چال اختیار کرنیکا ان موجودہ لوگوں یا ہم کو حکم ہوتا ہے۔

۱۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہم بعد رسالہ عدد ۱۰ میں ملتی ہے۔

۲۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ عدد ۱۰ میں ہے۔

مگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا مذہب یہ نہیں کہ الہام دنیا کے شروع ہی میں ہو گا تو صحیح و درست ملے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ خدا کی طرف سے ایک مضمون کا بغیر کسب کے دل میں ڈالا جانا الہام ہے۔ کسی مصنف کے دل میں کسی مضمون کا آ جانا بھی گو ایک معنی سے الہام ہے مگر یہاں پر جس الہام سے بحث ہے۔ وہ یہ نہیں۔ بلکہ وہ خدا ہے جو کسی مشق یا فکر کا نتیجہ نہ ہو بلکہ محض القاء الہی سے ہو تو اس مضمون اس الہام سے پہلے تمام لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ خواہ دنیا کے شروع میں ہو یا وسط میں یا اخیر میں ہو۔ کیونکہ اس بات سے کوئی دلیل ملتی نہیں کہ ایک کتاب یا ایک مضمون جو پہلے کسی نبی کو الہام ہوا تھا۔ اس کے بعد بھی کسی نبی کو الہام ہو جائے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ کسی شخص کو امتحان پاس ہونے کی خبر کسی ذریعہ سے بغیر سرکاری گزٹ کے پہنچ گئی مگر اس سے بعد اسے سرکاری گزٹ میں بھی اطلاع آگئی۔ فحیک اسی طرح انبیاء کو کسی سابق نبی کے الہام کے ذریعہ سے کوئی بات معلوم ہو جایا کرتی ہے۔ تاہم نئے سرے سے بھی وہی مضمون الہام ہو کر موجب مزید یقین ہو جائے۔

فحیک یہی تمام کتب سابقہ اور قرآن مجید کی مثال ہے۔ مسلمانوں میں جو یہ مشہور ہے کہ تورات انجیل قرآن سے منسوخ ہیں اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ قرآن کے ذریعہ سے مضامین حقہ پہنچ کر گویا رجسٹرڈ خط کی طرح محفوظ اور منضبط ہو چکے ہیں۔ ایسے کہ اس سے پہلے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے مضمون کے بعد ان کتابوں پر دست تصرف بہت کچھ پھرا ہوا تھا۔ مگر جو مضمون قرآنی الہام کے ذریعے پہنچا تو اس کی نسبت یہ شبہ بالکل دور ہو گیا اور یہی معنی ہیں قرآن شریف کی آیت کے ﴿أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرًا لِلْمُهْسِنِينَ﴾ یعنی قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر نمکبان بھی ہے کہ لوگوں کی وجہت و رازیوں سے اصلی مضامین کو الٹ کر رہا ہے اور صاف صاف لفظوں میں کہتا ہے ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَنَى الْحَقِّ إِلَهِكُمْ﴾ یعنی اسے کتاب و الہام اپنے دین میں ناحق کی زیادتی نہ آئے اور خدا کی نسبت جی بات نہ کہو کہ یہ مت کہو کہ مسیح خدا کا بیٹا یا خدا ہے۔

لیکن ہم اللہ سے پہلے ہم اللہ کا ترجمہ دنیا میں موبہ ہو نا اس کے الہامی ہونے کے برخلاف نہیں۔ مگر اب پیغمبر علیہ السلام کو یہ مضمون خدا کی طرف سے القاء ہوا تو الہامی

ہو گیا۔

شکر ہے کہ جو یہ منتر ہم نے شروع جواب میں نقل کئے تھے ان کی نسبت مؤید صاحب نے بھی جان وچرہ کی اور چپکے سے خاموش ہو کر پاس سے گزر گئے بلکہ الفا مشی نیم رضا سے اطلاع دی۔
www.onlyfor3.com
www.onlyoneorthree.com
 مؤید صاحب نے گوشت خوردگی پر ایک اور اعتراض بھی کیا ہے کہ مفید جانور تو کھالیتے ہو اور خونخوار درندوں (شیر پیتا وغیرہ) کو حرام سمجھتے ہو۔

یہ سوال مؤید صاحب کا اس وقت مناسب تھا۔ جب وہ گوشت خوردگی کو جائز مان لیتے اور اسکی تفصیل پر ان کو اعتراض ہوتا۔ لیکن جس صورت میں وہ مطلق گوشت خوردگی کے منکر ہیں تو پھر اس تفصیلی کا پیش کرنا ان کا کیا حق ہے؟ کیا اگر ہم ہر ایک قسم کے جانوروں کو کھالیا کریں تو آریہ لوگ ہم سے متفق ہو جائیں گے ہرگز نہیں۔
 چونکہ لالہ صاحب اور ان کے دیگر ہم مشربوں کے قلم سے یہ سوال ہمیشہ نکلا کرتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس کا جواب بھی دے دیا جائے گو ترش ہی کیوں نہ ہو۔

لالہ صاحب! اگر طبی اور دوا کڑی اصول کو ملحوظ رکھتے تو کبھی یہ اعتراض نہ کرتے۔ علم طب کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں یہ بات ملتی ہے کہ بوغذا آدمی کھاتا ہے وہ جڑ و بدن میں کرپنا اثر کرتی ہے۔ اس طبی تحقیق سے بڑھ کر شرعی تحقیق ہے۔ کیونکہ طب تو صرف جسم کی محافظ ہے مگر شریعت جسم اور روح دونوں کی محافظ ہے۔ لیکن ان دونوں حفاظتوں میں روح کی حفاظت اس کی نظر میں مقدم ہے۔ جسم کی حفاظت کے معنی تو سب جانتے ہیں کہ ظاہری تکالیف اور اذیتوں سے محفوظ رکھا جائے۔ روح کی حفاظت کے معنی یہ ہیں کہ اسے بد اخلاقیوں سے بچایا جائے۔ جو اس کے لئے دوسری زندگی میں موجب تباہی ہوں۔ پس جو چیزیں یا جانور شریعت نے حرام کئے ہیں وہ اسی اصول کے لحاظ سے کئے ہیں۔ ان درندے جانوروں کو تو آپ بھی خونخوار مانتے ہیں۔ جن کے کھانے سے واقعی آدمی پورا تمیں تو نیم خونخوار ہو جائے گا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ چورس کے مال سے پوری کچوری یا بھائی خرید کی ہوئی کیوں حرام ہے۔ ظاہر بے ساقی نقصان تو اس میں کوئی نظر نہیں آتا۔ مگر بوغذا دوسری زندگی میں اس کا نقصان ظاہر ہو گا اس لئے حرام ہے۔ پس اسی طرح

تمام محرمات شرعیہ کو سمجھئے کہ جو چیز انسان کی دوسری زندگی یا اسی زندگی میں اس کے اخلاق پر برا اثر کرتی ہو۔ اس کو شریعت نے حرام کیا۔

آپ لوگ اخلاقی اثر کی تفصیل سے واقف نہ ہو سکتے۔ اخلاقی اثر کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ اس کام کے کرتے وقت آدمی کوئی نامناسب حرکت کر گزرتا ہے۔ جیسا شرابی حالت مستی میں ناجائز حرکات کیا کرتا ہے۔ ایک اخلاقی اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کام کے کرنے سے یا اس چیز کے کھانے سے آئندہ کو اس کی تدوین پر برا اثر پڑتا ہے کہ نیک کاموں کی طرف اس کی طبیعت نہیں جھکتی۔ پھر اگر وہ اس کا جلدی سے علاج نہ کرے تو آہستہ آہستہ اسکی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بالکل مفلوج یا بد توقع کی طرح لاعلاج ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کسی نیک کام میں توفیق نہیں ملتی۔ قرآن مجید سے اس کا جو بے کاوشوت چاہو تو ہر ایک سورت اور سہارے سے مل سکتا ہے۔ ایک ہی آیت سنو۔ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ أَذِىٰعَ اللَّهُ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ (یعنی جب وہ لوگ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا) اور اگر اپنے سوا ہی کسی کے کلام سے سند چاہو تو سنو! سوا ہی جی بودھوں کے حق میں کیا لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

انہوں ابو وہ صحت والو انے کس وہ جاتی جمالت میں ترقی کی ہے جس کی نظیر ان کے سوا دوسری کوئی نہیں سکتی۔ جہن تو یہی ہے کہ اید اور ایٹور کی مخالفت کریگا ان کو یہی نتیجہ ملا ہے (ستیا رتھ صفحہ ۵۳۱ نمبر ۱۲) نمبر ۱۱

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے جس وجہ میں کوئی عذار و عانی طور پر برا اثر کرنے والی ہوتی ہے۔ اسی انداز سے شریعت میں منع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام میں بعض چیزیں سخت حرام ہیں اور بعض کسی قدر کم جن کو مکروہ کہتے ہیں۔

ورنہ جانوروں کی حرمت بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ غرض یہ ایک اصول ہے کہ تمام جزئیات اسی سے مقرر ہیں۔

ہاں! اس بات کی تشخیص کرنا کہ کوئی چیز بد اخلاقی اور روحانی زندگی میں برا اثر پیدا کرنے والی ہے اور کوئی چیز عیس۔ ہر ایک کا کام نہیں بلکہ الہامیوں کا منصب ہے۔ جس سے آپ کو بھی انکار نہ ہو گا۔ کیونکہ الہام کی ضرورت تو آپ لوگ بھی مانتے ہیں بلکہ آپ

خود اپنے آپ کو اہل کتاب جانتے ہیں۔ اسی اصول سے نبوت کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ آگے چلے!

(۲) ترجمہ: بے تہ تبریف واسطے اللہ کے جو پروردگار مالوں کا بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ (سورہ فاتحہ: آیت ۳۱۲)

(۲) **محقق:** اگر قرآن کا خدا دنیا کا پروردگار ہوتا اور سب پر رحم اور بخشش کیا کرتا تو دوسرے مذہب والوں اور حیوانات و فیروہ کو بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرانے کا حکم نہ دیتا۔ اگر معاف کرتے والا ہے تو کیا گناہگاروں پر بھی رحم کریگا اور اگر کریگا تو آگے ذکر آئیگا کہ "کافروں کو قتل کرو۔" یعنی جو قرآن اور پیغمبر کو نہ مانیں وہ کافر ہیں۔ ایسا کیوں کہتا؟ اس لئے قرآن خدا کا کلام ثابت نہیں ہوتا۔

(۳) **مدقق:** اس فقرہ میں محقق جی نے جہاد کی طرف اشارہ کیا ہے اور حسب عادت شریف آگے بھی کئی ایک مواقع پر اشارہ کریں گے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کی تحقیق وید اور قرآن سے اسی جگہ کر دی جائے اور آئندہ مواقع پر اسی جگہ کے حوالہ پر قیادت ہو۔ واضح رہے کہ وید اور وید کے علاوہ منو سمرتی وغیرہ میں جن کو سوامی جی قابل سند اور معتبر مانتے ہیں جہاد کے متعلق مختلف قسم کی ہدایتیں ہیں۔

وید کی پہلی ہدایت اسلحہ جنگ کی درستی کے متعلق ہے جو رگ وید منڈل اول سوکت ۲۹ منتر ۲ میں مرقوم ہے۔

"اے فرمانبردار لوگو! تمہارے اسلحہ آتشیں وغیرہ از قسم توپ و تفنگ تیر کھارو وغیرہ شتر خالقوں کو مطلوب کرنے اور ان کو روکنے کے لئے قابل تہذیب اور با استحکام ہوں۔ تمہاری فوج مستوجب تو صیغ ہو، تاکہ تم ہیٹ لیا ب ہوتے رہو۔"

ایک مقام پر دعاویوں مرقوم ہے: میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور آور اور قاتل کل تمام کائنات

کے راجہ قادر مطلق اور سب کو قوت عطا کرنے والے پریشور کو جس کے آگے تمام تہذیبست بہادر سر اطاعت تم کرتے ہیں اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنے

والا اندر ہے۔

ہر جنگ میں فتح پانے کیلئے مدعو کرتا ہوں اور رہنا دیتا ہوں

(ہجروید ۲۰۰ احیاء ۵۰ متر)

ایک جگہ : پر مشورہ و عاوت ہے۔

"اے انسانو! تمہارے آئینہ یعنی نوپ بندہ حق (۱) وغیرہ آتش گیر اسلحہ اور تیر و کمان، تلو اور غیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بد کردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تم مضبوط اور طاقتور اور کار نمایاں کرنے والے ہو تم دشمنوں کی فوج کو بربت دیکر انہیں رو کر دان و پساکرو۔ تمہاری فوج جو اور و کار گزار اور دانا گرامی ہو تاکہ تمہاری مالکیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو اور تمہارا حریف ناہنجار ایسی خفگی آئے گا کہ اور میان کن شکست یاب ہو اور بچاؤ کیجئے۔ (ایسا غازی بھور غزنوی مرحوم اور محمد غوری مغفور نے ایجاد کیا؟)

(رگ وید اسک ۱۰۱ احیاء ۳ اور رگ ۸ متر ۴)

ایک جگہ : پرمان ہے۔


اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ میں ماہر ہے غول و ہراس پر جاہ جلال عزیز و داد و انور و تم سب رہا یا کے لوگوں کو خوش رکھو پر مشورہ کے علم پر چلو اور بد فرجام دشمن کو اسے ماردن (۱) کیجئے (۲) شکست دینے کیلئے لائی کا سہرا لجا کر اور تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو بیٹا ہے۔ تم نے جو اس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے تم روئیں جن اور فواد بازو ہو اپنے زور شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو تاکہ تمہارے زور بات و اور راہ شور کے لطف و کرم سے ہمارا فی فتح ہو۔"

۱۱ تھروید کا ۶-۱۰ نوواک و رگ ۵۵ متر ۱۳

منوجی: کاہ مان یہ ہے۔

”زیب اور عابد اور راجا کوئی اپنے سے چھوٹا خواہے اور خواہے جنگ کے لئے طلب کرے تو کٹریوں کے دھرم کو یاد کر کے میدان جنگ میں جانے سے ہرگز پہلو نہیں کرے۔ بلکہ چینی اور شکاری کے ساتھ ان سے جنگ کرے۔ جس سے اپنی جانی ہو۔“
(۱۷۰۷ء) ستیارتھ مہاس ۶ نمبر ۱۲۹


ایک جگہ: حکم ہے۔

”کسی وقت مناسب سمجھے۔ دشمن کو چاروں طرف سے محاصرہ کر کے روک رکھے اور اس کے کہ کو تکلیف پہنچا کر چاروں  خوراک پانی اور ہیزم کو تکلیف اور خراب کر دے۔“ (ہے یار حم مجسم سما جیو! دین ماراج) دیکھو منوجی
(۱۷۰۷ء) ستیارتھ پرکاش مہاس ۶ نمبر ۱۵۳


ایک جگہ: پرمان ہے۔


”مطلب براری کے لئے مناسب یا غیر مناسب وقت میں دشمن کے ساتھ جو اپنا کسی دوست کا قتلوار ہو لڑنا چاہیے اسی اور قسم کی بنا پر جنگ کرنی چاہئے۔“
(منوجی ۱۷۲۰ء)

مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۵ مہاس ۶ نمبر ۳۶

کیا اتنے حوالیات کے بعد بھی محقق جی اور ان کے چیلے جہاد کو منہ پر لاویں گے اور کہیں گے کہ ”اگر قرآن کا ٹھکانہ دنیا کا ہے اور دھرم ہوتا اور صبح بے بخشش اور دھرم کیا کرتا تو دوسرے مذہب والوں اور حیوانات وغیرہ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرنے کا حکم نہ دیتا۔“ 

ناظرین! یہ ہے سوای جی کا انصاف اور یہ ہے انکی ایمانداری اور پھر لڑو قوم اللہ سے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں ہمارے ان ویدک حوالیات سے جہاں جہاد کا مسئلہ حل ہو گیا۔ وید کی قدامت اور ابتدا سے دنیا سے ہونا بھی باطل ہوا۔ ناظرین بغور دیکھیں!

 سارا ایہ لکھا گیا تھا جی

 اس مسئلہ میں ہمارا ایک رسالہ مستقل ہے جس کا نام جہاد ہے

اب تحقیقی جواب سنئے! قرآن میں کہیں مذکور نہیں کہ کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے مارو اور قتل کرو۔ بلکہ صاف ارشاد ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ يَفْقَهُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا لِلَّهِ لَا بُحْبُثَ الْمُعْتَدِينَ ”جو تم سے لڑیں تم ان سے لڑو اور لڑنے میں زیادتی مت کرو۔ بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“

سوامی جی! اگر کافروں کو کفر کی وجہ سے مارنے کا حکم ہوتا تو کافروں کو رعیت بنا کر کیوں رکھا جاتا۔ یہ مسئلہ ہماری تصانیف کے متعدد مواقع میں مفصل مذکور ہے۔ آگے بھی سوامی جی کو جن جن آیات میں شبہ ہو گا۔ دہرا دہرا کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ناظرین! محقق جی کا انصاف دیکھئے کہ یہ آیت الحمد للہ آخر تک ایسی متفقہ پاکیزہ تعلیم سے بھری ہوئی ہے مگر محقق جی کو بالائی بھی حلق سے نہیں اترتی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے چھوٹ ہے۔

موید جی! سے یہ تو نہ ہو سکا کہ ان ویدک حوالجات سے انکار کرتے یا ہمارے تحقیقی جواب ہی کو دیکھتے۔ بحث سے یہ لکھ مارا کر۔

آپ نے جس قدر معروض کئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ ہدایت نہیں کہ تم آپ مذہب پیالے کی خاطر اوروں سے لڑو یا ان کو قتل کرو یا ان کو سیاست مذہبی کے حلقہ عدل و انصاف کی دھار پڑھتی ہو۔ بلکہ تم تمہارے قوم مذہب و ملت تمام انسانوں کیلئے یکساں مانگیرہ دیتے ہو۔ جس کا کسی خاص قوم یا مذہب سے ذرا بھر تعلق نہیں۔ ہاں یہی ﴿مضمون قرآن میں درج ہے﴾ جس پر ہمارا اعتراض ہے اور تمہاری چون و چرا کرنا خطا۔ آری یہ مسافر بابت ستمبر ۱۹۰۲ء

موید صاحب اگر انصاف سے ہمارے تحقیقی جوابات کو دیکھتے تو یہ کلمہ منہ نہ لاتے کہ قرآن میں مذہب پیالے کیلئے جہاد ہے اور وید میں ملک گیری اور سیاست کیلئے۔ ہم منہ بھر تھے کہ لالہ صاحب قرآن سے دعویٰ ثابت دیں گے۔ مگر انتہائی انتظار رہا موید صاحب لیجئے! ہم اور بھی واضح لفظوں میں بتاتے ہیں کہ قرآن شریف ایمان بالغیر کو کن لفظوں میں ناپسند کرتا ہے۔ غور سے سنو!

اَقَالَتْ ذِكْرَهُ النَّاسُ حَتَّى يَنْكَلُوا مُؤْمِنِينَ" کیا تو اسے رسول لوگوں کو مجبور کر چکا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ یعنی ایسا کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ "علاوہ اس کے یہ بھی غلط ہے کہ وید کے منتر ہی لڑائی کے لئے نہیں بلکہ سیاست مدنی کے لئے ہیں۔ کیونکہ ان منتروں میں جن لوگوں کو خطاب ہے۔ یعنی جن لوگوں کی سلطنت تمام دنیا پر قائم کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ وہ کون لوگ ہیں یا تو وہ جو ویدک مذہب کے پابند ہونگے یا کوئی بھی ہوں جو اس وقت دنیا میں حاکم تھے خواہ بت پرست ہوں یا صلیب پرست۔ مسلمان ہوں یا یہودی لیکن الہامی اور مذہبی کتابوں سے یہ مطلب کو سوں دور بلکہ بعید اور ناممکن ہے کہ ایسے احکام ان لوگوں کیلئے جاری کرے جو اس کتاب کے پیرو نہ ہوں بلکہ ایسے احکام انہی لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو اس کتاب کے پابند ہوتے ہیں۔ پس ان معنی کو ملحوظ رکھ کر ویدک منتروں کو بغور دیکھیں کہ کیونکر ویدک وحرم کی سلطنت اور اشاعت تمام ملک میں کرنے کی ہدایت ہے۔

بھلا اگر دو ملکوں مثلاً پنجاب اور بنگال میں ویدک وحرم کے پیرو رہتے ہیں اور ان میں اگر کسی بات پر لگاڑ ہو جائے تو دونوں قومیں ان منتروں کو پڑھ پڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئی۔ اور موبید صاحب کی شریعت پیش کریں گی؟ کہ یہ منتر سیاست ظلی سے متعلق ہیں بنگالی کہیں گے کہ پنجابی ہمارے خلاف فساد پھیلانے میں کوشش کرتے ہیں اور پنجابی کہیں گے کہ بنگالی ایسا کرتے ہیں۔ جس طرح ہو سکے ہم ان کو زیر کئے بغیر نہ رہیں گے۔ کیونکہ وید مقدس میں انشور نے ہماری ہی سلطنت کو دنیا پر قائم کیا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ ایسے موقع کے لئے نہ تو موبید صاحب اور نہ سوامی جی ان منتروں کا تعلق بتاؤ گئے پھر بتلائیے یہ منتر ہی لڑائی سے متعلق نہ ہوئے تو کس سے ہوئے ہاں ایک بات میں قرآن شریف کا واقعی قصور ہے کہ اس نے یہ خلاف تمام قوموں اور سلطنتوں کے دنیا کو صلح سے رہنے کی ایک نہروالی تجویز بتلائی ہے تمام قوموں اور سلطنتوں میں یہ دستور ہے کہ جب تک فریق مقابلہ سر تسلیم خم نہ کرے یعنی تابع فرمان نہ ہو۔ لڑائی موقوف نہیں کرتے خواہ ہم قوم ہو یا ہم مذہب۔ انگریزوں اور پورنوں، چرنی و فرانس وغیرہ کی لڑائیاں مثلاً موجود ہیں اسلام اور قرآن نے یہ تجویز منظور کی۔ چنانچہ ارشاد

ہے۔ **وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** اگر کافر صلح چاہیں تو تم بھی صلح پسند کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو اس کے علاوہ دوسرا طریق بھی بتلایا جس کا ہم اس موقع پر ذکر کر سکتے ہیں۔ جس سے اکثر مخالفین کو ملالہ فہمی ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر فریق مخالف مسلمان ہو جائیں تو جنگ کا خاتمہ ہے۔ غور سے سنو! **فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ** (یعنی اگر کفار مسلمان ہو کر اسلامی احکام کے پابند ہو جائیں تو ان کا تعرض چھوڑ دو)۔

یہی آیت ہے جس سے بے سوچے سمجھے مخالفین کو شبہ ہوتا ہے کہ اسلامی جنگیں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے تھیں مگر حقیقت الامر اس کے خلاف ہے یہ تو قرآن شریف کا احسان عام اور ایک جدید طریق ہے صلح ہوئی کا ہو آج تک کسی مذہب قوم کو نصیب نہیں ہوا کہ فریق مقابل کے ہم مذہب ہوتے پر جنگ کا خاتمہ کیا جائے کیا ۱۹۰۰ء کی انگریزوں اور پوربوں کی جنگ کو دنیا بھول گئی ہے کہ جب ملک انگریزوں نے ملک کو زیرِ قلم نہیں کر لیا نہیں چھوڑا۔ خواہ وہ ہزارہ فوج مسلح اور صلیب کو سجدہ کرتے رہے۔ ہاں قرآن شریف پر یہ الزام اس صورت میں عائد ہو سکتا تھا کہ صرف یہی ایک طریق صلح اور خاتمہ جنگ کا ہو تا لیکن جس صورت میں اس طریق کے علاوہ دوسرا طریق بھی موجود ہے کہ مقابل جنگ اپنے مذہب بلکہ بٹ پرستی پر بھی تھے رہیں مگر صلح کی درخواست کریں (یہ بھی شرط نہیں کہ وہ اسلامی خلیفہ کو شہنشاہ منظور کریں) تو فوراً لڑائی بند کی جائے گی جس کا ثبوت اوپر بیان ہو چکا۔ اب فریق مقابل کو اختیار ہے کہ وہ جس میں اپنا فائدہ سمجھے اختیار کرے لیکن اسلام اور خلیفہ اسلام کی طرف سے اس پر جبر نہ ہو گا کہ وہ مسلمان بنیں ہوں تو جنگ ختم ہوگی۔ نہیں بلکہ درخواست صلح پر آزادیاں رحمت بن کر بھی صلح کر سکتے ہیں۔ مگر شر و فساد سے نہیں غور سے پڑھو!

فَانْلَوْهُمَ حَتَّى لَا يَكُونَ فِتْنَةً لِذِي دِينٍ سے پہلے تک قتلہ فرد ہو جائے۔ مختصر یہ کہ مذہب قوموں میں صلح کا ایک ہی طریق ہے۔ مگر قرآن مجید میں دو طریق ہیں اور یہی قرآن کی بڑی مزیت ہے۔ اس لئے قرآن بڑیاں حال کتاب ہے۔
مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وہ غدار اور ہول ہیں۔ ان میں دوا صفت ہیں وہ خود بھی ہیں خود کام بھی ہیں

(۳) ترجمہ : خداوندون انصاف کا۔ تجھ ہی کی عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم۔ دکھا امکورا سیدھا آیت ۱۵۴

(۳) محقق : کیا خدا ہمیشہ انصاف نہیں کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے تو اندھیر کی بات ہے۔ اسی کی عبادت کرتا اور اسی سے مدد چاہتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن کیا بری بات میں مدد کا چاہنا درست ہے اور سیدھا راستہ کیا صرف مسلمانوں ہی کا ہے یا دوسروں کا بھی۔ سیدھے راستے کو مسلمان قبول کیوں نہیں کرتے؟ کیا سیدھا راستہ برائی کی طرف کا تو نہیں چاہتے؟ اگر اچھی باتیں سب کی سب یکساں ہیں تو پھر مسلمانوں میں کچھ خصوصیت نہ رہی اور اگر دوسروں کی اچھی باتیں نہیں مانتے تو متعجب ہیں۔

(۳) مدقق : خدا ہمیشہ انصاف کرتا ہے۔ قرآن کو پڑھو تو معلوم کرو۔ عَصَاہُکُمْ مِنْ فُصْتِہٖ فَمَا کُنْتُمْ اٰیْدِیْکُمْ ؕ انصاف سب لوگ چشم خود دیکھیں گے اور کوئی کذب تکذیب نہ کر سکے کَافِیْہُکَ الْیَوْمَ حٰدِیْثٌ ؕ گو فور سے پڑھو۔

برے کاموں میں خدا سے مدد مانگنے کا ذکر نہیں یہ تو آپ کی سمجھ کا پھیر ہے۔ بلکہ نیک کاموں میں خدا سے مدد مانگی گئی ہے۔ چنانچہ اس جگہ عبادت کا قرینہ بھی موجود ہے۔ ہاں سوامی جی وید بھگوان کی طرح چاہتے ہو گئے کہ جسمانی خواہشوں کے (وہ بھی ایسی کہ محالات سے ہوں) پورا ہونے کی دعا کیوں نہیں سکھائی گئی! وید منتر

ایسے بھگوان! آپ کی عنایت سے ہماری تمام خواہشیں پھل پاتھری ہوں یعنی ہماری تسخیر عالم اور اقبال و شست حاصل ہونے کی خواہش یا مراد بے اثر نہ ہو۔ (منجروید ادھیائے ۲ منتر ۱۰)

۱۔ ان سے اپنی بات

۲۔ کچھ تم کو نصیحت پہنچی ہے تمہاری شامت اٹھال ہے۔

۳۔ ہر سون کی بھالی اس روز بخیر ہوگی

اور سنئے!

"اے وراثت اچھا کل الٹا راہی نظر عبادت سے کچھ نہ اسکا نجات کی توجہ میں نہ
پورا کر مجھے تمام سکھ یا تمام عالم کی حکومت عطا کر۔"

(میکروید اوحیائے ۲۱ منظر ۲۲)

محقق جی! اگر کل جہان کے لوگ یہی ذمہ داریاں کہ مجھے تمام دنیا کی حکومت عطا
کر تو ب کی قبول ہوگی؟

کلا و خردی و نان شای بہر گل کے رسد عاشاد کلا
بیشک اسلام ہی سیدھی اور درست راہ ہے کیا ویدک مت کے سواد و سرگونی
مذہب سیدھا نہیں ہو آپ بیتا رتھ پر کاش صفحہ ۷۷ سر پر لکھ آئے ہیں کہ "وید کا مقرر ملجہ
اور دھرم ہے۔" راستی کی راہ بیش ایک ہی ہوتی ہے ہم سب مذاہب کی اچھی باتیں مانتے
ہیں۔ کسی مذہب کی عمدہ باتوں سے انکار نہیں۔ مگر آپ کو معلوم نہیں کہ مذہب کس چیز کا نام
ہے۔ مذہب معمولی اخلاق کا نام نہیں ہوتا۔ اصل مذہب معرفت الہی اور طریق عبادت کا
نام ہے۔ باقی معمولی اخلاق تو ہر مذہب میں برابر ملتے ہیں۔ اگر اپنے ہی مذہب کو صحیح سمجھنا
تعب ہے تو آپ اولیٰ درجہ کے متعصب ہیں جو لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا اعتقاد کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے
یعنی ہر کچھ ویدوں میں بیان کیا گیا ہے ہم اس کو مانتے ہیں۔" استیارتھ پر کاش ماس
نمبر ۱۱۷

آگے چلئے۔

(۳) ترجمہ : "راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو ان کے
سوائے ان کے ہو تعبد کیا گیا ہے اوپر ان کے اور نہ
گمراہوں کے راستہ ہم کو دکھا۔"

(۴) محقق : جب مسلمان لوگ تباہ اور پستے کہتے ہوئے گناہ اور
ثواب نہیں مانتے تو بعض لوگوں پر رحمت کرنے اور
بعض لوگوں پر نہ کرنے سے خدا طرفدار ٹھہرتا ہے کیونکہ گناہ و ثواب کے بغیر رنج و

راحت کا دینا صرف بے انسانی کی بات ہے اور بلا صاحب کسی پر رحم اور کسی پر غضب کی نظر کرنا بھی اس کی فطرت سے بعید ہے۔ بلا وجہ و درحم یا غضب نہیں کر سکتا اور جب ان کے سابقہ "سنت" گناہ واثواب ہی نہیں تو کسی پر رحم اور کسی پر غضب کرنا یہ بات ہی نہیں بن سکتی اور اس صورت کی شرح میں یہ الفاظ کہ "یہ سورت اللہ صاحب نے آدمیوں کے دل سے گمائی کہ بیش اس طرح سے گم نہ کریں ورنہ ہیں اگر یہ بات درست ہے تو" الف۔ ب "حروف بھی خدا ہی نے پڑھائے ہوں گے۔ اگر کوئی بلا حروف جانتے کے اس سورت کو کیسے پڑھ سکتے تو سوال یہ ہے کہ کیا حلق ہی سے بلائے اور بولتے گئے۔ اگر یہ درست ہے تو سب قرآن ہی زبانی پڑھایا ہو گا۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ جس کتاب میں طرف داری کی باتیں پائی جائیں وہ کتاب خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہو سکتی مثلاً عربی زبان میں نازل کرنے سے عرب والوں کو اس کا پڑھنا سہل اور دوسری زبان بولنے والوں کو مشکل ہو جاتا ہے اس سے خدا طرف دار ٹھہرتا ہے۔ اور جس طرح کہ خدا نے کل دنیا کے رہنے والے آدمیوں پر نظر انصاف سے سب ملکوں کی زبانوں سے نرانی سنسکرت زبان میں جو کہ سب ملک والوں کیلئے یکساں فہم سے حاصل ہوتی ہے۔ ویسوں کو نازل کیا ہے۔ ایسی ہی زبان میں اگر نازل کرتا تو یہ نقص قائم نہ ہوتا۔

(۳) مدقق : کیا ہی نئی منطق ہے محقق جی! کیا پہلے اعمال کی وجہ ہی سے رحم اور انعام ہو سکتا ہے اس جہنم کے اعمال کوئی شے نہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے! اسی جہنم کے نیک اعمال ان کے لئے موجب انعام ہوئے تھے۔ دوسری آیت انہ معنی کی شرح کرتی ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ نے ان انعام پانے والوں کو خود ہی بتا کر آپ کے لایعنی سوال کو حل کر دیا ہے۔ غور سے پڑھو!

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الثَّابِتِينَ وَالصَّالِحِينَ
وَالشَّاهِدِينَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسْبُ أُولَٰئِكَ وَفِئَةً

ترجمہ : "جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نیک اور ثابت رہنے والے اور نیک صالح لوگ ہیں۔"

ہاں! یہ خوب سمجھی کہ خدا نے صرف پڑھائے ہوئے محقق جی کے انکار

بھائے بھول کے سے سوال من کر بے اختیار نہیں آتی ہے۔ پھر جب ایسے شخص کو ایک قوم کا لیدر سمجھتے ہیں تو بلا تکلف زبان پر جاری ہوتا ہے۔

”بت بھی خدائی کرتے ہیں قدرت خدا کی ہے“

سوامی جی! جنس طرح دید آپ کے علموں کو بتلائے گئے تھے اسی طرح قرآن بھی مسلمانوں کو سکھایا گیا۔ زمانہ گورو بلا منعتوں پر فور کیجئے۔

پیش کتاب میں طرفداری کی باتیں ہوں وہ خدا کی نہیں ہوتی۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ شور کے گھر کا پکا ہوا کھانے سے جو آپ منع کر آئے ہیں۔ خواہ کیسا ہی بھلا مانس کیوں نہ ہو (ستیارتھ پر کاش مجلس نمبر ۱۱) یہ کس کتاب کا حکم ہے اور یہ آپ کی طرف داری تو نہیں۔

محقق جی! عربی زبان میں قرآن کے نازل ہونے کی وجہ تو قرآن نے خود ہی بتلائی ہوئی ہے سو خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُضِّلَ الْإِنشَاءُ ۖ
أَعْجَبِي وَ عَزَبِي

”اگر ہم قرآن کو عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتارے تو عربی لوگ کہتے کہ اس کے حکموں کو واضح کیوں نہیں کیا کلام عجی اور مخاطب عربی۔“

چونکہ اول مخاطب اس کے عرب کے لوگ تھے۔ اس لئے اس زبان میں نازل ہوا انہوں نے اس کو سمجھ کر دوسرے لوگوں کو سکھادیا۔ یہی عین انصاف ہے۔ فرق صرف آپ کی سمجھ کا ہے۔

”یہ کتاب جس میں حکم نہیں ہے سچ گاری کی راہ دکھاتی ہے جو کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ فیہ کے

اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ جو ہم نے دنی خرچ کر کے چلی۔ وہ لوگ جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رکھتے ہیں۔ تیری طرف یا تجھ سے پہلے آتا رہی کہی

اور یقین قیامت پر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں اور یہ ہی چھٹکارا پانے والے ہیں۔ تحقیق جو لوگ کافر ہوئے اور ان پر تیرا ڈرائائے ڈرائے ہوا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ مگر اللہ نے اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔" (سورہ بقرہ آیت ۲۴ تا ۲۵)

(۵) **محقق :** کیا اپنے ہی من سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا خدا کے دہرہ کی بات نہیں؟ جو یہ بیزار لوگ ہیں وہ تو خود راہ

راست پر ہیں اور جو جھوٹی راہ پر ہیں ان کو یہ قرآن راہی نہیں دکھلا سکتا۔ تو پھر کس کام کا رہا؟ کیا گناہ و ثواب اور محنت کے بغیر خدا اپنے ہی خزانے سے خرچ کرنے کو دیتا ہے؟ اگر دیتا ہے تو سب کو کیوں نہیں دیتا؟ اور مسلمان لوگ محنت کیوں کرتے ہیں؟ اگر بائبل، انجیل وغیرہ پر اعتقاد لانا لازم ہے تو مسلمان انجیل وغیرہ پر ایمان مثل قرآن کے کیوں نہیں لاتے؟ اور اگر لاتے ہیں تو قرآن کا نازل ہونا کس واسطے ہے؟ اگر کہیں کہ قرآن میں زیادہ باتیں ہیں تو کیا پہلی کتاب میں خدا لکھنا بھول گیا تھا اور اگر نہیں بھولا تو قرآن کا نانا حاصل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل اور قرآن کی چند باتیں آپس میں نہیں ملتیں اور بہت سی ملتی ہیں۔ ایک ہی مکمل کتاب جیسی کہ وید ہے کیوں نہ نازل کی؟ کیا قیامت پر ہی یقین رکھنا چاہئے اور کسی چیز پر نہیں؟ کیا عیسائی اور مسلمان ہی خدا کی ہدایت پر چلنے والے ہیں اور ان میں کوئی گتکار نہیں ہے؟ کیا وہ عیسائی اور مسلمان جو دیندار نہیں وہ نجات پائیں گے اور دوسرے جو دیندار ہیں وہ نہیں؟ کیا یہ سخت ہے انسانی اور اندہیر کی بات نہیں ہے؟ کیا جو لوگ مسلمانی مذہب کو نہیں مانتے ان کو کافر کہنا یک طرفہ و گریبی نہیں ہے؟ اگر خدا ہی نے ان کے دل اور کانوں پر مہر لگائی ہے اور اسی وجہ سے وہ گناہ کرتے ہیں۔ تو ان کا کچھ بھی قصور نہیں یہ قصور خدا ہی کا ہے۔ ایسی صورت میں ان کو سزا دینا کونسا گناہ و ثواب نہیں ہو سکتا؟ پھر خدا ان کو جزا و سزا کیوں دیتا ہے؟ کیونکہ انہوں نے گناہ یا ثواب خود مختاری سے نہیں کیا۔

(۵) **مدقق :** انہوں نے اس بھولے پن پر جو ہر گھڑی امت کا موجب ہو۔ سو اسی ہی کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وید خود اپنی تعریف آتی

سے کئی درجہ بڑھ کر کرتے ہیں۔ سنو!

"پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرنے والا جس میں قابلِ تعریف گیان (علم) کا وصف ہے ایسے اعلیٰ جملہ علوم کے دینے والا جو وہ کلام ہے وہ جملہ قانون کی مابیت سے ہم کو انجور کرتا ہے۔" (اگر کو یہ مندرجہ آرہے مسافر صفحہ ۸ اہایت ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء)

اور سنئے!

"لکھنے سے بہرا جملہ علوم کا مخزن جو وہ شاستر ہے غیر متناہی طاقت سے پر مشورے ظاہر کیا۔" (مندرجہ مہاشیکہ دہی صفحہ ۱۱ معتقد سوامی جی)

سوامی جی! متقیوں کے لئے ہدایت ہونے کے وہی معنی ہیں جن معنی سے آپ ستیارتھ پر کاش مہاس نمبر ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ شدی اور نا انصاف کو جواب نہ دینا چاہئے جسے قرآن خود اپنی تفسیر کرتا ہے خدا فرماتا ہے

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَرْيَدُ
الظَّالِمِينَ إِلَّا خُسَارًا

ترجمہ "ہم (خدا) قرآن کو سب لوگوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور ایمانداروں کے لئے رحمت بنا کر نازل کرتے ہیں اور ظالموں (منکروں) کو بجز نقصان دہی کے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔"

سوامی جی! اگر کوئی مریض حکیم کے نسخے اور بتلائے ہوئے پرہیز پر عمل نہ کرے تو قصور کس کا؟

گرتے ہیںد بروز شہرہ چشم چشم آفتاب را چہ گمانہ
سب گودہ اپنے عزائم سے محض اپنی مہربانی سے دیتا ہے بندوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ وہ حکیم بھی ہے بتنا مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے۔ سنو!

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ هِيَ
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

ترجمہ "کیا منکر نہیں سوچتے کہ خدا جس کو چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں ہمت سی اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔"

قرآن کو اگر آپ نے کسی پانچھ شال (مدرسہ) میں پڑھا ہو تا تو بائبل کا سوال نہ

کرتے تھے! قرآن مانتا ہے کہ پہلے الہامی کتابیں آتی ہیں مگر ساتھ اس کے یہ بھی کتاب ہے کہ
بجروں نے ان میں کجروی ملا دی ہے جو مضمون قرآن کج عملوں سے اس کو کج سمجھو اور
جو غلط کے غلط جانو۔ خدا فرماتا ہے۔

وَاتَّخَذَ الْيَهُودَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
الْكِتَابِ وَهُنَّ بَيْنَا عَلَيْنَا

ترجمہ ”ہم (خدا) نے یہودی طرز (اسے نبی) قرآن آتا ہے جو
اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر محافظ بھی ہے۔“ یعنی
خدا کو صحیح سے الگ کرتا ہے۔

قیامت پر ایمان کا ذکر اس لئے کیا ہے جس کو آئندہ کی جزا و سزا کا یقین ہو تا
ہے وہی نیک عمل کرتا ہے اور بد کاری سے بچتا ہے جو بے کار ہو۔ اسے کیا غرض پڑی ہے
کہ اپنے ذمہ بلا لے جیسا کہ ہدایت پر نہیں بلکہ صرف مسلمان وہ بھی نیک مسلمان جن کا
اس آیت میں بیان ہے وہی ہدایت پر ہیں کیا جو وہ کہیں مانتے ان کو تا تک اور دہریہ
کہنا انصاف ہے؟ ستیا رتھ پر کاش سماں ۱۰ نمبر ۸ کو دیکھ کر جواب دیکھئے گا۔ مگر علامہ آپ
نمبر ۶ میں آتا ہے۔

”ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اللہ نے ان کی بیماری
بڑھا دی۔“ (آیت ۱۰)

(۱۶) ترجمہ

بھلا بلا قصہ! خدا نے ان کی بیماری بڑھا دی۔ رحمن نہ آیا۔
ان بیماروں کو کوئی پڑی تکلیف ہوئی ہو گی۔ کیا یہ شیطان
سے بڑھ کر شیطنت کا کام نہیں ہے۔ کسی کے دل پر مہ لگنا کسی کی بیماری بڑھانا خدا کا کام
نہیں ہو سکتا کیونکہ بیماری کا بڑھانا اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے۔

(۱۶) محقق

خدا کسی کے دل پر مہ نہیں لگا سکتا اس غلام کے وہی
معنی ہیں ہم آپ ستیا رتھ پر کاش صفحہ ۱۰ ص ۱۰ پر ہوں گی
بے اپنی اور مگر اسی کے بارے میں کچھ چکے ہیں۔

(۶) مدقق

انہوں نے کس درجہ اپنی اور دوسروں کی ترقی کی ہے۔ اس کی تصویر دیکھو اس کے
دوسری وہی نہیں ملتی تھیں تو یہی ہے کہ ایہ اور ایسا اور سے مخالفت کرنے کا

ان کو بھی نتیجہ ملا ہے۔" (مجموع ۱۴ نمبر ۷۷)

اور جس کو بکروید ادا کیا ہے ۲۵ ستر ۱۳ میں یوں ادا کیا ہے۔

"یہو پر میثور علم و غیرہ عطا کرنے والا اور جس کے ظل حمایت و پناہ و عنایت سے محروم جو نامی موت یعنی متواتر جینے مرنے کے چکر میں پڑتا ہے۔"

قرآن نے تو اپنی تفسیر و سری آیت میں خود کر دی ہے سنئے!

حَمْدُ اللَّهِ يَطْلُعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ خَتَاو

ترجمہ "خدا متکبروں گردن کشوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔"

بلکہ اسی آیت میں ایک لفظ ایسا بھی ہے جس کو آپ غور سے دیکھتے تو کو آپ کو اعتراض کرنے کا شوق ہے تاہم یہ شوق کسی اور جگہ پورا کرتے سنئے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ

جس کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ صلفہ سے بدل ہے اگر علم ہے تو سمجھو کسی عربی دانشور میں پڑھو یہاں آیت کے معنی بالکل صاف ہیں کہ خدا کے علموں سے گردن کشی کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ باقی جواب فقرہ ۵ میں آیا، سوائی بی کو دیا وہ نمبر لینے کا شوق ہے۔ اسی جواب میں شیطانی باتوں کا جواب بھی ملے گا

محقق جی ہارگ ویڈ انگل ۱۱ ادا کیا ہے ۳ ورگ ۱۸ ستر ۲ کو غور سے دیکھئے۔ جو اس کے ارنٹھ ہیں وہی اس آیت کے معنی ہیں اگر آپ کو کیا آپ کے چیلوں کو دیکھنے کا موقع ملے تو سنئے ہم بتا دیتے ہیں غور سے سنئے یہ میثور کہتا ہے۔

"میں بہ کار ظالموں کو بھی اشیاء یا ایک دعا نہیں دیتا۔" (یعنی انکو ہدایت یا برکت نہیں کرتا)

(۷) ترجمہ : جس نے تمہارے واسطے زمین کو بچھوٹا اور آسمان کی بہت بنا لی (آیت ۱۲۲)

(۷) محقق : جہاں آسمان بہت کسی کی ہو سکتی ہے کہ یہ حالت کی بات ہے آسمان کو بہت کے ماننے ماننا تمہاری بات ہے۔ اگر کسی اور کرۂ زمین کو آسمان مانے ہوں تو ان کے گھرنی بات ہے۔

(۷) **مدقق** : آسمان نیلگون مثل چھت کے نظر آ رہا ہے۔ عربی میں ہر بلند شے کو جو سر سے اوپر ہو سقف کہا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر آسمان کو سقف (چھت) کہا گیا سو امی جی کی بلا کو غرض تھی کہ ایسی تحقیق کرتے۔ نیز ان کو اپنے معمولی مسخرہ پن سے طرست بھی نہیں تھی باقی نمبر ۸ میں دیکھو۔

(۸) **ترجمہ** : "جو تم اس چیز سے شک میں ہو ہو ہم نے اپنے وزیر کے اوپر احمدی تو اس جیسی ایک سورۃ کے اور شاہدوں اپنے کو پار و سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے اور ہرگز نہ کرو گے تم اس آگ سے ڈرو کہ جس کا اید من آدمی ہیں اور کافروں کیلئے پھر ۱۰ تیار کئے گئے ہیں۔" (آیت ۲۳، ۲۵)

(۸) **محقق** : بھلا یہ کوئی بات ہے کہ اس کے مانند کوئی سورت نہ بنے؟ کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مولوی فیضی نے بے نقط قرآن نہیں بنالیا تھا۔ وہ کونسی دودھ کی آگ ہے؟ کیا اس دنیا کی آگ نہ سے نارنا پا بنے۔ اس آگ میں بھی جو کچھ پڑے وہ اس کا اید من ہے۔ جیسے قرآن میں لکھا ہے کہ کافروں کے واسطے پھر تیار کئے گئے ہیں۔ ویسے پر انوں میں لکھا ہے میچوں کیلئے گھور نرک بنا ہے۔ اب کئے کس کی بات جی مانیں ۱۹ اپنے قول سے تو دو نو بہشت میں جانے والے اور ایک دوسرے کے مذہب کی رو سے دو نو دوزخی ہوتے ہیں۔ پس ان سب کا جھگڑا جھوٹا ہے۔ ہاں جو دھارنگ ہیں وہ سکھ اور بو پا پانی ہیں دے سب مذہبوں میں دکھ ہی پائیں گے۔

(۸) **مدقق** : محقق جی کہ یہ تو خبر نہیں کہ بے نقط عبارت کیا ہوتی ہے اور فصیح کیا۔ انہوں نے کسی سے سن لیا کہ فیضی نے بے نقط تفسیر لکھی تھی تو وہ سمجھے کہ قرآن کا مقابلہ ہو گیا۔ بھلا سو امی جی! اگر فیضی کی تفسیر قرآن کی طرح بے مثل ہوتی تو پہلے فیضی ہی کو کیوں قرآن کی نسبت شبہ نہ ہوتا اور وہ کیوں اس غرور میں اسلام سے برگشتہ نہ ہوتا کہ میں نے قرآن کی مثل کلام بنالیا ہے۔ پس آپ پکے جو اب میں یہی کافی ہے۔

آپ کا اختیار ہے آپ اسی آگ سے بھی ڈریں۔ کون آپ کو کہتا ہے کہ نہ ڈریں۔ بات تو صرف یہ ہے کہ دونوں کی آگ چونکہ مشرکوں اور ضدیوں کی سزا ہے اس لئے اس سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ ایسے کام کو چھوڑ دو یہ محقق ہی کی واقعیت ہے۔

لکھتے ہیں کہ قرآن میں کافروں کے واسطے چرخیار رکھے گئے ہیں۔ آگے بھی کئی جگہ سوامی جی نے اپنی لیاقت کا اظہار کیا ہے خود کہو تو یہ اسلام کا مجرہ ہے کہ آپ جیسے علمدار بھی ایسی ہنسی ہنکی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں اگر قرآنی اور پرانی اپنے اپنے قول سے ہنستی ہیں۔

آپ تو دونوں کے قول سے دوڑتی ہیں اپنی فکر سمجھتے۔ "تھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نیچر تو۔"

دیکھنا یہ ہے کہ دونوں میں سے حق پر کون ہے سو اس کی شناخت کیجئے باقی باتوں سے کیا فائدہ؟ یہ ٹھیک ہے کہ جو پانی ہیں وہ سب مذہبوں میں دکھائی پائیں گے۔ مگر اس سے زیادہ

پاپ کیا ہو گا؟

"جس مذہب کو کروڑوں آدمی مانتے ہوں اس کو برا کہا جائے۔" (غور سے دیکھو

ستیا رتھ پرکاش سنو ۶۹، سال ۱۳، اکتوبر ۱۹۷۳ء)

(۹) **ترجمہ :** "اور خوشخبری دے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کے اچھے یہ کہ واسطے ان کے ہمیشہ میں چلتی ہیں نیچے سے نہیں جب دیے جائیں گے اس میں سے میوؤں سے رزق کیس گئے یہ وہ چیز ہے جو دیئے گئے تھے ہم پہلے اس سے اور واسطے اگلے بیویاں ہیں شہری اور بیوش وہاں رہنے والی ہیں۔" (آیت ۲۶)

(۹) **محقق :** بھلا اس قرآن کی بھشت میں دنیا سے بڑھ کر کوئی عہدہ شے ہے؟ جو چیزیں دنیا میں ہیں وہی مسلمانوں کی بھشت میں ہیں اور اتنی زیادتی ہے کہ یہاں جیسے آدمی مرتے اور پیدا ہوتے اور آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح بھشت میں نہیں مگر یہاں عورتیں بیوش نہیں رہتیں اور وہاں بیویاں بیوش رہتیں ہیں۔ جس تک قیامت کی رات ۱ نہ آئے گی۔ تب تک ان بھکاریوں کے دن کس طرح گزرتے ہو گئے؟ ہاں اگر خدا کی آن پر مریانی ہوتی ہو گی۔ اور خدا کے ہمارے

وقت گزارتی ہوں گی یہی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کا بہشت کو کھٹے کو سہائیوں کے
کو لوگ مندر کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ جہاں کہ عورتوں کی تعظیم و تکریم بہت ہے۔
آدمیوں کی نہیں۔ اسی طرح خدا کے گھر میں عورتوں کی قدر بہت ہے اور ان سے خدا
کی محبت بھی آدمیوں کی نسبت زیادہ تر ہے۔ کیونکہ خدا نے بیبیوں کو بہشت میں بیٹھ کیلئے
رکھا ہے نہ کہ مردوں کو۔ وہ بیبیاں بلا خدا کی مرضی بہشت میں کیونکر گھر سکتی ہیں؟ اگر
یہ بات ایسی ہی ہے تو خدا بھی عورتوں میں لعلطان ہے۔

(۹) مدقق:

سو امی جی! جس کلام کو آدمی نے سمجھا اس پر اعتراض کرنے
سے نہ امت ہوتی ہے۔ آپ خود ہی دیا چہ میں غیر مذہب پر
غور و فکر کرنا ضروری کہہ آئے ہیں کیا وہ اور وہ کیلئے ہے آپ کیلئے نہیں؟ ہم نے تو
جتنے اعتراضات آپ کے دیکھے ہیں۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ اسی اصول
سے مستثنیٰ ہیں۔ بہشت میں سب کچھ آرام اور ہر طرح کے عیش و عشرت اور مندانہ
کے سامان خدا کی طرف سے ہونگے۔ آپ اس کو دنیا کی سی سمجھتے ہیں کیا آپ نے ہاوا
ناک جی کا قول بھی نہیں سنا "ناک ڈکھیا سب سنا"۔ پھر آپ انیا کو بہشت کی طرح
سمجھیں تو کس کا قصور ہے۔ سو امی جی! دنیا میں کوئی شخص بھی کسی حالت میں ہمہ وجوہ
عافیت میں نہیں ہو سکتا۔ کوئی نہ کوئی رنج اسکو دامنگیر رہتا ہے۔ مال سے ہو یا اولاد سے۔
دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے جسمانی ہو۔ یا روحانی گھر بہشت میں سب طرح سے امن

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

ہو گا۔ سنو!

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ

ترجمہ: "نہ جنت والوں کو کوئی تکلیف ہوگی اور نہ اس سے باہر کئے
جائیں گے۔"

ان بے چاریوں کی فکر تو جب کرتے کہ قرآن کی کسی آیت سے دکھاتے کہ وہ
ابھی سے پیدا بھی ہو چکی ہیں اور خاوندوں کی چاہت میں بہت ہیں۔ محقق جی! جھوٹ بولنا
ہر ایک مذہب میں برا ہے مردوں سے عورتوں کی کم قدر کو کسی آیت سے آپ نے کبھی

ہے۔ اسی برے پر آپ سوامی بنے ہیں کہ آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قرآن میں صیغہ کر وارو ہے۔ یعنی خالدون جس کے معنی ہیں نیک مرد ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہونگے۔ آپ کو کسی نے "والے" کا لفظ "والی" کر کے سنایا تو آپ کے کان میں والی والی (بالی) پڑ گئی۔ پس آپ کا سارا کار و پوہ ٹوٹ گیا۔ قرآن کے محاورہ میں عورتیں مردوں کے حکم کی تابع ہوتی ہیں یعنی جو حکم یا انعام مردوں کو ہوتا ہے۔ وہ عورتوں کو بھی ہوتا ہے۔ سو اس کے جو مخصوص کیا جائے۔

(۱۰) **ترجمہ** : آدم کو ہمارے نام سکھائے۔ پھر فرشتوں کے سامنے کر کے کھڑا ہو تم سچے ہو۔ مجھے ان کے نام بتلاؤ۔ کہا۔ آدم بتا دے ان کو نام ان کے پس جب بتا دیے ان کے نام تو خدا نے فرشتوں سے کہا۔ کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تحقیق میں زمین اور آسمان کی چھپی چیزیں اور ظاہر اور چھپی اعمالوں کو جانتا ہوں۔ (آیت ۳۲-۳۳)

(۱۰) **محقق** : بھلا اس طرح پر فرشتوں کو دھوکا دیکر اپنی بڑائی کرنا خدا کا کام ہو سکتا ہے؟ یہ تو ایک دوسرے کی بات ہے۔ اس کو کوئی عالم مان نہیں سکتا اور نہ ایسی لاف زنی کر سکتا ہے کیا ایسی باتوں سے خدا اپنی کرامات بتانا چاہتا ہے؟ ہاں جنگی لوگوں میں کوئی کیسا ہی پاکھنڈ چلا لیں چل سکتا ہے۔ شاہجہان آدمیوں میں نہیں۔

(۱۰) **مدقق** : محقق جی کو اصل مطلب سے تو مطلب ہی نہیں۔ گمراہی ہے۔ تاہم ان کو اس آیت کا مطلب بتاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے اور دنیا میں غلط بنانے کی فرشتوں کو اطلاع دی۔ فرشتوں نے اپنی خواہش مقلی رکھ کر عرض معروض کئے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم شرف خلافت کے مستحق ہیں کیونکہ ہم تیری عبادت میں لگے رہتے ہیں اور دل میں یہ بات بھی رکھی کہ ہم کو سب چیزوں کا علم بھی ہے جو خلافت کا مستلزم ہے چونکہ یہ دعویٰ ہم والی انکا تھا۔ اس لئے خدا نے ان کی تہلیل رائے کیلئے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام اور ماہیت بتائی۔ (جس طرح اگنی "واپو" اگرہ "ملمان کو وید بتائے) (دیکھو متیار تھو پر کاش ممداس کے نمبر ۷)

پھر فرشتوں سے ان کے دعوے کی تصدیق کرائے کو ان سب چیزوں کے نام پر جسے وہ بتلائے آخر اپنے قصور علم کے قابل ہوئے، مضمون ساف ہے، مگر محقق جی نہ سمجھیں، قصور کس کا؟ اسوس سوای جی ہر بار اپنا اصول بھول جاتے ہیں۔

”جو مذہب دوسرے مذہب کو جس کو تزاروں کروڑوں مانٹے ہوں جمو غلط دے اور اپنے کو سچا غلط کرے اس سے زیادہ گمراہ اور گنہگار مذہب ہو سکتا ہے۔“ (المقرء ۷۳، ۷۴)

(۱۱) **ترجمہ:** جب ہم نے فرشتوں سے کہا سجدہ کرو آدم کو پس سب نے سجدہ کیا، شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا کیونکہ وہ بھی

ایک کافر تھا۔ (آیت ۳۶)

(۱۱) **محقق:** اس سے ثابت ہوا کہ خدا بے دان نہیں۔ یعنی ماضی، حال، استقبال کی باتیں پورے طور پر نہیں جانتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا؟ اور خدا میں کچھ حال بھی نہیں ہے۔ کیونکہ شیطان نے خدا کا حکم ہی نہ مانا اور خدا اس کا کچھ بھی نہ کر سکا اور دیکھتے ایک کافر شیطان نے خدا کے بھی چمکے چمڑا دیئے۔ مسلمانوں کے خیال میں جہاں کروڑوں کافر ہیں وہاں مسلمانوں کے خدا اور مسلمانوں کی کچھ چیزیں چل سکتی ہے؟ تبھی بھی خدا کسی کی بیماری بڑھا دیتا اور کسی کو گمراہ کر دیتا ہے۔ خدا نے یہ باتیں شیطان سے سکھی ہو گئی اور شیطان نے خدا سے کیونکہ سوائے خدا کے شیطان کا استاد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) **مدقق:** بھولے پنڈت جی! اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کو علم نہیں اگر شیطان کے پیدا کرنے سے خدا بے علم ثابت ہوتا ہے تو پریشور نے جینیوں کو کیوں پیدا کیا جو بقول آپ کے بت پرستی کے بانی مہاتی ہوئے۔ جن کی بابت ستیا رتھ پرکاش میں آپ لکھتے ہیں۔

مورتی پوجا کا پتہ غلط چلا ہے وہ سب جینیوں کے گمراہ تھے اور پاکھڑوں کی جڑ کی زمین مذہب ہے۔“ (صفحہ ۵۸۳، ۵۸۴ نمبر ۱۱۱۹)

اور سنئے! خدا نے غازی محمود کو کیوں پیدا کیا۔ جس نے آریہ ورت کی کاپی لپیٹ دی؟ اور بتلائیے ایٹور نے پرانوں کے مصنفوں کو کیوں (پیدا) کیا جنہوں نے (بقول

آپ کے تمام پرانے گپوں سے بھر کر آریہ ورت کو گمراہ کر دیا؟ اور سنے! خدا نے مسلمان کیوں بنائے کہ ویدک دھرم کا تمام تاریک پودہ ہی ٹوٹ گیا۔ جب آپ ان سوالوں کا جواب دیں گے۔ تو ہم بھی بتا دیں گے کہ شیطان کو کیوں پیدا کیا؟

اصل یہ ہے کہ شیطان کسی کی گمراہی کیلئے علتِ تامہ نہیں بلکہ وہ صرف ایک مشیر بد کی طرح بڑے خیالات کا سوجھائے والا ہے چنانچہ اس کا یہ بیان مصدقہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

غور سے سنو!

مَا كَانَ لِيَ عَلَيْهِمْ مِنَ السُّلْطَانِ إِلَّا أَنِّي دَعَوْتُكُمْ

ترجمہ: ”یعنی میرا تم پر زور نہ تھا میں نے صرف تم کو بلایا تھا تم نے قبول کر لیا۔“

جیسے دنیا میں اور بد صحبتیں ہوتی ہیں ایسی شیطان کی بھی ایک بد صحبت ہے۔ اس سے زائد نہیں اس بد صحبت کے دفعیہ کیلئے خداوند تعالیٰ نے کئی ایک علاج بتلائے ہیں۔ بڑا مضبوط علاج جو واقعی موثر ہے۔ ذکر الہی ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس کا بھی ذکر ہے۔ إِلَّا عِبَادَكَ الْمُخْلَصِينَ یعنی خدا کے نیک بندوں پر شیطان کا کوئی دائرہ نہیں چل سکتا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ذکرِ شغل میں وقت گزارتے ہیں اور فضولیات سے پرہیز کرتے ہیں۔ شیطان اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں جو لوگ بیہودہ گوئی اور بد صحبتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ انہی پر شیطان بھی غلبہ پاتا ہے (استیارتھ صفحہ ۵۳۱ کو غور سے پڑھیں)۔

پس شیطان کی مثال بالکل زہر کی سی سمجھو۔ جیسا کہ خدا نے ڈھبید کر کے اُس کا علاج بھی بتا دیا ہے۔ ایسا ہی شیطان پیدا کر کے اس کا اثر بٹلا کر علاجِ اُتوبہ، گلاب اور اتباعِ انبیاء (بتلادیا۔ مفصل بحث شیطان کی تفسیر شرعی جلد اول حاشیہ ۱۴۴۱ میں ملاحظہ ہو۔

ہاں! یاد آئے کہ دنیا میں اس وقت کروڑوں مسلمان، کروڑوں عیسائی، بدھ، یہودی وغیرہ تو میں ایسٹور کے گیان (وید) کو نہیں مانتے بلکہ اُس کو بت پرستی کا مخزن جانتے ہیں۔ تو پھر میسور کیسا عاجز ہے کہ اُن کو سیدھا نہیں کر سکتا۔ کیا اُس کے جلال میں فرق تو نہیں آیا؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ ان گنت بھی تو ہیں۔ آخر کس کس سے بگاڑے اور کس کس کو

پکارتے (ہیروز)

سوائی جی! جیو آتما (روح) فاعل مختار ہے (دیکھو مختار تھہ مملاس ۷ نمبر ۳۸) مذہبی امور میں خدا کے آزادی دی ہوئی ہے۔ جس کا جی چاہے تا بعد از ہو جو چاہے نہ ہو سنو! قرآن شریف بتاتا ہے فَصْنُ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُ مِنْ وَعْنُ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر بنے) پس ایک شیطان کیا عموماً دنیا کے تمام کافراں کو وقت خدا کی پاک کتاب پر منہ پڑھاتے ہیں مگر وہ سب کو امن و عافیت دیتا ہے۔ لیکن بکمرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ خدا کے گمراہ کرنے اور باقی شیطانی باتوں کے جو ایات نمبر ۶ میں دیکھو۔

(۱۲) **ترجمہ:** ”اور کہا ہم نے اے آدم تو اور تیری جو رو بہشت میں رہ کر کھاؤ تم با فرغت جہاں چاہو اور مت نزدیک جاؤ اس درخت کے کہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کیا اور ان کو بہشت کے عیش سے لکھو دیا۔ تب ہم نے کہا کہ اترو بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارا ٹھکانا زمین پر ہے اور ایک وقت تک فائدہ ہے۔ پس سیکھ لیں آدم نے پروردگار اپنے سے کچھ پائیں۔ پس وہ زمین پر آگیا (آیت ۷ ۳۵۳)“

(۱۲) **محقق:** دیکھئے خدا کی کم علمی ابھی تو بہشت میں رہنے کی دعا دی (اور ابھی کہا کہ اگلو اگر آئندہ کی باتوں کو چاہتا ہو تا تو دعا ہی کیوں دیتا؟ اور معلوم ہوتا ہے کہ ہنگامے والے شیطان کو سزا دینے سے خدا قاصر بھی ہے۔ وہ درخت کس کے لئے پیدا کیا تھا؟ کیا اپنے لئے یا دوسرے کیلئے اگر دوسروں کیلئے تو کیوں آدم کو روکا اس لئے ایسی باتیں نہ خدا کی اور نہ اس کی بنائی ہوئی کتاب کی ہو سکتی ہیں۔

آدم صاحب خدا سے کتنی باتیں سیکھ آئے تھے اور جب زمین پر آدم صاحب آئے تب کس طرح سے آئے کیا وہ بہشت پہاڑ پر ہے یا آسمان پر؟ اس سے کیونکر آئے کیا پہاڑ کی مانند اڑ کر یا چھری مانند گر کر؟ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب آدم صاحب خاک سے بنائے گئے تو ان کے بہشت میں

بھی خاک ہوگی اور پھٹے وہاں فرشتے وغیرہ ہیں وہ بھی خاک ہی ہونگے کیونکہ خاک کے جسم بغیر اعضا نہیں بن سکتے اور خاکی جسم ہونے کی وجہ سے مرنا بھی ضرور لازم آئے گا۔ اگر وہاں موت ہوتی ہے تو وہاں سے بعد موت کہاں جاتے ہیں؟ اور اگر موت نہیں ہوتی تو ان کی پیدائش بھی نہیں ہوتی چاہئے۔ جب پیدائش ہے تو موت بھی ضروری ہے۔ ایسی صورت میں قرآن کا یہ لکھنا کہ یہاں ہمیشہ بہشت میں رہتی ہیں مجھوتا ہو جائے گا۔ کیونکہ انہیں مرنا بھی ہوگا۔ جب یہ حالت ہے تو بہشت میں جانے والوں کی بھی موت ضرور ہوگی۔

(۱۲) مدقق: سو امی جی! دیکھئے آپ کی بے علمی کہ اجازت کو آپ دعا کئے بیٹھے ہیں۔ اے صاحب! اُسکُنْ میخدا مر مخاطب کا

ہے جس کے معنی ہیں ”رہو جنت میں۔“ پھر ساتھ ہی فرما بھی دیا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم نافرمان ہو جاؤ گے۔ جس سے نتیجہ صریح نکلا ہے۔ کہ یہ امر اُسکُنْ کا ویسا ہی ہے۔ جیسے پر میثور کی طرف سے آپ کو حکم ہوتا ہے کہ میں نے تم کو کرم جوئی عمل غائبہ انسانی قالب دیا ہے۔ اس میں رہنا اور بدکاریاں اور بد اخلاقیات نہ کرنا ورنہ تم بند را اور مور بنائے جاؤ گے چنانچہ بہشت سے آریوں کو وہ دن دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ کہنے پر میثور کو گیان نہیں؟ بہشت بے شک کسی مرتفع مکان پر ہو گا شاید وہاں ہی ہو جہاں پر جیہ آتما (بقول آپ کے) کئی نجات کے بعد رہتا ہے۔ دیکھو ستیا رش پر کاش سداس نمبرہ تعجب ہے آپ پر چھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو کتنی باتیں سکھائیں۔ بھولے پنڈت جی! سب باتیں جن کی بنی آدم کو ضرورت ہے سکھائیں۔ قرآن میں کُلُّہَا کا لفظ دیکھئے محقق جی کے ٹیڑھے سوال دیکھئے کہ آدم علیہ السلام پر کس طرح خدا کی حفاظت میں آئے۔ اگر زیادہ کرید کرو تو سنو!

جس طرح غبارہ باز آتر آتے ہیں۔ اس طرح بھی آتر نہ ممکن ہے حاکم کسی مجرم کو سزا دینے سے تپ قاصر ہوا کرتا ہے کہ اس کی سزا کا وقت آچکا ہو اور پکڑ نہ سکے اور اگر وقت نہیں پہنچا تو قیل از وقت قاصر کہتا آپ کے قسم قاصر کا قصور ہے ورنہ بتلائے سلطان محمود غزنوی مرحوم اور محمد غوری مغفور کو اتنی مدت غم میں جس میں انہوں نے ہندوستان کی نایا پلٹ دی پر میثور نے کیوں سزا نہ دی؟ چنگ۔ جو خاکی چیز ہے وہ محل موت ہو سکتی ہے

لیکن اگر خدا کی طرف سے بدلہ ماحیل ۱ پھینکا ہے اور خدا اس کی موت نہ چاہے تو کچھ ضرور نصیب کہ دیکھا جیسی مری جائے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آدمی ایک روز بلکہ ایک سانس کی زندگی لیکر چل دیتے ہیں اور بعض سو برس سے متجاوز ہو جاتے ہیں تو یہ تفاوت ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ ان کی تاریخ موت پر میٹور کے ہاتھ میں ہے پس اسی طرح ہستیوں کی تاریخ موت خدا نے ہے امتحان زمانہ پر ڈال دی ہو۔ یا بالکل موت کو ان سے اٹھا لیا ہو تو کیا خیرابی ہے؟

(۱۳) ترجمہ: اس دن سے ڈرو۔ کہ جب کوئی روح کسی روح پر بھروسہ نہ رکھے گی نہ اس کی سفارش قبول کے جائے

جی نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ اور نہ وے دہائیں گے (آیت ۳۸)

(۱۳) محقق: کیا موجودہ ونوں میں نہ ڈریں ہروائی کرنے سے ہمیشہ ڈرنا چاہئے۔ جب سفارش نہ مانی جائے گی تو پھر یہ بات کہ وغیرہ شہادت یا سفارش سے خدا ہشت وے گا کیونکر ہو سکے گی؟ کیا خدا ہشت والوں ہی کا دگار ہے۔ دو ذرخ والوں کا نہیں اگر ایسا ہے تو خدا اطر فدا ہے۔

(۱۳) مدقق: سو امی جی! بے ادبی معاف۔ خن شناس نئی ولیہ اخطا کیجناست۔ "کسی دن سے ڈرنا۔" اور کسی دن میں ڈرنا

ان دونوں عبارتوں میں فرق ہے۔ آپ کو کون کتنا ہے کہ اس دن سے موجودہ ونوں میں نہ ڈریں۔ خدا آپ کو نصیب کرے۔ کیونکہ برائی کرنے سے ہمیشہ ڈرنا چاہئے۔

پندت جی "سے" کا لفظ جزا پر آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی برائی کرنے سے لکھا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے نزدیک کامل جزا و سزا اس دن میں ہوگی۔ اس لئے کہا گیا کہ اس دن سے ڈرو جس کے صاف معنی ہیں کہ برائی کرنے سے ڈرو سو امی جی! دیکھا

سے میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اسی لئے ہم بار بار عرض کرتے ہیں کہ قرآن کو بھی کسی عربی پانڈہ شمالا میں رو کر پڑھ لیتے تو تصویر کا رخ اور ہوتا۔

۱ روز نماز اچھا لاتی ہے یہ نہ انسان کے صلاح میں ملتی ہے اس کو بدلہ ماحیل کہے ہیں

سٹارش بغیر اذن خداوندی چونکہ نہیں ہوگی۔ یعنی کسی نئی یا دلی کا ذاتی حق یا لحاظ نہیں ہوگا کہ بھرم کی سٹارش کرے جسٹک خدا اس کو اجازت خاص عرض معروض کی نہ دے۔ اس لئے یہ کہنا باطل درست ہے کہ کسی کی سٹارش قبول نہ ہوگی یعنی کوئی سٹارشی سٹارش ہی نہیں کرے گا **مَنْ اَذِنَ لَهُ التَّوَحُّلُ وَقَالَ صَوَابًا** خوب کسی "دورخ والوں کا حامی نہیں تو طرفدار ہے۔"

سوامی جی! لوادروں کی تو کیا یاد ہوئی۔ ایسے جھوٹے ہیں کہ اپنی بھی بھول جاتے ہیں سٹے میری اثیریادادھا انہیں لوگوں کیلئے ہے جو نیک اعمال اور نیکو خصال ہیں۔ ان کے لئے جو رسمیت کے لوگوں پر ظلم و ستم کرنے والے ہیں۔ میں بد کردار ظالموں کو کبھی اثیریاد نہیں دیتا (رگ وید اشک ۱۰ اور پات ۳ ورگ ۱۱۸)

سماجیو! تالاؤ پر مشہور طرفدار ہے یا نہیں؟

ہاتھ لا او جتا کیوں کیسی کہی

(۱۳) ترجمہ: ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیئے۔ ہم نے ان کو کہا تم آئیل بند رہو جاؤ۔ یہ ایک ڈر دکھایا جو ان کے سامنے اور پیچھے تھے ان کو اور ہدایت ایمانداروں کو (آیت ۵۳، ۶۶)

(۱۴) محقق: اگر موسیٰ کو کتاب دی تھی تو قرآن کا ہونا فاضل ہے۔ یہ بات ہوا نبیل اور قرآن میں نکلی ہے کہ اس کو معجزے کرنے کی طاقت دی تھی قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تھا۔ تو اب بھی ہوتا۔ اگر اب نہیں ہوتا تو پہلے بھی نہیں ہوا تھا جیسے خود قرآن کو آئیل بھی جابلوں کے درمیان عالم بن جاتے ہیں۔ ویسے ہی اس زمانہ میں بھی فریبہ کیا ہوگا۔ کیونکہ خدا اور اس کی پرستش کرنے والے اب بھی موجود ہیں تو بھی اس وقت خدا معجزے کرنے کی طاقت رکھیں نہیں دیتا؟ اور نہ وہ معجزے کر سکتے ہیں۔ اگر موسیٰ کو کتاب دی تھی تو دوبارہ

قرآن کے دینے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ اگر بھلائی برائی کرنے سے گریزا پدیش سب جگہ یکساں ہے تو دیوارہ مختلف کتابوں کے بنانے سے پے ہوئے کے پینے کی مثال عائد ہوتی ہے۔ کیا خدا اس کتاب میں جو کہ موسیٰ کو دی تھی تو کچھ بھول گیا تھا اگر خدا نے دلیل بندر ہو جانا محض ڈرانے کیلئے کہا تو اس کا کہنا جھوٹا ہوا۔ یا اس نے دھوکا دیا ہو ایسی باتیں کرتا ہے وہ خدا نہیں اور جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

(۱۳) **مدقق** : مجھوں کی بابت خوب پرشن (سوال) کیا سوامی جی! بقول آپ کے ابتدا دیا میں اگر آدمی جو ان جو ان پیدا ہوئے تھے (ستیا رتھ پرکاش مھاس) تو اب کیوں جو ان جو ان پیدا نہیں ہوتے اگر کہو کہ وہ بچے پیدا ہوتے تو ان کی پرورش کیلئے دوسرے انسان درکار ہوتے (حوالہ مذکور) جس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ اب جو ان جو ان پیدا ہونے کی ضرورت نہیں تو ٹھیک اسی طرح چونکہ پیغمبر کوئی نہیں۔ اس لئے معجزہ نمائی کی بھی حاجت نہیں۔ آپ نے یہ سوال تو کیا کہ معجزہ نمائی کی اب طاقت کیوں نہیں مگر یہ نہ سوچا کہ پہلے جو طاقت تھی وہ کن کو تھی؟ آج چندت جی ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ بتائیے آپ کی زندگی میں تو آریہ سماج کو ویدوں کی تفسیر لکھنے کی طاقت تھی اب کیوں نہیں۔ کیوں آپ ہی کی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں کیوں آپ کے پوتے دو ویدوں کی زندگی فقیر کو پورے دو بھی نہیں کر دکھاتے۔ لالہ صاحب!

کلمہ خسرو و تاج شہای بہر کل کے رسد عا شا دکلا مزید تفصیل تفسیر ثنائی جلد ثالث میں ملاحظہ ہو۔ بائبل کے ہوتے قرآن کی ضرورت کے متعلق ہم پہلے فقرہ نمبر ۱۱ میں لکھ آئے ہیں اور سنئے! آپ ہی کے لفظوں میں سناتے ہیں۔

ایٹور کاظم غیر متناہی ہے یا نہیں؟ ہے تو پھر کس کام کے لئے؟ اگر کہو کہ اپنے ہی لئے ہے تو کیا ایٹور اور پکار (دوسروں کی بھلائی) نہیں کرتا۔ تم یہ کہو گے کہ کرتا ہے پھر اس سے کیا؟ اس سے یہ کہ علم اپنے لئے ہوتا ہے اور دوسروں کیلئے بھی۔ کیونکہ اسکو بھی دو مقصد ہیں اگر ایٹور اپدیش (الہام) نہ کرتا تو علم کا دوسرا مقصد فوت ہو جاتا سلتے ایٹور نے اپنے علم (یعنی قرآن) کے اپدیش سے اس دوسرے مطلب کو

پورا کیا ہے۔ چر میٹور ہزار حیم ہے۔ اگر ایسا نہ کرتا تو بیش جہالت کا سلسلہ قائم رہتا اور انسان دہر مارتا تو اولیٰ (مراد اسوئٹل انجیل کے حصول سے مہر دم، واکر پرم آندہ راستہ اعلیٰ ان پائستہ۔ "ارگ وید آدنی ہماضہ بمہ کا صفحہ ۸) بتلائیے! اگر قرآن نہ آتا تو عرب بھیے خود بخوارہ وحشی اور شرک آلود ملک کو کون چاہیت کرتا۔ وید والوں کو تو وہ راستہ بھی معلوم نہ تھا نہ وہ پیروں کو ہدایت کر کے اپنے میں ملائے تھے۔ نہ وید میں یہ کشش تھی کہ غیر کو صحیح لانا جس کا بدینی ثبوت ہے کہ بقول آپ کے "وارب سال وید بنے کو ہو گئے آج تک کہیں کسی ملک میں ہجرت نہ کے کوئی بھی اس کا نام لیا نہیں کوئی اتنا بھی تو نہیں جانتا۔"

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی کہے دیتی ہے شوخی نقش پاکی تو ریت انجیل والوں کا حال یہ تھا کہ بھائے توحید کے تثلیث میں آج تک باوجود دعویٰ تہذیب اور "یہ" اور "وہ" سرشار ہیں سنئے قرآن اپنے بیان میں قاصر نہیں ہے وہ اپنی وجہ آپ آتا ہے۔ وید کی طرح "مرداں ہے پراند" کا محتاج نہیں۔ خدا عربوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ اَنْ تَقُولُوا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰی طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِكَ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلٰیْنِ مرنی میں قرآن اس لئے آتا ہے تاکہ تم نہ کہنے لگو کہ ہم سے پہلے لوگوں پر کتاب اتاری تھی اور ہم ان کی تعلیم سے بے خبر تھے۔

پیشک واقعی ان کو بند رہنا تھا۔ بھوٹ کیوں ہوتا۔ مگر ایسے نہیں کہ آپ کو تاج کی سوچے بلکہ ان کے اسی جسم کو جس میں وہ تھے بند رہنا دیا تھا نہ کہ حسب معمول ماں کے رحم میں جا کر جیسے وید کا مت والے بنتے ہیں اور کہتے ہیں۔ مفصل رسالہ بحث متاسخ میں دیکھو۔

(۱۵) ترجمہ : "اس طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو" (آیت ۶۷)

(۱۵) محقق : اگر مردوں کو خدا زندہ کرتا تھا تو اب کیوں نہیں کرتا؟ کیا وہ قیامت کی رات تک قبروں میں پڑے رہیں گے؟ کیا آجکل دور و دور پہرہ ہیں؟ کیا اتنی ہی خدا کی نشانیاں ہیں؟ کیا ان میں سراج چاند وغیرہ

(۱۶) **محقق :** چونکہ جیو (روح) غیر متناہی گناہ و ثواب کسب کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے ہمیشہ کیلئے بہشت یا دوزخ میں نہیں

رہ سکتے اور اگر خدا ایسا کرے تو وہ بے منصف اور لاعلم ٹھہرے۔ اگر قیامت کی رات انصاف ہو گا تو انسانوں کے گناہ و ثواب مساوی ہونے چاہئیں۔ اگر اعمال غیر متناہی نہیں ہیں تو ان کا شمار غیر متناہی کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور مسلمان لوگ دنیا کی پیدائش سات آنسو بڑا اور برس سے بھی گرم بھلاتے ہیں۔ کیا اس سے پشتر خدا نکما بیٹھ رہا تھا؟ اور کیا قیامت کے پیچھے بھی نکما رہے گا۔ یہ باتیں لاکھوں کی باتوں کی مانند ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ کے کام ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور جس قدر کسی کے گناہ و ثواب ہوتے ہیں اس کے مطابق ہی اسکو وہ شمار دیا جائے گا لہذا قرآن کی یہ بات سچی نہیں ہے۔

(۱۶) **مدقق :** ۳۰ امی جی کو اگر عدالت مل جاتی تو شاید چور کو اتنی ہی

ہوتی۔ پندت جی اگر اعمال کے وقت جتنی جزا سزا ہے تو کرشن جی گیتا میں کیوں کہتے ہیں کہ روح نیک اعمال کر کے کالج کے پلر سے چھوٹ جاتی ہے گو آپ اس کو کسی خاص وجہ سے نہ مانتے ہوں، لیکن کرشن جی کا پرمان آپ کے گمان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ کسی دلیل سے بتلا دیں کہ اعمال کی وقت سے مساوی جزا سزا کا ہونا ضروری ہے۔ مالا نکہ قانون شاہی میں ہم ایسے جرم بھی دیکھتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت میں گئے جاتے ہیں۔ اور عمر بھر قید ان کی سزا ہے۔ چنانچہ آپ بھی بحوالہ منوجی (استیارتھ پر کاش صفحہ ۲۰۱ ملاحظہ فرمائیں نمبر ۴۲) پر لکھتے ہیں کہ "سرکاری ملازم کو رشوت لینے پر ضبطی جائداد اور تمام عمر کیلئے جلا وطن اور بھجونی گواہی دینے پر زبان کاٹ ڈالی جائے اور بعد مرگ راحت سے بے نصیب۔"

فرمائیے! مدت کے مساوی سزا ملی یا زیادہ۔ سچ پوچھو تو اپنی من گھڑت باتوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی کو بجز خدا امت کے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں یہ خوب دلیل ہے جو پندت جی نے فقرہ نمبر ۱۰۴ میں دی ہے۔

"اگر مینا ہی روز نکھایا جائے تو تھوڑے ہی دنوں میں زہری مانند مسموم ہونے لگا

ہے۔" (ملاحظہ فرمائیں ۱۰۴ نمبر)

بھلا سوامی جی! آپ نے مجھے کی مثال دی تو تمکین کی کیوں نہ دی۔ اگر کوئی مدت مدید تک بیٹھا کھا کر بیٹھے سے گھبرا رہا ہے تو اسلئے کہ بیٹھا اس کے مرغوب خاطر اس قدر نہیں ہوتا جس قدر تمکین ہوتا ہے۔ پس وہ بیٹھے سے نہیں بلکہ غیر مرغوب چیز سے نفرت کر جاتا ہے کیا ہی سمجھ کا پیر ہے۔ بھلا اگر کوئی شخص دنیا میں بہت مدت تک عیش و آرام میں رہے تو کسی وقت اس کا پیچھا ہو گا کہ میں قید خانہ میں بھی کچھ مدت گزاروں؟

”ساجیو! نیم و حرم سے گناہ آنھ ہزار سال دنیا کی عمر آپ نے کہیں قرآن کے اتیسویں پارہ میں تو نہیں دیکھی؟ کسی آیت یا حدیث میں یہ مضمون نہیں ملتا بلکہ شخص آپ کا یا آپ جیسوں کا خیال ہے۔

ہاں خوب کہی کہ اس سے پیشتر خدا انکھا بیٹھا تھا چندت جی! لیجئے ہم آپ کو بتلاتے ہیں یہ تو آپ کی معمولی بات ہے کہ مسلمان دنیا کی عمر آٹھ ہزار سال سے مانتے ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ مسلمان بڑے پانی ہیں کہ ماسوی اللہ کل کائنات کو حادث (نویں) ضرور جانتے ہیں۔ کیونکہ کل کائنات مرکب ہیں اور مرکب بھی قدیم (املائی) نہیں ہو سکتا۔ اس تقریر کی وضاحت کیلئے آپ ہی کے کلام کو پیش کرتا مناسب ہے۔ آپ خود ہانکوں (دہریوں) کے جواب میں لکھتے ہیں۔

”بقیہ فاعل کے کوئی بھی حرکت یا حرکت سے پیدا ہونے والی شے نہیں بن سکتی جو زمین و فیرہ اشیاء ترکیب خاص سے ملکر بنی ہوئی نظر آتی ہیں وہ اذلی بھی نہیں ہو سکتیں۔“

سنیار تھہ پر کاش صفحہ ۸۸ + ۸۹ (تیسرا ۱۲۸)

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

تیسرے صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں۔

جو اتصال سے پیدا ہوتا ہے وہ اذلی ابدی بھی نہیں ہو سکتا۔“ (سنیار تھہ پر کاش

باب ۱۲)

پس فرمائیے کہ دنیا کی عمر کیا ہے آپ کتنی ہی نکالیں اور کہتے ہی اس کے کپ (مار بار) یہ انکس اکس۔ مگر اس سے تو آپ انکار نہیں کر سکتے کہ دنیا مرکب ہے اور جو مرکب کے حادث (نویں) اسے نتیجہ ساف ہے کہ دنیا کے حادث کی ابتدا ہے۔ جس سے پہلے وہ نہ تھی۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔

”جو شے اتصال سے بنتی ہے وہ اتصال سے پیشتر نہیں ہوتی اور اتصال کے اخیر پر بھی نہیں رہتی۔“ (صفحہ ۲۸۸ مذکور سلسلہ (۸) ج ۴۸)

پس آپ کے کلام سے بھی لازم آیا کہ خدا کسی وقت نکما بیٹھا ہو گا۔ ایسا ہی کسی وقت نکما بیٹھے گا۔ اگر آپ کہیں کہ گو ہو جو وہ دنیا کی ابتدا و انتہا ہے۔ مگر اس کا سلسلہ ازلی ہے ایک دنیا کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری علیٰ ہذا القیاس (ستیا رتھ پر نکاش باب (۸) نمبر ۴۳) تو یہ آپ کے اصول مسئلہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اتادی پہ ارتھ (قدیمی اشیاء) آپ نے صرف تین ہی گنی ہیں۔ پریشور (خدا) جیو (روح) پر کرتی (مادہ عالم) ناقابل تقسیم اجزا ۱۲ ستیا رتھ پر نکاش باب ۱۸

پس! اگر ان چیزوں کے سوا دنیا کے سلسلہ کو بھی آپ نے قدیم اور ازلی مانا تو چار چیزیں کیوں ازلی نہیں مانتے ہو۔ جس سے دہریہ پن کی بنیاد پختہ ہو۔ یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ اجزاء خارجیہ کو کل پر تقدم زمانی ہوتا ہے۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ایک وقت ضرور ایسا ہوتا ہے کہ اجزاء ہوں۔ مگر کل جو ان سے بنا ہے نہ ہو۔ چنانچہ آپ بھی مانتے ہیں کہ ”جو شے اتصال سے بنتی ہے۔ وہ اتصال سے پیشتر نہیں ہوتی۔“ (حوالہ مذکور) پس اس اصول کے مانتے ہوئے بھی دنیا کے سلسلہ کو قدیم کہنا متناقص کا قائل ہوتا ہے جو اناؤں سے بعید ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ دنیا کا سلسلہ کسی خاص وقت سے چلا ہے۔ جس کو خدا نے اس کیلئے مناسب سمجھا اس سے پہلے خدا بیکار ہو یا بیکار ہم دونوں کے سوچنے سے باہر ہے۔ ہمارا تو صرف اتنا ہی قول ہے کہ **خَلَقَ سَمَاءً وَ اَرْضًا بِكَلِمَتِهِ** **عَلَيْهِمُ** ”خدا نے سب چیزوں کو پیدا کیا اور وہ چیزیں کو جاننا ہے۔“

جب کچھ نہ تھا تب نرا کار تھا فلقت کا پیدا کرنا نمار تھا
(۱۷) **ترجمہ:** ”اور جب لیا ہم نے عمد تمہارا نہ ڈالو تم ہو اپنے آپس کے اور نہ نکال دو کسی آپس کے اپنے کو گھروں اپنے سے۔ پھر اقرار کیا تم نے اور تم شاید ہو۔ پھر تم وہ لوگ ہو کہ مار ڈالتے ہو آپس اپنے کے اور نکال دیتے ہو۔ ایک فرمے تو آپ میں سے گھروں ان کے سے۔“ (آیت ۸۳-۸۵)

ایسا ظاہر ہے کہ ان کو کتنے جہاد رکھے ہیں آپس کے اور ان کی ایسی

ای طرح ملے۔ ہے ۱۲

(۱۸) **محقق :** بھلا ایسی نفرت و حسد کی باتیں بھی خدا کی طرف سے ہو سکتی ہیں جن لوگوں کے گناہ جگے کئے جائیں گے۔ یا

جن کو وہ دہی چاہے گی۔ اسے کون ہیں؟ اگر اسے گناہ رہیں اور گناہوں کے بدلہ دے دیئے جگے کئے جائیں گے تو بے انصافی ہوگی۔ جو سزا دے کر جگے کئے جائیں گے۔ تو جن کا بیان اس آیت میں ہے یہ بھی سزا پانے والے ہو سکتے ہیں اور سزا دیکر بھی جگے نہ کئے جائیں گے۔ تو بھی بے انصافی ہوگی۔ اگر گناہوں سے جگے کئے جائے والوں سے مطلب پرہیزگاروں سے ہے تو ان کے گناہ تو آپ ہی جگے ہیں۔ خدا کیا کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تحریر کسی عالم کی نہیں اور واقعی رہبر مہتمم کو نہ سکھ اور ادھر میوں کو نہ ان کے اعمالوں کے مطابق پیش دینا چاہئے۔

نہ تحقیق بوندہ والشمند چار پایہ بروکتا ہے چند

(۱۸) **مدقق :** پنڈت جی! اتنی نفرت کہ "میں بدکار ظالموں کو بھی

اٹھراؤ نہیں دیتا۔" (لوگ ویہ اسٹک ادا دھائے ۴) ورگ ۱۸، ستر ۲) "اگر مگر" میں آپ نے جتنا وقت کھویا کسی عربی پانڈے شالامیں جا کر اس آیت کا مطلب پوچھ لیتے۔ کہ یہ لوگ کون ہیں تو اتنی تکلیف آپ کو نہ ہوتی۔ اسلام کی بہت غلط فہمی پھیلانے کا آپ کو پاپ ہوتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو آپ بھی ستیارتھ پرکاش باب (۱۰) میں بحوالہ منوبی گمہ آئے ہیں کہ۔

"جو شخص وہی کی خدمت کرتا ہے وہی ہنسٹا ملتا ہے۔"

بلکہ یہ وہی ہیں جن کی بابت وہی میں گمائی ہے۔

"وہ پریشور کی عمل حمایت سے محروم رہ کر پیش کی موت یعنی جینے مرنے کے پتھر میں

رہتے ہیں۔" (لوگ ویہ ادا دھائے ۴۵ ستر ۱۳)

سوا اور نور سے سنو! اصل اللہ الاقرانی ہیں۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا لَحُفَّتْ

عَلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ

(ترجمہ) "انہی لوگوں نے دین کے بدلے دنیا کو پسند لیا۔ پس ان سے

اب میں تخفیف نہ ہوگی اور نہ ہی ان کو کسی سے مدد دیئے گی۔"

سماجیو! اگر عربی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہو تو ان الفاظ پر غور کرو۔ میں تو ترجمہ ہی دیکھ لو اور اپنے سوانحی کے اعتراضوں کی داد دو۔

(۱۹) **ترجمہ** : ”اور اہل تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پیچھے ہم پیغمبر کو لائے اور دیے ہم نے عیسیٰ بیٹے مریم کو معجزے ظاہر اور قوت دی ہم نے ساتھ روح پاک کے۔ کیا پس آیا جب تمہارے پاس ساتھ اس چیز کے کہ نہیں چاہتے ہی تمہارے تکبر کیا تم نے پس ایک فرقہ کو جھٹلایا تم نے اور ایک فرقہ کو مار ڈالتے ہو (آیت ۸)“

(۱۹) **محقق** : جب قرآن میں شہادت ہے کہ موسیٰ کو کتاب دی تو اس کا ماننا مسلمانوں کیلئے لازم آیا اور جو جو اس کتاب میں نقص ہیں وہ بھی مسلمانوں کے مذہب میں آگئے اور معجزے کی باتیں سب فضول ہیں اور سادہ لوح آدمیوں کے بھگانے کے واسطے گھڑی گئی ہیں۔ کیونکہ قانون قدرت اور علم کے برخلاف تمام باتیں جھوٹی ہی ہوا کرتی ہیں۔ اگر اس وقت معجزے تھے تو اب کیوں نہیں ہوتے۔ چونکہ اس وقت نہیں ہوتے۔ اس لئے اس وقت بھی نہیں ہوتے تھے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔

(۱۹) **مدقق** : بائبل کے ماننے کے الزام کا جواب نمبر ۵ میں دے چکا ہوں۔ چذت بی کی عادت ہے کہ سادہ لوحوں کے بھگانے کو نبیوں کی تعداد بڑھاتے ہیں۔ معجزوں کا جواب بھی نمبر ۱۳ میں ہو چکا ہے۔

(۲۰) **ترجمہ** : ”اور اس سے پہلے کافروں پر فتح چاہتے تھے۔ جو کچھ پہنچا تھا۔ جب اُس کے پاس وہ آیا جنت کافر ہو گئے۔ کافروں پر لعنت ہے۔ اللہ کی۔“ (آیت ۸۹)

(۲۰) **محقق** : جس طرح تم غیر مذہب والوں کو کافر کہتے ہو۔ اسی طرح کیا وہ تم کو کافر نہیں کہتے؟ اور وہ اپنے مذہب کے خدا کی طرف سے تمہیں لعنت دیتے ہیں۔ پھر کو کون سچا اور کون جھوٹا ہے؟ مذہب غور سے دیکھتے ہیں تو سب مذہب والوں میں جھوٹ پایا جاتا ہے اور جو سچ ہے وہ سب میں یکساں

ہے۔ یہ سب جھڑے جمالت کے ہیں۔

(۲۰) **مدقق:** اس فقرہ میں تو سو امی نے فیصلہ ہی کر دیا۔ جس کا مطلب ان لفظوں میں سمجھنے سے کوئی امر مانع نہیں کہ ستیا رتھ

پر کاش جس میں تمام مذہب کا ٹھنڈن (ردا ہے) بالکل جمالت سے بھری ہوئی ہے۔ ہم اگر یہ بات کہتے تو ہمارے سماجی دوست ہم سے ناراض ہوتے اور ہمیں متعصب اور کرا نہیں کیا لکھتے۔ مگر شکر ہے کہ مدقی کے اپنے بیان نے فیصلہ کر دیا۔

ہو ا ہے مدقی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں۔ ذیقائے کیا خود پکا کدا امن ماہ کتھاں کا ۱۰
باقی رہا غیر قوموں کا ہمیں کافر کہنا۔ ہم اس سے ناراض نہیں۔ ”کافر“ کے معنی ”منکر“ کے ہیں۔ ہم خود کہتے ہیں۔

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا
حَتَّىٰ تُوْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ

ترجمہ: ”ہم تمہارے دین سے منکر ہیں۔ مذہبی امور میں ہماری تمہاری مخالفت ہمیشہ کیلئے ہے۔ جب تک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ۔“
(قرآن شریف)

ہاں سو امی جی! جس طرح آپ دید کے منکروں کو دہریہ اور ملحد کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ سائی اور ہندو آپ کو بوجہ انجیل اور پورا نوں سے الکار کرنے کے بے دین سمجھتے ہو گئے۔ پھر کہتے! تم میں سے کون بھگتا اور کون سچا ہے؟ یہاں تو سو امی جی بڑی سلیبی پالیسی چلے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہندو جی کے کئی رنگ ہیں۔ لیکن

بہر رنگ کے کہ خواہی جامعے پوش من امداز قدرت رائے شناسم
(۲۱) **ترجمہ:** ”خوشخبری ایمانداروں کو اللہ، فرشتوں، پیغمبروں، جبرائیل اور میکائیل کا جو دشمن ہے۔ اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔“ (آیت ۹۸)

(۴۱) **محقق** : جب مسلمان کہتے ہیں کہ خدا لاشریک ہے۔ پھر یہ فوج کی فوج شریک کہاں سے کر دی؟ کیا جو اور ان کا دشمن ہے

وہ خدا کا بھی دشمن ہے؟ اگر ایسا ہے تو ٹھیک نہیں۔ کیونکہ خدا کسی کا دشمن نہیں ہو سکتا۔

(۴۱) **مدقق** : ترجمہ مرقوم بالا کے دیکھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دیا مند جی کو غلط بیانی میں کہاں تک آئند (مزہ) آتا ہے۔

ترجمہ ایسا نقل کیا ہے جس کا سر ہے نہ پیڑ ہے کیوں نہ ہو۔ سو امی کا پرمان کیا ہی بچا ہے۔

”آگے پیچھے نہ دیکھئے والے جاہلوں کو علم کہاں۔“ (بحوالہ صفحہ ۵۲)

مگر خیر ہمیں تو ان کے سوال کا جواب دینا ہے۔ سماجی مقرر تو گلا پھاڑ کر پر میثور اکیلا سرپ شعلی مان کہتے ہیں۔ پھر کیا سبب ہے کہ وہ دیتا آتا ہے۔

”پرمانا کے اس غریب قدرت کو جس کی دیوتا محضت کرتے ہیں کون جان سکتا

ہے۔“ (۱) فقر وید کاغذ ۱۰، پیر پاتک ۲۳، نوواک ۳، سنہ ۱۲۳۳

وید یہ بھی آگیا دیتا ہے۔

خیالتیں دیوتا اس پرمانا کے تقسیم کئے ہوئے خزانوں کو پورا کر رہے ہیں۔ سو اس کی

قدرت کے جزوی مظہرات ہیں۔ ہر لوگ اس پر ہم یعنی وید یا محیط کل الیٹو کو پہچانتے

ہیں۔ وہی ان خیالتیں دیوتاؤں کو جانتے اور ان کو اسی ایک برہمن کے سوارے قائم

مانتے ہیں۔“ (۱) ایسا صفحہ ۴)

جب پر میثور ایک لاشریک ہے تو پندت جی یہ فوج (شریک) کہاں سے آگئی۔ یہ

ہے سو امی جی کی لیاقت علمی۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مخلوق کا خدا کے نام کے ساتھ محض ذکر

آجانا شرک نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اسی حیثیت سے آئے جس حیثیت سے خدا کا نام آیا ہے تو

شرک ہوتا ہے۔ بھلا اگر کوئی کہے کہ خدا اس پانی کو شٹ کرے۔ جس نے دیا مند جی کو زہر

سے ہلاک کیا تو کیا یہ بھی شرک ہے؟

ناظرین! پندت جی کے اسی فقرے پر آپ حیران نہ ہوں۔ آگے بھی بہت سے

مواقع ۱) آپ سس گے کہ سو امی جی شرک سے ایسے ہی بھاگتے ہیں۔ جیسے گوشت خوردنی

ہے۔ چنانچہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ مُخَفِّدٌ وَسُوْلُ اللَّهِ کو ملانا بھی شرک سمجھیں گے۔ کیونکہ ہو بھارے سانچوں کے اُسے ہوئے رسیوں سے ڈرتے ہیں۔ مدتوں کے شرک اور بت پرستی میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے اعتراضات من من کر اس راستہ پر آئے ہیں۔ اس لئے کسی قدر معذور بھی ہیں۔ مگر افسوس ہے

کس نیا موخت علم تیرا زمین کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرو
ہاں یہ خوب کہی کہ ”خدا کسی کا دشمن نہیں ہو سکتا۔“ ہم پڑت جی کے حافظہ کی کہاں تک شکایت کریں۔ ایسا شور کارِ پرمان سنئے! اور خود سے سنئے!

میں بدکار ظالموں کو بھی شیر باد ایک دعا میں دیتا۔ ارگ دیا! اشک! اور گ
۱۸ ”منتر“

بتلائیے! یہ کون لوگ ہیں۔ جن کو شیر باد نہیں ملتی وہی ہیں جن کو قرآن میں
عَدُوّ اللّٰہِ یَا اِنَّ اللّٰہَ عَدُوّ لِلْکَافِرِیْنَ کہا گیا ہے۔ سو اسی جی یہ سمجھے بیٹھے ہوتے
کہ جس طرح ہم اپنے دشمن کو ہوسکے تو دم بھر پیسے نہیں دیتے۔ خدا بھی ایسا ہی کرتا ہو گا۔
مگر ان کو معلوم نہیں ہے۔

لیکن خداوندِ عالم و پست یہ عسایاں وہ رزق پر کس نہ ہست
”اور کہو کہ معافی مانگتے ہیں ہم۔ معاف کریں گے“
(۲۲) ترجمہ: تمہارے گناہ اور زیادہ نیکی کرنے والوں کے

(آیت ۵۹)

جہاں یہ خدا کی ہدایت سب کو گناہار بنانے والی ہے یا
(۲۲) محقق: نہیں۔ کیونکہ جب گناہ معاف ہونے کا سارا آدمی کو ملتا

ہے۔ تب گناہوں سے کوئی بھی نہیں ڈرے گا۔ اس واسطے ایسا کہنے والا خدا اور یہ خدا
کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ وہ عادل ہے۔ بے انصافی کبھی نہیں کرتا اور گناہ
معاف کرنے سے تو بے انصاف ہو جاتا ہے۔ مگر جیسا قصور ہو ویسی سزا دینے سے ہی
عادل ہو سکتا ہے۔

(۲۲) **مدقق** : یہ مسئلہ سوامی جی کا قابل غور ہے۔ اس کو پندت جی نے
کلی ایک موقعوں پر لکھا ہے۔ جن سب کا مطلب یہی ہے

کہ تو یہ قبول نہیں ہوتی۔ ہم حسب وعدہ پہلے وہ متر مسئلہ سوامی بیان کر کے اس کا مدعا
ساجیوں سے پوچھتے ہیں۔ متر مذکور سے پہلے خود پندت جی بھومکامیں ایک تمہید لکھتے
ہیں۔ وہ بھی قابل غور ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

”اس ایثور کی ہدایت کئے ہوئے دھرم کو ماننا ہر انسان پر یکساں فرض ہے اور
چونکہ اس کی مدد کے بغیر سچے دھرم کا علم اور پابندی اور تکمیل کامیابی نہیں ہو سکتی۔
اس لئے ہر انسان کو ایثور سے اس طرح مدد ماننی چاہئے۔“

”اے گنی (پرمیشور) عہد صداقت کے مالک و محافظ میں سچے دھرم پر چلوں گا۔
یعنی اس کی پابندی کروں گا۔ اے پرمیشور مجھے سچے نیک چلن اور دھرم پر عمل کرنے کی
طاقت ہو۔ آپ مجھ کو ہمت دیجئے کہ میرا یہ سچے دھرم کا مدد آپ کی عنایت سے پورا ہو۔
(عہد یہ ہے) میں آج سے سچے دھرم کی پابندی اور جھوٹ کو نہ چلن اور دھرم سے
دوری اختیار نہ کرتا ہوں۔“ (پنچوید اور حیائے امنترہ)

اب سوال یہ ہے کہ اس عہد کے مطابق جس کو اسلامی عقائد میں تو یہ کہتے ہیں۔
اس عہد (تو یہ) کرنے والے کو کیا فائدہ خدا کے سامنے تو ایسی عاجزی سے اظہار اخلاص کیا
اور ہاں سے جواب ملا کہ تیرے پچھلے گناہ تو بدستور ہیں۔ جن کی پاداش میں تو ایک دفعہ
پاخانہ کا کرم یا جہنم کا بند رہا بن کا سہرا بنے گا۔ کیونکہ بغیر اس کے ہمارا عدل اور رحم مجزوم
ہے۔ البتہ آئندہ کو اگر تو نے کچھ نیک کام کئے تو ان کا تجھے عوض ملے گا۔ پھر بتلائیے ایسے
ایثور سے تو معمولی جیسے دکاندار بھی کتنی درجے اچھے ہیں یا نہیں؟ جن کے نوکر اگر
اخلاص سے تو یہ کریں اور آئندہ کو فرمانبرداری اور نیک چلنی کا عہد کریں تو وہ بھی ایک دو
دفعہ ان کو بخش ہی دیتے ہیں۔ مگر پرمیشور ایسا دیا لو (مہمان) ہے کہ باوجود یہ کہ اسے بندے
کے دل کا حال بھی بخوبی معلوم ہے۔ کہ وہ محض اخلاص سے میرے آگے گڑبڑاتا ہے۔ تاہم
اس کے حال پر رحم کر کے اس کے قصور معاف نہیں کرتا۔ سچ ہو چھو تو یہ پرمیشور بھی سچا
ہے۔ وہ (بقول آریہ سماج) اسی طرح تو یہ پر گناہ معاف کرتا چاہئے تو اس کے ملک اور
حکومت میں غلط آتا ہے کیونکہ انہیں بدکاروں کو تو اس نے مہدانی قابلوں میں ڈال ڈال کر دیا
کو آباد رکھنا ہے اگر یہی چیزیں ہاتھ سے نکل جھنیں تو وہ لائے گا کہاں سے؟ (فانم چیترا)

تعجب تو یہ ہے کہ سوامی جی کے منہ سے بھی کبھی کبھی بلا اختیار کئی بات نکل جاتی ہے گو کسی بچہ الہ میں نکلے۔ آپ خود ستیارتھ پرکاش باب ۷ نمبر ۱۳ میں مانتے ہیں کہ عدل اور رحم خداوندی آپس میں متضاد نہیں۔ پس ہم بھی پنڈت جی کی تقریر کی تشریح کرنے کو ان میں اور ان کے چیلوں کو بتاتے ہیں کہ عدل کے معنی ہیں وضع الشیء فی مقلہ ہر ایک چیز کو اس کے ٹھکانے پر رکھنا اور رحم کے معنی ہیں ارادہ خیر "یا کسی کی حالت زار پر ترس کھانا۔" یہ صفت "ارادہ خیر" پنڈت جی بھی خدا کی نسبت مانتے ہیں۔

اگرچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۵ (۷) سلاسل (۱۷) میں آپ بتلائے کہ ایک شخص جو دلی اخلاص سے خدا کے آگے بغیر کسی مذاب دیکھنے کے گڑگڑاتا ہے۔ تو یہ کرتا ہے۔ تو اس کا عدل (جس کے معنی تھے ہر ایک چیز کو ٹھکانے پر رکھنا) اس توبہ کیلئے بھی کوئی عمل تجویز کریگا اور اس کی گریہ و زاری اور بے دیکھے آہ و بکا کا بھی کوئی عمل ہے؟ بندوں کے ہر ایک فعل کے لئے جب کوئی نہ کوئی عمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس فعل (توبہ) کا کوئی عمل نہ ہو۔ پس بتاتے کہ قبول توبہ میں عدل اور رحم دونوں ہے یا نہیں۔ بلکہ توبہ کا قبول نہ ہونا اور گناہوں کا معاف نہ ہونا سراسر ظلم اور خلاف عدل ہے۔ کیونکہ وضع الشیء فی مقلہ محلہ اجزاء کا ٹھکانہ پر رکھنا کے خلاف ہے۔ اصل میں سوامی جی کو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) اور حقوق اللہ (خدا کے حقوق) میں اشتباہ ہو گیا۔ سوامی کی تقریر سے جو صفحہ ۳۵۰ ستیارتھ پرکاش سلاسل (۷) پر ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دونوں میں تمیز نہیں۔ سو ہم اپنے سماجی دوستوں کو بتاتے ہیں کہ ان میں بہت بڑا فرق ہے اور ہم بھی قسم اول میں قبول توبہ کے قائل نہیں۔ جب تک وہ شخص جس کا کچھ نقصان کیا ہو۔ معاف نہ کرے۔ کیونکہ اس سے انتظام عالم بگڑتا ہے اور قسم ثانی میں قبول توبہ کو مانتے ہیں۔ بشرطیکہ صدق دل اور خاص نیت سے محض خدا کے مذاب اور اپنی سوء عاقبت کے خوف سے توبہ کرے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ توبہ کرتے وقت آئندہ کا پختہ خیال جی میں اس کام کے نہ کرنے کا کرے۔ سنو!

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِخَبْرَةٍ ثُمَّ
بَشُوْا مِنْ قَبْرِیْ

ترجمہ "اللہ کے نزدیک توبہ فانی لوگوں کی قبول ہوتی ہے۔ جو غلبہ نفسانی میں پھنس کر برے کام کرتے ہیں۔ پھر بھٹ سے توبہ کرتے ہیں۔" **وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمِنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ**

ترجمہ "معافی ان لوگوں کے لئے ہے جو گناہ کر کے خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر بخشش مانگتے ہیں اور ادا ہاتھ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ بخش نہیں سکتا۔ اور اپنے گناہ پر واپس آئے نہیں رہتے۔"

سوامی جی! نے اس پر بھی غور سے کام نہیں لیا کہ جتنی صفات کمال دنیا میں ہیں ان سب کا سرچشمہ صفات خداوندی ہیں۔ مثلاً سخاوت ایک صفت کمال ہے تو دراصل اسی سرچشمہ کا ایک نشان ہے۔ ایسا ہی عدل، رحم، محبت وغیرہ صفات کمال سب کی سب اسی سرچشمہ کے نشان ہیں۔ جس کو اللہ پر میثور "گاؤ" خدا وغیرہ کہتے ہیں۔ پس جب ہم دنیا میں بہت سے مقدمات میں مدعیان اور مستعیان کو معاف کرتے بھی دیکھتے ہیں۔ اور ان کی تعریف کرتے ہیں اور بہا و قات کہا کرتے ہیں کہ۔

در غفلت تیسرتہ کہ در انتقام نیست

تو خدا کی نسبت کوئی دلیل اس صفات کمال کے ماننے سے ہمیں مانع ہے یہاں سوامی جی کا یہ گناہ کہ توبہ سے گناہوں کی جرات ہوتی ہے۔ محبت حیرت افزا ہے۔ چڑت جی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیاوی کاروبار میں جس میں بندوں کو اپنے قصور کی معافی کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ معافی سے جرات اور دلیری نہیں ہوتی۔ تو خدا کی معافی میں جس کا علم بھی دنیا میں قطعی طور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ موجب جرات ہو گا؟ ہاں ایسے آدمیوں کی توبہ اسلام میں بھی قبول نہیں۔ جو گناہ کرتے ہوئے یہ دلیری رکھیں کہ توبہ سے گناہ معاف کرا لیں گے۔ پس ہم فرمان خداوندی سنا کر اس فقرہ کو ختم کرتے ہیں سنو! اور غور سے سنو **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا** (دوسری آیت)

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ

ترجمہ: ”تو میرے گناہگار بندوں کو کھدے کہ میری رحمت سے ہے امید نہ ہوں۔ بیشک اللہ (توبہ کرنے پر) سب گناہ معاف کر دے گا (دوسری آیت) وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔“

(۲۳) ترجمہ: ”جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ہم نے

کہا کہ اپنا عصا پتھر مار اس میں سے بارہ چشمے بہ لے۔“ (آیت ۱۶۰)

(۲۳) محقق: دیکھئے ان ناممکن باتوں کے برابر کوئی دوسرا شخص کیا

کے ۱۶۱ ایک پتھر عصا مارنے سے بارہ چشموں کا قیام بالکل ناممکن ہے۔ ہاں اس پتھر کو اندر سے پولا کر کے اس میں پانی بھرنے اور بارہ سو راج کرنے سے ایسا ہو ناممکن ہے اور کسی طرح نہیں۔

(۲۳) مدقق: معجزہ کے ممکن اور غیر ممکن ہونے کے متعلق ہماری

منسل تقریر تفسیر ثنائی جلد ثالث حاشیہ نمبر اول میں ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ معجزہ غیر ممکن نہیں بلکہ اس کا نبوت کے ساتھ ایک ایسا بھول اکیلیت تعلق ہے۔ جیسا کہ انسان کی روح اور عقل کا جسم کے ساتھ۔ پس جہاں نبوت ہوگی وہاں معجزہ کا ہونا قانون قدرت سے۔ بلا نبوت۔ معجزہ نہیں۔ قدرت ہی کے اس قول سے تو سب سے زیادہ حیرانی ہے۔ کیونکہ فقرہ ۷۳ میں خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

”اس مذہب کو ہزاروں کروڑوں آدمی مانتے ہوں اس کو جو مانگنے والے سے زیادہ

کرموں کا گون ہے۔“ ستارہ نمبر ۱۶۱ صفحہ ۱۶۱ نمبر ۱۷۱
لیکن یہاں یہ قاعدہ بھول گئے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ معجزہ کو سوا آپ کی ذات خاص یا آپ کے چیلوں کے (جن کا شمار ہاتھوں کی انگلیوں پر ہو سکتا ہے) سب اہل مذاہب (مسلمان، یہودی، عیسائی، ہندو، بدھ وغیرہ) مانتے ہیں۔ اور اپنے اپنے بزرگوں کی نسبت بہت سے معجزات اور کرامات کا اپنے لفظوں میں اظہار کرتے ہیں۔ پس آپ خود ہی فیصلہ دیں کہ آپ جو ایسی بات کوٹے قریب قریب کل دنیا کے لوگ مانتے ہیں کھنڈن (رد) کرتے

ہیں۔ آپ سے بڑھ کر..... کون ہے؟

معجزہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ عام مرد و عورت کے خلاف واقعہ ہوتا ہے۔ جس کو سیرنجیل (خلاف قانون قدرت) کہتے ہیں۔ بس اس امر کی تحقیق پر سارا مدار ہے۔ اگر اس کا ثبوت ہو جائے کہ مرد و عورت کے خلاف بھی ہوا یا ہو سکتا ہے اور کم سے کم فریقین (اہل اسلام اور آریہ) میں مسلم ہو جائے تو دونوں میں سے کسی کا حق نہیں کہ معجزہ پر اعتراض کرے پس آئیے اسی اصولی مسئلہ کی ہم تحقیق کریں۔

نظارہ کریں! یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہو گا۔ جس کی آپ شہادت دے سکتے ہیں کہ عام مرد و عورت کے خلاف یہ ہے کہ انسان کو پیدائش سے پہلے کے حالات معلوم نہیں ہیں نہ آئندہ بعد موت کے واقعات بتا سکتا ہے۔ گو آریہ سماجی موجودہ زندگی سے پہلی زندگی کے قائل ہیں لیکن اتنا وہ بھی مانتے ہیں کہ گزشتہ اور آئندہ واقعات کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کے متعلق سوامی دیانند جی کی ہدایت سناتے ہیں۔ آپ سوال و جواب کی صورت میں لکھتے ہیں۔

www.only1for3.com

www.onlyoneorthree.com

سوال: اگر جنم نہت ہیں تو پہلے جنم اور موت کی باتیں کیوں یاد نہیں رہتیں؟
جواب: جو محدود و اکلم ہے۔ ہر سہ زمانہ کو مشاہدہ میں لائے والا نہیں اس لئے یاد نہیں رہتا۔ اور جس من کے ذریعے علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک وقت میں دو علم حاصل نہیں کر سکتا۔ پہلے جنم کی بات تو دور رہتے دیجئے، اس جسم میں جیو جب حمل میں ہوتا ہے۔ جہاں جسم تیار ہو اور پھر متولد ہوا۔ نیز پانچ سال کی عمر سے پہلے جو باتیں ہوتی ہیں۔ ان کو کیوں یاد نہیں کر سکتا۔ علیٰ ہذا الاقیاس بحالت بیداری یا خواب بہت سا کاروبار پدید بھی طور پر کر کے شہتی یعنی گہری نیند کی حالت میں اس عالم بیداری وغیرہ کے کاروبار کیوں یاد نہیں کر سکتا اور تم سے کوئی پوچھے کہ بارہ برس سے پہلے تیرھویں برس کے پانچویں مہینے کے نویں دن و س بجے پر پہلے منٹ میں تم نے کیا کیا تھا۔ تمہارا متہا ہاتھ کان آنکھ جسم کس طرف اور کس قسم کا تھا اور من میں کیا سوچتی تھی۔ جب اس جسم میں یہ حال ہے تو پچھلے جنم کے یاد رہنے کے متعلق شکوک پیدا کرنا محض لڑکپن کی بات ہے۔ نیز کوئی شخص پچھلے اور اگلے جنم کے حالات کو جاننا چاہے تو جان بھی نہیں سکتا۔

کیونکہ جیو کا علم اور وجود محدود ہے۔ یہ بات ایسور کے جاننے کی ہے۔ نہ کہ جیو کی (ستیا رتھ پرکاش عملاس ۹ نمبر ۳۱ صفحہ ۳۲۹)

حوالہ مذکور ہے صاف ثابت ہے کہ پچھلے جنموں کا حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ خاصہ خداوندی ہے جس میں کوئی روح شریک نہیں ہو سکتی۔ بہت خوب۔ آگے چلے۔ سوامی جی کی سوانح عمری میں ان کا قول یوں نقل ہے۔

”ہم نے کئی کئی بار سوچا کہ جو وقت ہماری جی فرماتے تھے کہ شری (نہم) کا اب کچھ بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کس وقت پھوٹ جائے اور میں اس کام (تعمیر وید) کے لئے پھر دوبارہ جنم لوں گا اور اس وقت جو میرے درودھ مخالف ہوئے ہیں۔ وہ سب شانت (مہاتمی) ہو جائیں گے۔ آریہ سماجوں کی ترقی سے بھی بڑی بھاری مدد ملے گی۔ میں اس وقت وید کا بقیہ بھاشا (ترجمہ) کر دوں گا۔“ (سوانح عمری کھن صفحہ ۸۶)

اس حوالہ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ سوامی جی کی روح کو آئندہ جنم کا علم ہوا تھا۔ دوم اس آئندہ وقت میں آپ کو گذشتہ جنم کا علم ہو گا۔ تب ہی تو آپ اپنے ناقص کام۔ تعمیر وید کو تمام کریں گے۔ یہ دونوں علوم عام قانون قدرت کے برخلاف ہیں۔ ایک اور شاذ و نادر ہی پیش نظر آتا ہے۔ مسافر لکھتا ہے۔

میں چار سال ساکن بمبئی ضلع بریلی جس کا پچھلے ۱۸۵ء میں مارا گیا۔ جب چند روز گذرے تو اس نے طوطے کا جنم لیا اور شیوا اختیار کیا کہ ہر شام کو اپنے گھر آتا اور ایک بجرہ آملی میں جو اس کے گھر پر تھا ہوا تھا۔ بیر الیتا اور صبح کو اڑتا جاتا۔ چھ سے پچیس کیفیت رہی غرض ایک دن جو وہ طوطا گیا تو پھر نہ آیا۔ لوگوں کو اس کا بڑا خیال رہا۔ ان دنوں کا ذکر سنئے ایک گوسا میں کی عورت ساکن موضع سدھواں اپنے کام کو کسی گاؤں میں جاتی تھی۔ راستے میں وہ غصہ کھگئی اپنے کسی بھائی بھائی کے گھر آئی اس کا دخل بچہ نہ پڑے رام کے گھر آیا اور مستورات سے کہا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں۔ کہا کہ فلاں مر گئے اور فلاں کام کو فلاں جک گئے ہیں۔ پھر لڑکے کے بیان کیا کہ پلا میرا نام چار سال ہے اور یہ گھر میرا ہے۔ یہاں ایک شیب کا درخت تھا وہ کہا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کات ڈالا۔ پھر اس لڑکے نے اپنے ماں سے جانے اور مر کر کھو جانے اور پھر اس میاں کے پیٹ میں پھنس کر مرے اور پھر گوسا میں سے گھر میں پیدا ہونے کا ماجرا بیان کیا اور اپنے ماں باپ ”کائی“ چچے کو بیان کر اپنی نوبی اور کتابیں مانگی۔ اس کی

والدہ سابقہ نے عذر دیا کہ یہ اشیاء ہمارے بچے کے استعمال میں آئیں ہم تم کو اور
وہیں کے۔ حاضرین کو اس لڑکے کی ایسی باتوں پر کمال تعجب رہا۔ بعد وہ اپنے والدہ
جدید کے ساتھ چلا گیا۔ "الکلیات اور یہ مسائل مقدمہ ۱۹

اس حوالہ سے جو کچھ مصنف مذکور نے ثابت کیا ہے وہی ہمارا مدعا ہے۔ یعنی
پیارے لال کو طوطا بننے کی حالت میں پہلا علم رہا۔ پھر پورا رام بکر طوطا کی ہون بلکہ اس سے
پہلی ہون کا علم بھی حاصل رہا۔ حالانکہ عام قانون قدرت یہی ہے کہ کسی سابقہ جنم کا علم نہ
ہو۔ مگر اس طوطا رام کو ہوا۔

ان دونوں شادتوں سے صاف ثابت ہے کہ یہ واقعات قانون قدرت کے
برخلاف ہیں۔ جس کی ثابت سوامی دیانند نے اظہار کیا تھا کہ یہ خاصہ خداوندی ہے۔
بس اب مطلع صاف ہے کہ جس طرح یہ دونوں واقعات خلاف قانون قدرت
کے ہوئے ہیں اسی طرح معجزات انبیاء بھی بظاہر خلاف عام قانون قدرت کے ہوتے ہیں۔
اور حقیقت اس کے لئے جی قانون ہوتا ہے۔ پس اتنے ہی سے معجزہ کی حقیقت سمجھ میں آسکتی
ہے۔

ساتھی مترو! سہ

سمیٹل کے رکھنے تدمر دشت غار میں بچوں کہ اس نواح میں سو داہرہ پناہ پا بھی ہے
"اور اللہ خاص کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ساتھ اپنے
(۲۳) ترجمہ : رحم کے۔" (آیت ۸۶)

(۲۳) محقق : کیا جو مخصوص اور رحم کئے جانے کے لائق نہیں ان کو
بھی مخصوص کرتا اور اس پر رحم کرتا ہے؟ اگر ایسا
ہے تو خدا اگر بڑھانے والا ہے۔ پھر اچھا کام کون کرے گا اور برے کام کون چھوڑے
گا؟ کیونکہ ایسی صورت میں خدا کی رفاہندی پر انسان بھروسہ کریں گے اور اعمالوں
کے نتائج پر نہیں۔ اس گر بڑکی وجہ سے تو سب نیک اعمال کرنے سے دست بردار ہو
جائیں گے۔

(۲۴) مدقق : چنڈت جی! پوچھ لینے میں کیا ہرج تھا۔ اگر آپ ایک
سال کیلئے کسی عربی یا پنج شالا میں قرآن پڑھ لیتے۔ منو جی

نے ہی کہا ہے۔ جو وہ (یا قرآن) بغیر استاد کے پڑھتا ہے۔ وہ پوچھ رہے۔ سنئے! قرآن نے خود دوسری آیت میں اسکی تفسیر کر دی ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (جس شخص کو خدا تعالیٰ کرنا ہے اس کے حال سے خوب واقف ہوتا ہے)۔

ہاں آپ بظاہر کہہ دیجئے کہ یہ جو یہ اودھیائے ۳۱ منظر ۲۲ جو شخص یہ دعا کرے کہ مجھ کو تمام سکھ یا تمام عالم کی حکومت عطا کر اس کو کیا ملے گا۔ کیا ایک وقت میں سارے ہندوستان کے رہنے والے سارے عالم کی نہیں صرف ہندوستان کی حکومت مانگیں تو سب کو ملے گی۔ یا کسی خاص کو۔ سب کو تو کیونکر مل سکتی ہے؟ اگر کسی خاص کو تو کیوں؟ اگر پہلے اعمال کا نتیجہ ہے تو اس دعا کا کیا فائدہ؟ خدا و اس کے سابقہ اعمال کا نتیجہ نیک بھی رحم الہی کا اثر ہے۔ سو چکر جو آپ دیکھتے۔ ہمارا تو ایمان ہے۔

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو ہو گا وہ تیرے کرم سے ہو گا
(۲۵) ترجمہ : ”ایمان نہ ہو کہ کافر لوگ جسد کر کے تم کو ایمان سے منحرف کر دیں۔ کیونکہ ان میں سے ایمان والوں کے بہت سے دوست ہیں۔“ (آیت ۱۱۰)

اب دیکھئے خدا ہی ان کو یاد دلاتا ہے کہ تمہارے ایمان کو کافر لوگ نہ گرا دیں۔ کیا خدا ہمہ دان نہیں ہے؟ ایسی باتیں خدا کی نہیں ہو سکتی ہیں۔

(۲۵) مدقق : یہ دوسرا مقام ہے کہ ہم یا آواز بلند کہتے ہیں کہ بھولے سوائی جی کو انسانیت بلکہ فہم سے بھی کوئی مطلب نہ تھا۔ اس فقرہ کا ترجمہ معلوم نہیں پڑتا۔ جی نے کہاں سے نقل کیا ہے۔ ہمارے عربی قرآن میں نہ تو اس ترجمہ کی کوئی آیت ملتی ہے اور نہ حرم قرآن میں یہ ترجمہ ہے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ پڑتے ہیں بگھر ام ہی میں یہ کمال ہے کہ اپنی طرف سے ترجمہ میں نہیں لکھنا چاہا

پڑتے ہیں بگھر ام سے رسالہ ثبوت صحیح میں قرآن سے صحیح ثابت دیتے ہوئے یہ آیت بھی کہیں سے ولا عذاب ليطبق بغير حجة الا اقم امثالکم میں لائے ہوئے ہے کہ جس قدر جالہ رہیں یہ بھی تمہاری طرف سے ثابت ہیں۔ یہ کہ اس سے پڑتے ہو کہ لا اقام نہ پڑتا تھا اس لئے اس نے تمہیں کائنات کا جو کچھ نہ ہو گیا کہ یہ بات واضح نہیں ملتی تھی۔ ”اسی طرح یہ بات اشارہ کیا ہے۔“

کر جناح کا ثبوت دیا تھا۔ مگر ستیا رتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دراصل سوانی جی جیسے دھرم میں نیکو کام کے گرو تھے۔ اس چالاکی میں بھی وہ آپ ہی سے فیضیاب تھا۔
محقق جی کے دل کا حال تو خدا کو معلوم ہے کہ اس سوال سے ان کا مطلب کیا تھا۔
ہاں جس آیت کا نمبر لگایا ہے وہ یہ ہے غور سے سنو!

اقْبِسُوا الصَّلٰوةَ وَاَقِمُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لَا تُنْقِبْكُمْ مِنْ خَيْرٍ
تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ ط

ترجمہ ”یعنی خدا فرماتا ہے ”نماز پڑھتے رہو۔ زکوٰۃ دیتے رہو۔ جو کچھ بھلائی اپنے لئے پہلے سے سمجھو گے۔ اُس کو خدا کے ہاں پاؤ گے جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا اذیت دے رہا ہے۔“

اگر کوئی سماجی دوست پنڈت جی کا منقولہ ترجمہ ہمیں دکھائیں تو ہم مبلغ
صدر روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ❁

سماجیو! بنت نہ پھیلاؤ۔ سامنے آؤ۔ مرد میدان بنو۔ کہاں گیا تمہارا چو تھا اصول کہ
”جائے قبول کرنے اور بھولنے کے پھوٹنے میں بیک مستعد رہنا چاہئے۔“
اگر باقی کے دانت دکھانے کے اور۔ اور کھانے کے اور نہیں تو آؤ ہم دونوں
اس پر عمل کریں۔

تاسیہ روئے شو دھر کہ دروغش باشد

اس سے بڑھ کر ستیا رتھ کے ان مترجموں پر افسوس ہے جنہوں نے کتاب
ستیا رتھ کا ترجمہ کرتے ہوئے قرآن شریف مترجم کو سامنے تو رکھا مگر یہ نہ ہوا کہ جہاں
ترجمہ نہیں ملتا اس لہجہ کو گات ہی دیتے اور اگر گات دینے میں دوسری پارٹی کا خوف تھا تو
انہیں سے اس بارے میں خط و کتابت کرتے اور اگر وہ اس قابل نہ تھے یا اپنی باہمی
کدورت وغیرہ اس مشورہ سے مانع تھی تو جیسے اور متعدد مواقع پر حواشی لکھائے ہیں

ان مواقع پر بھی حواشی لگاتے اور صاف کہتے کہ سوامی سے غلطی ہوئی یا ان کو اردو خوانوں نے غلطی میں ڈالا۔ مگر یہ کرتے تو کیونکر کرتے۔ تحقیق سے غرض نہیں۔ انصاف سے مطلب نہیں سوامی جی کے ہاتھ میں باگ ہے جدھر چاہیں لے پھریں۔ جن کا یہ دو حرف اصول ہو۔

پھر زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا۔ بتوں نے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا۔ ان سے انصاف اور ایسی تصحیح ۱۲ میں خیال است و محال است و جنوں ایک ساتھی دوست نے کتاب پھینکے بعد بتلایا کہ سوامی جی سے آیت کے فہم بتانے میں غلطی ہوئی ہے۔ مگر اس ترجمہ کی آیت قرآن شریف میں ہے آخر اسی نے یہ آیت بتائی۔

وَذَكِّرْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرَوْهُ ثَوْنُكُمْ مِنْ بَعْدِ إِتْيَانِكُمْ
كُتُبًا رَا حَسَدًا مِنْ بَعْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَتَابَعَتِهِمْ لَهُمْ الْحَقُّ
دوست نہ کور سے جس طرح قیقل ہوا اسے تو دہی جانتا ہے مگر عام ناظرین کی خاطر اس آیت کا ترجمہ نقل کرنا کافی ہو گا۔ اللہ فرماتا ہے۔

”ہمت سے اہل کتاب پر دوسرا دیکھو کہ تم کو ایمان لانے کے بعد محض اپنی
خدا اور حد سے باوجود ان کا ہر وہ جانتے کے کا فرمانا نہیں۔“

اگر سوامی جی کی مراد یہی آیت ہے تو بتلایئے اس آیت سے خدا کی حمد و ثناء
بابت ہوتی ہے یا بے ہمتی؟ سماجیو! چوتھے اصول کو یاد کر کے بتلانا۔ سچ ہے۔

کل است سعدی و دور چشم دشمنان خارا است
۱۲۶) ترجمہ : ”تم جد ہر منہ کرو۔ اور ہر منہ اللہ کا ہے۔“ آیت ۱۱۶

۱۲۶) محقق : اگر یہ بات سچی ہے تو مسلمان قبلہ کی طرف منہ کیوں
کرتے ہیں اگر کہیں نہ ہم کو قبلہ کی طرف منہ کرنے کا

سم ہے تو یہ بھی ٹھم ہے کہ چاہے جس طرف کو منہ کرو۔ کیا ایک بات سچی اور دوسری
جھوٹی ہو گی؟ اور اگر اللہ کا منہ ہے تو وہ سب طرف ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک منہ

ایک طرف رہے گا۔ سب طرف کیونکر رہ سکے گا۔ اس واسطے یہ بات ٹھیک نہیں۔

آیت کے معنی صاف ہیں کہ جب ہر گونہ کر کے دعا کرو گے
(۲۶) **مدقق** : خدا کی توجہ اور قبولیت پاؤ گے۔ ہمیں مظلوم سوامی جی کو

اعتراف کرنے پر کیوں ایسی رال ٹنگی جاتی ہے کہ بے سوچے سمجھے نمبر پر نمبر بدھا کر اپنی
ودیا کا ثبوت دیئے جاتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے جو ہم نے بتلایا۔ تمنا کے وقت میں
کعبے کی طرف رخ کرنا الگ حکم ہے۔ اس کو اس سے تعلق نہیں وہ ایک خاص وقت
ہے۔ یہ عام دعا کا وقت ہے۔ زیادہ تفصیل نمبر ۳ میں آئے گی۔ اللہ کے منہ سے مراد
توجہ اور قبولیت ہے چنانچہ ہم نے ترجمہ کر دیا۔ فافہم

(۲۷) **ترجمہ** : "جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ
کچھ کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اس کو کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ

اسے کہتا ہے کہ ہو جاوے۔" (آیت ۱۱۸)

بھلا جب خدا نے حکم دیا کہ ہو جا۔ تو یہ حکم کس نے سنا؟
(۲۸) **محقق** : اور کس کو سنایا گیا اور کون بن گیا؟ کس مادہ سے بنایا

گیا۔ جب یہ نکلنے ہیں کہ آفرینش کے پہلے سوائے خدا کے کوئی بھی وہ سری چیز نہ تھی تو یہ
دنیا کہاں سے ہوئی علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا تو اتنا بڑا جہان علت کے بغیر کہاں سے ہو
گیا یہ بات صرف لڑکپن کی ہے۔

اس فقرہ میں سوامی نے مادہ کے متعلق سوال اٹھایا ہے
(۲۹) **مدقق** : یعنی مسلمان جو آریوں کی طرح مادہ کے قائل نہیں تو

دنیا کس چیز سے بنی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس فقرہ میں کسی قدر تفصیل سے مادہ کے حالات
بتلا دیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا۔ سائنس کے مسئلہ اصول سے کام لیں گے اور
ناظرین کو دکھادیں گے کہ آریوں کا دعویٰ۔

"جہاں سائنس کی روشنی پڑے گی وہاں تو یہ و حرم کا جملہ اس سے پہلے لڑا ہے۔"
کہاں تک ثبوت رکھتا ہے۔ مگر اس تقریر سے پہلے آیت موصوفی کا مطلب بیان
کرتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک جلدی سے جلدی کسی کام کا ہو جانا
اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ تم اس کا تصور ذہن میں لاتے ہی اس کو ہونے کا حکم کرو۔

اور وہ ہو جائے۔ مثلاً کسی مکان کا نقشہ ذہن میں سمایا اور تم نے اس کی تیاری کا حکم دیا۔ وہ فوراً ہو گیا۔ اسی طرح سمجھو کہ خدا کے کام جلدی ہوتے ہیں۔ ان میں کسی چیز کی روک ٹوک نہیں کوئی ان میں مانع آسکتا ہے۔ جس کام کو جتنے وقت میں وہ کرنا چاہے اتنے ہی وقت میں ہوتا ہے ناممکن ہے کہ تخلل ہو سکے یہ نہیں کہ خدا اس کو کن کہتا ہے کن کہنے میں تو دو حرف بولنے کی دیر لگتی ہے۔ وہاں تو ارادہ ہی ہوا اور مشغول حاضر (دیکھو تفسیر بیضاوی وغیرہ)

پس اس کے بعد ہم سوامی جی کی طرف روئے سخن پھیرتے اور سوال کرتے ہیں
چندت جی نے مادہ کی کیفیت اور ماہیت جو بتلائی وہ یہ ہے۔

سب سے لطیف جزو جو کانا نہیں جاتا۔ اس کا نام پرمانو ہے۔ ساتھ پرمانوؤں کے ملے ہوئے کا نام انو۔ دو انو کا ایک دو نیک جو کثیف ہوا ہے۔ تین وہ نیک کی آگ چار دو نیک کا پانی پانچ دو نیک کی مٹی۔ (ستیارتھ صفحہ ۲۹۸، سلسلہ ۸، نمبر ۵)

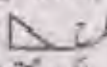
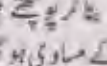
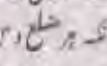
سوامی جی کے اس کہنے سے کہ وہ کانا نہیں جاتا۔ صاف سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنی عدم قابلیت سے نہیں کٹ سکتا یا کوئی آلہ اس کے کاٹنے کے مناسب نہیں ملتا جو اس کو کاٹ سکے کوئی نفسہ اس میں کٹنے کی قابلیت ہے۔ صورت ثانیہ یعنی وہ قابلیت تو کٹنے کی رکھتا ہے۔ مگر ایسا باریک آلہ کوئی نہیں مل سکتا۔ جس سے اس کو کاٹا جائے۔ ثابت ہوا کہ پرمانو اپنے وجود میں تو مرکب ہیں۔ مگر جو عدم آلہ تقسیم کے مستقیم نہیں ہو سکتے پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

”جو اتصال سے پیدا ہوتا ہے وہ انڈی ابدی بھی نہیں ہو سکتا۔“ (ستیارتھ پر لکاش صفحہ ۵۵، سلسلہ ۱۲، نمبر ۶۲)

نتیجہ یہ ہے کہ سوامی جی جس مادہ کو قدیم کہتے ہیں۔ وہ خود ان کے قول سے حادث (نویں) بن گیا۔

اور اگر صورت اول ہے یعنی ان پرمانوؤں میں جن کو آپ دنیا کا مادہ مانتے ہیں۔ تقسیم کی استعداد اور قابلیت ہی نہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسے پرمانوؤں کا وجود ہی نہیں ہو سکتا کیوں؟ غور سے سنئے!

اقلیدس کی بیسویں شکل کا دعویٰ ہے کہ ہر ایک مثلث کے دو ضلع تیسرے سے

ضرور ہونے اور عروسی شکل کا دعویٰ ہے کہ مثلث قائم الزاویہ کے ضلع مقابل قائم الزاویہ پر جو مربع بنے گا وہ دوسرے دونوں کے مجموعہ کے برابر ہو گا۔ پس اسی اصول کو مد نظر رکھ کر ہم ماہوہ کے دس اجزاء کی لکیر اس طرح  اس کے ساتھ لگا کر تیسرا ضلع ان دونوں پر اس طرح  لگاتے ہیں اور بعد ازاں تینوں مضلعوں پر مربع اس طرح  بنا کر پوچھتے ہیں کہ بتائیے بقلم عروسی ضلع الف کا مربع ضلع ب اور ج دونوں کے مجموعہ کے مساوی ہو گا اور اس میں تو شک نہیں کہ مربع ب اور ج ہر ایک سو سو اجزاء کا ہے کیونکہ ہر ضلع دس دس اجزاء سے مرکب ہے۔ ۱۰ اور دس دہا کے سو ہیں مربع الف کا بقلم عروسی دو سو اجزاء کا ہو گا۔ اور پوچھ کر صحیح نہ دے نہ پذیردو سو کے ہر ایک ضلع میں کسر ہو گی۔ یعنی مربع کلاں کا جو مقابل زاویہ قائمہ کے بنا تھا کوئی ضلع بنا کر سالم اجزاء سے مرکب نہ ہو گا۔ پس جن اجزاء کی کسر ان میں ہو گی وہ تقسیم ہونے لگے۔ جس سے باقی اجزاء کا قابل تقسیم ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ نوع سب کی ایک ہی ہے اور قابل تقسیم کا حادث ہونا تو بدیہی امر ہے جسے آپ بھی صطحہ ۵۵ پر مان چکے ہیں۔ پس ماہوہ کا حادث اس دلیل سے بھی ثابت ہوا۔

اور سنئے! اس سے بھی آسان طریق لیجئے اور پرماتو (جزو لا متجزی) کو ہم اس طرح (۱۰۰) بنا کر رکھیں گے۔ ان سے اوپر تیسرا پرماتو اس طرح (۱۰۰) بنا کر کر پوچھیں گے کہ تیسرا پرماتو دونوں طرف ملتا ہے یا ایک طرف۔ ایک طرف ملنے سے وسط میں نہ ہو گا۔ ہم نے تو وسط میں رکھا ہے اور اگر دونوں طرف ملتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ اس کی دو طرحیں ہوں گی۔ جن سے اس اوپر والے کی تقسیم لازم آئے گی۔ پونکہ نوع سب کی ایک ہے اس لئے سب کی تقسیم اور ترتیب لازم آئے گی۔ اسی تقریر کو اور آسان لفظوں میں سنئے کہ ہم تین پرماتوں کو اس طرح (۱۰۰) اور سہائی دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ درمیان کا پرماتو دونوں طرف ملے گا یا نہیں؟ اگر دونوں طرف ملے گا تو تقسیم اور ترکیب لازم آئی اور اگر باوجود درمیان ہونے کے دونوں طرف نہیں ملتا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کیت اطول عرض نہیں جب ایک میں نہیں تو باقی میں کہاں سے آئے گا کیونکہ نوع سب کی ایک ہے پس بتائیے کہ جس کے اجسام میں (جو پرماتوں سے مرکب ہیں) کیت اطول و عرض کہاں سے آئی۔ کیا ہمیشہ سے ہستی ہو نا ممکن ہے؟ (ستیا رتھ پر لکھی)

صفحہ ۲۸۲، مملاس ۸، نمبر ۱ اور کچھ کر جواب دیتا۔

اور سنئے! ہم آپ سے یہ بھی نہیں پوچھتے کہ آپ کا مادہ قابل تقسیم ہے یا نہیں؟ کچھ بھی ہو، ہمیں اس سے بحث نہیں۔ آج تو آپ بھی مانتے ہو گئے کہ مادہ ابتدائی حالت میں بھی کسی نہ کسی شکل سے متشکل تھا اور یہ امر تو بالکل ظاہر ہے کہ جس شکل سے بھی وہ متشکل ہو وہ شکل حادث ہوگی۔ کیونکہ اگر حادث نہ ہوتی تو زوال بھی نہ ہوتی۔ کیونکہ قدیم کو زوال نہیں۔ چنانچہ آپ بھی مانتے ہیں کہ۔

”ہم نے ابتدائی قدیم ہے۔ وہ بھی اور نہیں ہو سکتی۔“ ابستار تہذیب و تمدن صفحہ ۵۶۳ تا ۱۱۲

حالانکہ ہم اس کا زوال بدینی دیکھ رہے ہیں کہ حالت ترکیب میں مادہ کی پہلی شکل نہیں رہتی اور بعد ازاں بھی رد و بدل ہوتا ہے۔ پس جب تمام اشکال حادث ہیں اور یہ ضرور ہے کہ مادہ کسی نہ کسی شکل سے متشکل ہو۔ کیونکہ شکل نام ہے اس کیفیت کا جو کسی چیز کو یوحہ محدود ہونے کے عارض ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مادہ کے اجزاء اپنے وجود میں محدود ہیں۔ غیر محدود نہیں۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ مادہ کے اجزاء کسی حالت میں ہوں۔ جبکہ متشکل ہیں تو مادہ بھی حادث ہے کیونکہ مادہ بغیر کسی نہ کسی شکل کے ہو نہیں سکتا۔ اور اشکال تو سب کی حادث ہیں۔ کیونکہ زوال پذیر ہیں نتیجہ یہ ہے کہ مادہ کے اجزاء بھی جو کسی نہ کسی شکل کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ضرور حادث ہو گئے پس بتائیے کہ آپ کا مادہ کس مادہ سے پیدا ہوا تھا۔ وہ فیہ صافیہ فافہم

سائنس سے پہلے جھنڈا اڑانے والو! کہاں ہو۔ ان دلائل کو سوچو اور شکت جھنڈے کی مرمت کراؤ۔

پس جب تک آپ ان دلائل کا جواب نہ دیں۔ آپ کا حق نہیں کہ سوال کریں کہ خدا نے دنیا کو کس چیز سے پیدا کیا۔ ہاں بطور احسان ہم آپ کو آپ ہی کی کتاب سے اشتیاء کر کے بتاتے ہیں۔ سنئے!

ہمیشہ کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بنا کر رکھا ہے۔ پاؤں نہیں لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سرعت ہے۔ آنکھ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے۔ اس باطنی

نہیں۔ مگر قیام دنیا کو جانتا ہے۔ اور اس کو جس کے ساتھ جاننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ "استیوار حق پر کاش صفحہ ۲۲۲ نمبر ۷، نمبر ۱۳۹

اس سے بھی واضح الاستیوار کا پرمان سنو!

"اس پر ملاحظہ رہے کہ تقویٰ یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے رس کو نکھر مٹی بنایا۔ اسی طرح اگلی کے رس سے پانی کو پیدا کیا اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پر کرتی (مادہ) سے اور پر کرتی (مادہ) کو اٹھاتا (رستے سے پیدا کیا۔" (موجودہ استیوار اور حیات منہ راجہ بلو مکا سوہی دیپنند 'کیان پیدا' انش عالم)

پس جو اس منتر کا ترجمہ اور مطلب ہے۔ وہی ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ آسمان 'چاند' سورج وغیرہ انسانوں کی طرح کسی نہ کسی مادہ سے پیدا ہوئے۔ مگر آخر

کو وہ مادہ خدا نے بے مادہ پیدا کیا۔ کیا صحیح ہے۔ کسی موجود سے ایجاد کرنا نام رکھتا ہے۔ مگر لوحِ عدم پر نقش کرنا کام رکھتا ہے پس ہمارا عقیدہ صاف صاف یہ ہے۔

جب کچھ نہ تھا تب نرا کار تھا خلقت کو پیدا کر خدا تھا "جب ہم نے لوگوں کے لئے کعبہ کو بنائے تو اب اور

(۲۸) ترجمہ : امن دینے والی بنائی۔ تم نماز کے واسطے! براہیم کی

جگہ پکڑو۔" (آیت ۱۱۲۶)

کیا کعبہ کے پہلے مقدس جگہ خدا نے کوئی بھی نہیں بنائی (۲۸) محقق :

تھی۔ اگر بنائی تو کعبہ کے بنانے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ اگر نہیں بنائی تھی تو پھر سے پہلے پیدا ہونے والوں کو مقدس جگہ سے محروم ہی رکھا تھا پہلے نہ کو مقدس جگہ بنانے کی پادہ رہی ہوگی۔

(۲۸) مدقق :

جگہ ہے۔ "انسان کو کامل علم کے لئے اس طرح دلیل کرنی چاہئے کہ اس منتر (۱۱ آیت) کا مطلب کیا ہو گا اس طرح سوچے یا غرض کرنے کو ادا کرتے ہیں صرف منتر (۱۱ آیت) کے معنی میں دلیل سے منتروں کے معنی جان کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ بحث و موعظ کے مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق و ربط کو دیکھ کر معنی کرتے چاہئیں۔ ان منتروں اور

آپ ان لوگوں کو جو رشی اور ریاضت کرتے والے تھے ہیں اور نیز آپ ان کے
باطن والے جانوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (ہجو کا صفحہ ۱۵۲)

یہ بھی بالکل سچ ہے۔

"بہت لوگ ایسے عہدی اور حرد ہوتے ہیں کہ وہ عظیم کے خلاف فشاء کا ویل کیا
کرتے ہیں۔ خصوصاً وہ جب والے لوگ کیونکہ مذہب کے پاس خاطر سے ان کی عقل
تاریکی میں چھن کر رہا رہ جاتی ہے۔" (ہجو کا صفحہ ۱۵۲)

پس! اب ہم آیت کا ماقبل و مابعد بتا کر سوامی جی کی نسبت برائے لگانا ظہرین پر
چھوڑتے ہیں۔ ہمارے بتانے کی حاجت بھی نہیں۔ سوامی جی نے وہ الفاظ خود ہی نقل کر
دیئے ہیں یعنی - وَأَتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُضِلًّا جس کا مطلب یہ ہے کہ "بعد
تیار ہو جائے کعبہ شریف کے خدا نے حکم دیا کہ جہاں اس مسجد کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام نے
نماز پڑھی ہے۔ تم وہاں نماز پڑھو۔" اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کعبہ شریف ملک
عرب کی آبادی کے وقت بنا ہے اور اس وقت کے لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم
ہوا۔ اس کا کوئی ذکر نہیں کہ اس سے پہلے کوئی مقدس مقام تھا یا نہیں یہ تو پختہ جی کا
معمولی اجتہاد ہے۔ جو بحکم "ایجاد بندہ....." قابل پذیرائی نہیں۔

اور اگر ہم اس بات کے قائل ہوں کہ کعبہ شریف سب دنیا سے پہلے بنا اور وہیں
سے دنیا کی آبادی شروع ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باقی مائی کہیں تو معلوم
نہیں کہ سوامی جی کس دلیل سے ہماری تھکے چپ کر سکیں گے گو وہ اپنے خیال میں اس بات
کے قائل ہوں کہ دنیا کی ابتداء سب سے پہلے تبت میں ہوئی (ستیا رتھ پر کاش صفحہ ۲۹۵)
سماس ۸ نمبر ۱۳ جس پر کوئی دلیل نہیں۔ نہ ہی سوامی جی نے کوئی دلیل بتائی۔ لیجئے! ہم
بتاتے ہیں۔ سنئے!

إِنَّ أَوَّلَ يَلْبٍ وَضَعَ لِلنَّاسِ لِلذِّبْنِ بِيَكَّةَ

ترجمہ "سب سے پہلا عبادت خانہ جو دنیا میں لوگوں کے لئے بنایا گیا

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

وہ کعبہ ہے جو مکہ میں ہے۔"

بس اب تو کوئی اعتراض نہیں۔

(۲۹) ترجمہ: "وہ کون آدمی ہیں کہ جو ابراہیم کے دین سے پھر جائیں۔ لیکن جس نے اپنی روح کو جاہل بنالیا اور تحقیق

ہم نے دنیا میں اس کو پسند کیا اور حقیقت میں آخرت میں وہ ہی نیک ہیں۔" (آیت ۱۳۱)

(۲۹) محقق: یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ابراہیم کے دین کو نہیں مانتے۔

وہ سب جاہل ہیں؟ ابراہیم کو ہی خدا نے پسند کیا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ اگر دیندار ہونے کے پسند کیا تو دیندار اور بھی بہت سے ہو سکتے ہیں۔ اگر بلا دیندار ہونے کے پسند کیا تو بے انصافی ہوئی۔ ہاں یہ تو ٹھیک ہے کہ جو دھرماتما (دیندار) ہے وہی خدا کو عزیز ہوتا ہے۔" (ادھر می (بے دین) انہیں)

(۲۹) مدقق: سو امی جی کی بیباکی کی کوئی حد ہے؟ دیکھئے تو کیسے مہول سوال کرتے ہیں۔ چشم بدود۔ پلٹ ہی کی طرف سے

نیابت کسی نے خوب کہا ہے۔

نازک نکاحیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں
سو امی جی! یہ کیونکر ممکن ہے کہ۔

"وہ دونوں کا منکر، شک اور لہجہ ہے۔" (ستیا رتھ پ کاش صفحہ ۳۴) (۱۰) نمبر ۱۲)

یہ بھی بھلا ممکن ہے؟

"اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا کیا عقاد ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ تمہارا عقاد یہ ہے۔" (ستیا رتھ پ کاش صفحہ ۲۷۲) (۸) نمبر ۸)

یونہی "اگر تمہارے کاشوق نہ ہو تو قرآن شریف ایسا مضمون آپ بتلاتا ہے۔ کیا اسی آیت میں یہ لفظ نہیں "وَاللّٰهُ فِی الْآخِرَةِ لَیْسَ الصّٰلِحِیْنَ (یعنی ابراہیم آخرت میں نیکو کاروں سے ہے) جس کا ترجمہ سو امی جی نے کسی بڑھیا سے سن کر بول کر دیا کہ "اور حقیقت میں آخرت میں وہ ہی نیک ہیں۔" (مفرد کو جمع کی صورت میں بدل کر باحق تاج کا ثبوت دیا۔ مگر سچ بھی کیا ہی جاوے کہ آخر کسی نہ کسی جرایہ میں منہ سے نکل ہی جاتا

ہے۔ چنانچہ آپ ہی لکھتے ہیں ”جو دہرہ رہتا ہے وہی خدا کو عزیز ہے اور ہر کی نہیں۔“ بیشک! **عَنِ اِنَّ الْبَرَّاهِمِمْ لِحَلِيْمٍ اَوْاٰهٌ مُّبِيْنٌ اِيْرَ اِيْمٍ يَزَاوِرُوْا رُوْرَ سِيْدِهِ خُدا** کی طرف رجوع کرنے والا تھا) پس یہی اس کے پٹے جانے کی وجہ ہے۔

”تحقیق ہم تیرے منہ کو آسمان میں پھرتا دیکھتے ہیں۔“

(۳۰) ترجمہ: ضرور ہم تجھے اس قبلہ کو پھیریں گے کہ پسند کرے۔

اس کو بس منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر۔ جہاں کہیں تم ہو اپنا منہ اس کی طرف پھیر لو۔

(آیت ۱۳۵)

(۳۰) محقق: کیا یہ چھوٹی بات چستی ہے؟ نہیں نہیں بڑی۔

(۳۰) مدقق: ”بڑے ہی جاہل اور معتمد ہیں وہ لوگ جو منظم کے

خلاف منشاء کلام کے معنی کرتے ہیں۔ خصوصاً ہٹ

وحرری جن کی عقل مذہب کی تاریکی میں پھنس کر زائل اور معدوم ہو جاتی ہے۔“

(دیباچہ سیرت النبی پر کاش صفحہ ۷)

افسوس! باقی کے انت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہیں پٹہ ت جی واکر

یہ اصول صحیح ہے کہ ہر کلام کے وہی معنی صحیح ہیں جو منظم کی مراد ہے تو سنے! ہم آپ کو

منظم کی مراد بتاتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہیں۔ ایک ہی آیت پر غور کر لیا ہوتا۔ سما جیو!

غور سے سنو۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الَّذِيْ اَخْلَعَكُمْ مِنْ بَطْنٍ جُوعٍ وَامْتَنٰهُمْ

مِنْ خَوْفٍ

ترجمہ: ”ان مشرکوں کو چاہئے کہ خدا کی عبادت کریں جو بھوک میں

ان کو کھانا دیتا ہے۔ اور خوف میں ان کو امن بخشتا ہے۔“

سوامی جی! آپ کو اپنے بھائی ہندوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے اتنا خیال بھی نہ

آیا کہ وہ تو صاف اور صریح لفظوں میں انہی سے جن کے وہ بت سناٹے رکھتے ہیں۔ رعائیں

کریں اور انہی سے اپنی حاجات طلب کریں۔ کیا ہماری نماز کے الفاظ میں بھی کوئی لفظ ایسا

آپ کو ملا ہے۔ جس کے یہ معنی ہوں کہ ہم اس کعبہ سے حاجات طلب کرتے ہیں یا اس کو مخاطب بتاتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ کعبہ کا نام تک بھی ساری نماز کے الفاظ میں آپ کو نہ ملے گا۔ مطلب قرآنی تو بالکل صاف ہے۔ مگر اس کا کیا علاج ہو کہ۔

"نپاک یا ملن وہ کے جابلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (یسو، کا ص ۵۲)

منفصل دیکھنا ہو تو ہزار ہا سالہ نماز اربعہ دیکھو جس میں مسلمانوں 'آریوں' ہندوؤں 'عیسائیوں' کی عبادتوں کا مقابلہ دکھایا گیا ہے۔

(۳۱) **ترجمہ:** "جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، ان کے لئے یہ مت کہو کہ یہ مردے بلکہ وہ زندہ ہیں۔" (آیت

(۱۵۵)

(۳۱) **محقق:** بھلا خدا کی راہ میں مرتے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کیوں نہیں کہتے ہو۔ کہ یہ بات اپنا مطلب پورا کرنے

کیلئے ہے۔ یعنی یہ لالچ دیں گے۔ تو لوگ خوب لڑیں گے۔ اپنی فتح ہوگی۔ مارنے سے نہ ڈریں گے۔ لوٹ مار کرنے سے بیش و عشرت حاصل ہوگی۔ بعد ازاں گچھرے اڑائیں گے۔ اپنی مطلب پر آرہی کے لئے اس قسم کی الٹی باتیں گھڑی ہیں۔

(۳۱) **مدقق:** آج معلوم ہوا کہ پنڈت جی دل میں مصنفان و پد کو کچھ اور ہی سمجھتے ہیں۔ صرف اپنا مطلب سیدھا کرنے کو ان

کے الٹا م کے قائل ہیں۔ سنو!

پر میشور لکھتا ہے۔

"اے انسانو! تمہارے آید آتش گیر اسلحہ اور تیرے مکان، تمہارا وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بد کردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔" (رگ وید اشک ۱، ادھیائے ۳، اورگ ۱۸، منتر ۲)

بتلائیے! ایسی جنگ میں اگر آریہ مریں تو کس کی راہ میں مریں گے؟ پرمان تو پر میشور کا ہے پھر راہ کس کی؟ کیا یہ سچ ہے کہ یو نہی ہانپان وید نے گچھرے اڑانے کو پر میشور کا نام لے دیا۔ ورنہ واصل "مطلب صدق و گہرست" کیوں ہی سوای صاحب

ہے

بدن بولے زیر گردوں گر کوئی مہری سے
ہے یہ گنبد کی صدا بھی کسے ویسی سے
مفصل فقرہ دوم میں صفحہ ۱۶، ۱۷ کتاب ہذا دیکھو۔

(۳۲) ترجمہ

اور یہ کہ اللہ سخت تکلیف دینے والا ہے شیطان کے پیچھے مت چلو۔ تحقیق وہ واقعی تمہارا دشمن ہے اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ برائی اور بے شرمی کی اجازت دے اور یہ کہ تم کو اللہ پر جو تمہیں جانتے (آیت ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸)

(۳۲) محقق

کیا تمہارا خدا بدوں کو عذاب دینے والا اور نیکوں پر رحم کرنے والا ہے؟ یا مسلمانوں پر رحم کرنے والا اور دوسروں کو سزا دینے والا۔ مؤخر الذکر صورت میں وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا اظہار نہیں ہے تو جو آدمی جس جگہ و حرم کرے گا اس پر خدا کا رحم اور جو اوہرم کرے گا اس کو خدا سزا دے گا۔ ایسی حالت میں محمد صاحب اور قرآن کو شفع ماننا ضروری نہ رہا اور جو سب کو برائی کراتے والا ہر ایک انسان کا دشمن شیطان ہے اس کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا؟ کیا وہ آئندہ کی بات نہیں جانتا تھا؟ اگر کہو کہ جانتا تھا۔ لیکن آزمائش کے لئے بنایا تو بھی درست نہیں کیونکہ آزمائش کرنا محدود العقل کا کام ہے۔ بعد ان خدا سب روجوں کے اچھے برے اعمالوں کو بیٹھ سے ٹھیک ٹھیک جانتا ہے۔ اور اگر شیطان سب کو بہکتا ہے تو شیطان کو کس نے بہکایا؟ اگر کہو کہ شیطان خود بخود بہکایا جاتا ہے تو اور بھی خود بخود بہکائے جاسکتے ہیں۔ ورمیان میں شیطان کا کیا کام ہے؟ اور اگر خدا ہی نے شیطان کو بہکایا تو خدا شیطان کا بھی شیطان ٹھہرے گا۔ ایسی بات خدا کی نہیں ہو سکتی۔ اور جو کوئی کسی کو بہکتا ہے وہ بد صحبت اور لاعلمی کے باعث خود گمراہ ہو جاتا ہے۔

(۳۳) مدقق

بیشک خدا مسلمانوں پر بشرطیکہ پابند احکام اسلام ہوں رحم کرے گا اور کافروں پر جو خدا کے احکام کی تکذیب

پر کمر بستہ ہوں۔ ذلک کی مار ڈالے گا۔ اگر اس کا نام طرف داری ہے تو تھلائے! کوئی شخص دید کا منکر ہو تو پریشور کے نزدیک کیوں ناسک اور ملحد ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴، ۳۵، ۳۶) (۱۰) نمبر ۲ اور یکے چٹت جی کی چالاکی لکھتے ہیں۔

”جو آدمی جس جگہ دھرم کرے گا۔“ بھلا اس سے کون منکر ہے۔ آپ ہندوستان میں رہ کر مسلمان ہوں اور احکام اسلام کے پابند رہیں اور ایک آدمی مکہ شریف میں ہو۔ دونوں کو برابر اجر ملے گا۔ یہ تھلائے! دید کے مخالف رہ کر کسی اجر کا مستحق ہے؟ ستیارتھ پرکاش ص ۲۷۲، باب ۷، نمبر ۸۸) ملاحظہ کر کے جواب دیں قرآن اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سفارش کی کیا کم ہے کہ ان کے ویلے سے بہت سے کفار ناجائز راہ راست پر آئے گو بہت سے اپنے مرض الموت میں ہلاک اور تباہ بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

سوامی جی! کے بھولاپن کی گماں تک شکایت کریں بھلا پنڈت جی! پریشور کو یہ بھی معلوم تھا کہ غازی محمود غزنوی اور محمد غوری ہندوستان ہاں (انہی ورت) کی پاک سرزمین کو ڈھیں (مسلمانوں) سے خراب کر دیں گے۔ پھر ان کو پیدا ہی کیوں کیا اگر کو کہ پڑ جنم (تاج) کے مسئلہ سے ان کو ایسا ہی جسم اور حکومت ملنی ضروری تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ حکومت اور بادشاہی تو (بقول آپ کے) کسی نیک کام پر ملتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو پہلے نیک کرموں (عملوں) کا انعام ملتا ہے۔ پھر کیا خدا کو معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں بادشاہ اس انعام کو ایسی طرز سے برتیں گے کہ بہت سے پوتر آریوں کو اور ان کی پاک سرزمین کو تباہ کر دیں گے اور آریہ ورت میں اسلام کا جھنڈا لگاڑ دیں گے۔ اس سے بڑھ کر دیکھئے کہ بدھ کو بھی پیدا کیا۔ ”یک نہ شدد بدھ۔“ جس نے کروڑہا آریوں کو ناسک (دہریہ) بنا دیا۔ کوئی کون دھرم ہے؟ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۳۱، باب ۱۲، نمبر ۱۳۱)

سوامی جی! سنئے! خدا نے جو کچھ پیدا کیا۔ اس کی حکمت تو وہی جانتا ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اس نے ہر ذی عقل کو فاعل خود مختار بنایا ہے گو وہ بھی جانتا ہے کہ یہ شخص اپنی فاعل مختاری کو ضائع کر کے مستوجب سزا ہو گا۔ تاہم وہ شخص اپنے فضل و کرم سے اس کو

مطلع کرو رہا ہے۔ پھر جو کچھ اس کو کرنا ہوتا ہے کرتا ہے۔ اور اپنے اعمال کا نتیجہ پاتا ہے۔ اس میری تقریب پر آپ متیار تھے پر کاش میں دستخط کر چکے ہیں۔ سنے!

جس طرح یہ خود مختاری سے کام کرتا ہے اسی طرح طیم کل ہونے سے ایثار جانتا ہے۔ اسی طرح جو کام کرتا ہے۔ یعنی ایثار ماضی، مستقبل اور حال کے علم میں اور تجویز دینے میں خود مختار ہے اور یہی کس قدر زمانہ حال کے علم میں اور کام کرنے میں خود مختار ہے ایثار کا علم اذی ہونے کے باعث فعل کے علمی طرح مزادینے کا علم بھی اذی سے ہے اس کے یہ وہی علم ہے جس نے لیا فعل کا علم بچا اور سزا دینے کا علم کسی بمقام ہو سکتا ہے "پس اس میں کوئی بھی نقص نہیں۔" ۲۵۳ "مقام" ۷ "نمبر ۱۵۲

پس! خدا نے شیطان کو پیدا کیا اور وہ جانتا تھا کہ بندوں کو وہ غلامی کا نام اس نے محض اپنی مرئی سے اعلان کر دیا۔

فَمَنْ يَمْلِكُ مِنْهُمْ فَمَنْ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءُ مَنْ فُوزًا إِنَّ
عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

ترجمہ "اے شیطان جو تیرے تابع ہو گئے۔ تم سب کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ میرے نیک بندوں پر تیرا تصرف ہرگز نہ ہو گا۔" یا وہ ہے کہ شیطان کسی کو ہاتھ سے پکڑ کر گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ محض بد راہی بھلا دیتا ہے چنانچہ وہ خود قیامت کے روز گمراہیوں کو جب وہ اسے الزام دیں گے بطور جواب کہے گا۔

مَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ
لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلْتَلْمِظُوا أَنْفُسَكُمْ

ترجمہ "میرا تم پر قدرت تھا میں نے تو تم کو بلایا تھا تم نے میری بات کو قبول کیا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو۔ بلکہ اپنے آپ کو کرو۔" لوگ خود بخود بد راہی اختیار کرتے ہیں۔ ہاں اس کی شیطنت کو اتنا ہی دخل ہوتا ہے۔ جتنا کہ کسی بد صحبتی کا اثر ہو سکتا ہے۔ پس سے بجز آپ کے شاید کوئی بھی منکر نہ ہو تاہم یاد رہے کہ یہ انھوں نے شیطانی بھی اسی وقت ہوتا ہے۔ جب آدمی خدا سے تعلق نیاز توڑ لیتا ہے اور اپنی مستی اور جہالت میں پھنس کر جاہودہ جاتا ہے۔

سنو!

لَا تَحْكُمُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ

ترجمہ "تم مسلمانو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے
خدا نے ان کی باتوں کی فکر ان کو بھلا دی وہی بدکار ہیں۔"

اس مضمون پر ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں آپ بھی دستخط کر چکے ہیں۔ جہاں
بودھوں کی گمراہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"انہوں نے کس درجہ اپنی اور دوسروں کی ترقی کی باتوں کی غفلت ان کے سوا
اور کسی اور ہی نہیں سنی۔ یقیناً یہی ہوتا ہے کہ وہ بدو راہیوں کی مخالفت کرنے کا ان کو
میل نہیں ملتا ہے۔" (صفحہ ۵۳، مدار ۱۲، نمبر ۱۶)

کیا مضمون ان ﴿عِبَادِیْ لَئِنْ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ کا مطلب نہیں
دیتا؟ پس آپ کا فرمانا کہ شیطان کو کس نے بھگایا وغیرہ بالکل شیطانی حماقت ہے۔
یہ بحث کسی قدر غیر اہم گزیر چکی ہے سو رقیعت کو ضرور دیکھو۔

﴿عِبَادِیْ لَئِنْ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ کا حرام ہے اور
نم پر مردار، لہو اور گوشت سور کا حرام ہے اور
سوائے اللہ جس پر کچھ پکارا جائے، (آیت ۱۷۳)

یہاں پر سوچنا چاہئے کہ کوئی جانور خود بخود مردار ہو یا
مردار کے مارنے سے دونوں حالتوں میں وہ مردار
﴿عِبَادِیْ لَئِنْ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ﴾

ہے۔ ہاں ان میں کچھ فرق بھی ہے تو سات میں کچھ فرق نہیں اور جب سور کی
ممانعت ہے تو کیا انسان کا گوشت کھانا واسے کیا یہ بات اچھی ہو سکتی ہے کہ خدا کے
نام سے دشمن وغیرہ کو خدا اب دے کر اسکی جان لی جائے؟ اس سے تو خدا کے نام پر وہ
لگتا ہے۔ ہاں خدا نے بلا پورب جنم یعنی زندگی سابقہ کے گناہوں کے مسلمانوں کے ہاتھ
سے جانداروں کو خدا اب کیوں دلایا؟ کیا ان پر رحم نہیں کرتا؟ ان کو اولاد کی مانند
نہیں جانتا؟ جس جاندار سے زیادہ قائمہ چنے مثلاً گائے وغیرہ ان کے مارنے کی

۱۔ شیطان میرے خاص بدوں پر تمہارا ورثہ ہو گا

۲۔ اَسْرِ لَوْ اَنَّ قَلْبَهُ الْعِزْلُ

ممانعت نہ کرنے سے خدا دنیا کو نقصان پہنچانے والا ثابت ہوتا ہے اور ایذا رسانی کے گناہ سے خدا بدنام بھی ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں خدا اور خدا کی کتاب کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

(۳۳) **مدقق** : ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے

کھانے میں کیا فرق ہے؟ جو آپ ستیا رتھ پر کاشی صلی ۳۵۶ء (۱۰۱ھ) نمبر ۱۱۵ میں گوشت خور قوموں کے ہاتھ کا کھانے سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ شوروں ہندوؤں کی سچ قوم اس کے ہاتھوں کا پکا ہوا بلکہ ان کے برتنوں میں بھی کھانے سے کیوں منع کیا گیا ہے۔ ایسی وہم پرستی کی کیا وجہ ہے؟ خود مردہ جانور کے اندر تمام خون بند رہتا ہے اور مذیوح سے نکل جاتا ہے۔ جس سے اس کی حرارت میں فرق آ جاتا ہے۔ یہی فرق کافی ہے ایسا ہی سور و غیرہ بھی مضر صحت ہے۔ خصوصاً گرم ملکوں میں۔ آدمی کے گوشت کی حرمت دوسری آیتوں اور حدیثوں سے سمجھ میں آتی ہے۔ باقی مضمون کا جواب نمبر ۲۱ میں آپکا ہے۔ تا طرین ورق الٹ کر غور سے دیکھئے۔

(۳۴) **ترجمہ** : ”روزہ کی رات تمہارے واسطے حلال کی گئی کہ

رغبت کرنا اپنی بیبیوں سے وہ تمہارے واسطے پر وہ ہیں اور تم ان کے واسطے پر وہ ہو۔ اللہ نے جانا کہ تم خیانت کرتے ہو۔ پس اللہ نے معاف کیا تم کو پس ان سے ملو اور رہو نہ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے یعنی اولاد۔ کھاؤ پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے واسطے کالے دھانگے سے سفید دھانگے کا رات سے جب دن نکلے (آیت ۱۸۳)

(۳۴) **محقق** : یہ تحقیق ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کا نہ جب جاری

ہو اتب یا اس سے پہلے کسی نے کسی پر رات تک سے پوچھا ہو گا کہ چاند راتن برت ہو ایک میت بھر کا ہوتا ہے اس کا طریق بیان کر دو۔ شاستر کا طریق یہ ہے کہ چاند کی کھانے کے گھنٹے پڑھنے کے مطابق تقوں کو گھٹانا بڑھانا اور دوپہر کے وقت کھانا کھانا چاہئے۔ اس کو نہ جان کر پورا تک نے کہا ہو گا کہ چاند کو دیکھ کر کھانا کھانا چاہئے۔ اس چاند راتن برت کو مسلمانوں نے اس قسم کا کیا لیا۔ لیکن برت میں مجامعت منع ہے۔ ہر ایک ان کے خدا نے بڑھ کر کہہ دی کہ تم رات کو مجامعت بھی کیا کرو اور

رات میں جتنی دفعہ چاہو کھاؤ۔ بھلا یہ روزہ کیا ہوا؟ دن کو نہ کھایا رات کو کھاتے رہے۔ یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا۔

(۳۴) مدقق: سوامی جی! جھوٹ بولنا سب مذہبوں میں ہر ہے۔ قرآن شریف میں تو اس پر لعنت آئی ہے۔ مگر

”افسوس بہت بدی مذہب کی تاریکی میں چھن کر عقل کو ذائل کر دیتے ہیں۔“ (استیارتھ صفحہ ۷)

پنڈت جی نے یہ سمجھا کہ جس طرح میں (پنڈت) نے ہندوؤں سے نئے شائے ستیا رتھ پر کاش طبع اول میں شراوہ کو چائے لکھا اور جب اس کی غلطی معلوم ہوئی تو دوسرے طبع میں اس کی تصحیح کر کے غلطی کاتب کے منہ پر قحوپ دی۔ اسی طرح یہ بھی ہو گا۔ کیوں نہ ہو۔ المیزان * یقیناً علی نقیبہ چونکہ آپ نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ اس لئے ہم بھی اس کا جواب نہیں دیتے۔ آپ کو یہ بھی شاید معلوم نہیں کہ پورا ملک ہندو تو غازی اور ملک زیب رحمت اللہ علیہ کے زمانہ تک بھی سمندر چر کر عرب کا منہ نہ دیکھ سکتے تھے تو اس سے سینکڑوں برس پہلے کہاں نصیب؟

پنڈت جی! آپ تو خلاف قانون قدرت کے سخت منکر تھے اور ستیا رتھ پر کاش میں خلاف قانون قدرت کو محال جانتے ہیں اور نکلتے ہیں کہ خدا بھی خلاف قانون قدرت نہیں کر سکتا۔ اب کسی مسلمان نے نماز پڑھ کر دم کر دیا کہ آپ روزہ کو خلاف قانون قدرت کہہ بیٹھے ہیں۔ اگر خلاف قانون قدرت ہے۔ تو روزہ دار روزہ رکھتے کیسے ہیں؟ سماجیو! ذرا سوچ کر جواب دیجئے۔

(۳۵) ترجمہ: اللہ کے راہ میں لڑو۔ ان سے جو تم سے لڑتے ہیں مار ڈالو تم ان کو جہاں پاؤ قتل سے کفر برا ہے جہاں تک

ان سے لڑو کہ کفر نہ رہے اور ہوئے دین اللہ کا انہوں نے جتنی زیادتی کی تم پر۔ اسی یہ زیادتی تم ان کے ساتھ کرو۔ (آیت ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹)

(۳۵) **محقق :** اگر قرآن میں ایسی باتیں نہ ہوتیں تو مسلمان لوگ اتنا

بڑا عظیم ہو کہ غیر مذہب والوں پر کیا ہے نہ کرتے۔ بلا
قصہ رکھی کو مارنا سخت گناہ ہے۔ ان کے نزدیک مذہب اسلام کا قبول نہ کرنا کفر ہے اور
کفر سے قتل کو مسلمان لوگ اچھا مانتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ جو ہمارے دین کو نہ مانے گا۔
اُس کو ہم قتل کریں گے۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے ہیں اور مذہب کی خاطر لڑتے لڑتے اپنی
سلطنت و غیرہ کھو کر برباد ہو گئے۔ ان کا مذہب غیر مذہب والوں سے سخت ظلم کرنا سمجھتا
ہے۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ کیا چوری کا عوض چوری ہی ہے؟ جتنا نقصان ہمارا چور
و غیرہ چوری سے کریں کیا ہم بھی اُن کا چوری سے کریں؟ یہ بالکل بے انصافی کی بات
ہے۔ کیا کوئی جاہل ہم کو گالیاں دے تو ہم بھی اُس کو گالیاں دیں؟ یہ بات نہ خدا کی نہ
خدا کے معتقد عالم کی اور نہ خدا کی کتاب کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو صرف خود و غرض لا علم آدمی
کی ہے۔

(۳۵) **مدقق :** اس فقرہ نے تو ثابت کر دیا کہ سوامی دیا سنہ جی کا قول
سوئے سے لکھنے کے قابل ہے۔

"ہٹ دھرمی کی مثل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے۔" (۱) پانچ ستیا، تھارا
سوامی جی! مہاراج! اس آیت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ جو آپ نے بھی
نقل کئے ہیں اگر محض خدا اور ہٹ دھرمی غور نہیں کیا تو اب غور سے سنو! "اللہ کی راہ میں
لڑان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔"

پھر بھی آپ لکھتے ہیں کہ بلا قصہ رکھی کو مارنا سخت ظلم ہے۔ سچ ہے۔
"ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (۱) (۱۵۲ صفحہ ۱۵۲)
منفصل جواب جہاد کا نمبر ۲ میں صفحہ ۱۶۱ (۱) کتاب بڑا آچکا ہے۔

(۳۶) **ترجمہ :** اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے۔ فساد کو۔ اسے لوگوں کو
ایمان لانے ہو اور اُغل ہو بیچ اسلام کے (آیت ۲۰۳)

(۳۶) **محقق :** اگر خدا فساد نہیں چاہتا تو کیوں آپ ہی مسلمانوں کو
فساد کرنے پر آمادہ کرتا ہے؟ اور مفسد مسلمانوں سے

دوستی کیوں کرتا ہے؟ اگر مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہونے سے خدا راضی ہو گا ہے۔ تو وہ مسلمانوں ہی کا طرف دار ہے سب دنیا کا خدا نہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن کا بیان اس میں کیا ہوا سچا خدا ہو سکتا ہے۔

(۳۶) **مدقق:** سو امی جی کو ایذا دی تمہارے میں مزہ آتا ہے۔ جس سے جیلوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمیں تو ضروری

نہیں۔ اب نمبر ۲ میں دیکھ لو۔ ہاں اتنا ضرور بتلائیے کہ "وید کا منکر و ہر یہ تو نہیں"

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

(استیارتھ پگاش صفحہ ۱۳۳)

(۳۷) **ترجمہ:** "اور ان مدقق و تباہ جس کو چاہتا ہے" (آیت ۲۰۹)

(۳۸) **محقق:** کیا بلا گناہ اور ثواب کے خدا ایسے ہی رزق دیتا ہے؟ تو پھر انی بھلائی کا کرنا کیسا ہے۔ کیونکہ رنج و

راحت کا حاصل ہونا اس کی مرضی پر ہے۔ اس لئے دھرم سے منحرف ہو کر مسلمان لوگ اپنی من مانی کاروائی کرتے ہیں اور کئی اس قرآن کے فرمودہ پر اعتقاد نہ رکھ کر دھرم اتنا بھی ہوتے ہیں۔

(۳۹) **مدقق:** تھاج جو تک باطل ہے۔ اس لئے "نیاوی رنج و راحت کسی نیک اور بد کام کے عوض میں نہیں نیکی بدی کا

اصل عوض و دسری زندگی پر ہے بے آپ "پر لوگ" کہتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب کہ لی قوم نہایت سرکش کرے اور اپنے فرائض کو پورا نہ کرے تو خدا اس سے وہ نعمت چھین لیتا ہے۔ خود سے سنو!

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَقُولُ حَتَّى يَغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: "خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے عمل نہیں بدلتے۔"

(۴۰) **ترجمہ:** اور سوال کرتے ہیں تمہ سے حیض سے کہہ وہ ناپاکی ہے۔ پس کنارہ کرو عورتوں کو بیچ حیض کے اور رحمت

تزویدک جاؤ ان کے یہاں تک کہ پاک ہوں۔ پس جب نہالیں پس جاؤ ان کے پاس اس

یہ کہ حکم کیا تم کو اللہ نے جیسا تمہاری کھیتیاں ہیں واسطے تمہارے۔ پس جاؤ کھیت اپنے میں۔ جس طرح چاہو۔ تم کو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑتا۔ (آیت ۲۱۶-۲۱۸)

(۳۸) **محقق** : ایام حیض میں جماعت نہ کرنے کا حکم تو اچھا ہے۔ لیکن

عورت کو کھیت سے مشابہت دینا اور یہ کہنا کہ جس طرح چاہو۔ ان کے پاس جاؤ۔ انسان کی شہوت بھڑکانے کا موجب ہے۔ اگر خدا لغو قسم پر نہیں پکڑتا تو سب جھوٹ بولیں گے۔ قسم توڑیں گے۔ اس سے خدا جھوٹ کا اجراء کرنے والا ہو جائے گا۔

(۳۸) **مدقق** : کیسا نور کھا (یہ توقف ہے وہ منش آدمی ابو اپنا گھر شیعوں کا بنا کر دوسروں پر پتھر برساتا ہے۔ سا جیو!

سوامی جی کیسے بخش پاتی متعصب ہیں کہ جس قسم کا استعارہ وہ خود بولتے ہیں۔ اسی قسم کے استعارے والا کلام اگر قرآن میں ان کو نظر آجاتا ہے۔ تو فوراً مستعرض ہوتے ہیں۔ ستو! اور غور سے سنو!

عورت مر، کو حیان رکھنا چاہئے کہ ورج الفظ اکو بے جا سمجھیں تو کوئی اس میں قیمت چھ افظہ کو بیگانی عورت 'ورجی' اور سے مردوں کی صحبت میں کہتے ہیں وہ بے عقل ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسان یا مانی جاہل ہو کر بھی اپنے کھیت یا باغیچے کے سائے اور کہیں بیٹھ نہیں رہتے۔ جبکہ معمولی بیج اور چالی کا پیادہ ستر ہے۔ تو یہ شخص سب سے اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو برے کھیت میں کھاتا ہے وہ ہماری یہ توقف کراتا ہے کیونکہ اس کا چل اس کو نہیں دتا۔ "استیارتہ صفحہ ۱۵۶" "مس ۳" لبر ۱۱۳۳

بتلائیے! اس عبارت میں کھیت کس کو کہنا ہے اور درخت کس کو؟ کیوں جی! جی ہے؟ ناپاک باتوں کو علم نہیں ہوگا (بحرہ کا صفحہ ۵۲)

ہاں اب یاد آیا کہ سوامی جی اس فقرہ پر "جاؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔" کیوں ناراض ہیں۔ بیڈت جی تے تو عورت کو بھیجتی اس درجہ تک کہنا تھا کہ اگر مرد کے لفظ میں کمزوری ہو تو دوسرے سے اولاد لیکر خاندان کی وارث کر سکتی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے

تو یہ سمجھ کر جا سکتا ہے۔ کیا اس کا خزانہ خالی ہو گیا تھا؟ کیا اس کو ہندوئی پرچہ سوداگری وغیرہ میں مصروف ہونے سے خسارہ پڑ گیا تھا جو قرض لینے لگا؟ اور ایک کاودہ دینا قبول نہ کرنا ہے کیا یہ سب کو کاروں کا کام ہے ایسا کام تو دواہیوں یا فضول خرچوں اور کم آمدنی والوں کو کرنا پڑتا ہے خدا کو نہیں۔

(۳۹) مدقق

سودھی تی کا پرمان بالکل صحیح ہے۔

”انسان کو کامل علم کے لئے اس طرح دلیل کرنی چاہئے کہ اس منتر (یا آیت) کا مطلب کیا ہو گا؟ صرف منتر (یا آیت) اسلمھس دلیل اپنی انکل اسے منتروں (یا آیتوں) کے معنی بیان کر دینا ہوتی نہیں۔ سب تک انسان متقدم و متخلف کو سمجھنے کی عیادت حاصل نہ کر لے اور منتروں (اور آیتوں) کے معنی کو اچھی طرح صاف نہ کر لیں اور اپنے ہم جنسوں میں لحاظ مہارت علم قابل تعریف اور اعلیٰ درجہ کا علم نہ ہو جائے۔ تب تک وہ اچھی طرح فوغن و فکر کے ساتھ عمدہ دلیل سے دینا (یا قرآن) کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔“ جو کلام سلیمان علیہ السلام

نے فرمایا ہے۔

بعض ضدی لوگ خلاف منشاء منظم کے تاویل کرتے ہیں۔ (دیکھو ستیارتھ

پر قائل صفحہ ۷)

پس اگر منظم کے منشاء کے مطابق آگے پیچھے کو مار کر معنی کرنے صحیح ہیں تو سنئے!

قرآن مجید بتاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَنْتَظِرُ الزَّوْجَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ

ترجمہ ”خدا اسی جسے چاہے بزواج فراغ کرتا ہے اور جسے چاہے تک کرتا ہے۔“

یہ آیت ظاہری ہے کہ آیت زیر بحث میں قرض سے وہ قرض فراہم نہیں ہو سکتا جس میں ایک دوسرے سے لیا کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے یہ فراہم ہے کہ خدا ہندوؤں کو تائب دیتا ہے کہ تم نبی کے کاموں میں اپنے خرچوں کو ضائع نہ سمجھو بلکہ یہ سمجھو کہ ہم تمہارے قرض آیت ہیں جو اس کام میں لگی ہوئے ہیں کہ ہم کو عیادت کرے گا میری اس توجہ پر آپ جو کام میں دستخط کر چکے ہیں۔ جہاں لکھتے ہیں۔

جہاں معنی میں غیر امکان پایا جاتا ہے۔ وہاں استعارہ (مجاز) ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی راستہ کو عالم کسی سے یہ کہے کہ چنان (جہن کا پہلا) پوچھتے ہیں ایسا یہ ضرور سمجھی جائے گی کہ چنان پر چننے ہوئے انسان ہوتے ہیں۔ (صفحہ ۱۰)

پس جب قرآن شریف نے خود ہی بتا دیا کہ خدا اس کا دانا ہے وہی مالک ہے وہی خالق ہے۔ تو قرآن کے اصلی معنی ممکن نہ رہے۔ پھر آپ کا ان پر اعتراض کرنا اسے ہی قول کی تصدیق نہیں؟ کہ ”ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔“ (دیکھو جوہر کا صفحہ ۱۵۲)

”ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا جو اللہ چاہتا ہے نہ لڑتے ہو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔“ (آیت ۳۰) **ترجمہ :**

(۲۳۸)

کیا جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں وہ خدا ہی کی مرضی سے ہوتی ہیں کیا وہ ادھر م کرنا چاہے تو کر سکتا ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو وہ خدا ہی نہیں کیونکہ نیک آدمیوں کا یہ کام نہیں کہ صلح توڑ کر لڑائی کرادیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن خدا کا بنا یا اور نہ کسی وید اور عالم کا بنا یا ہوا ہے۔

سو امی جی! ہر ایک بات پر غور و فکر کرنا شرط ہے آپ کے رضا اور مشیت میں فرق نہیں سمجھا۔ جو کچھ دنیا

میں ہوتا ہے۔ خدا کی مشیت (ارادہ) سے ہوتا ہے۔ مشیت اس کے قانون کا نام ہے۔ بسا اوقات شاہی قانون پر عمل کرنے سے رضا حاصل نہیں ہوتی۔ کیا آجکل ممالک مغربی و شمالی کے مسلمانوں کا اردو ریفرنس میں ٹرانسفر کرنا میسوریل پر میسوریل دینا شاہی قانون کے مطابق نہیں؟ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ریفرنس گورنر ممالک مغربی و شمالی کے مقرر سے ہیں یعنی گورنمنٹ کے قانون کے مطابق ہیں۔ مگر جہاں تک ہمیں قرآن سے معلوم ہے کہ ریفرنس گورنر ممالک مذکورہ کی رضا اس میں نہیں یہ ایک مثال انسانی مشیت اور رضا کی ہے۔

یہ مثال بہت پرانی ہے جو پہلی طبع میں دی گئی۔ آجکل کی مثال سوانح کی طلب سمجھو جو کہ آئینی طریق سے انگریزی حکومت کے قانون سے ہے۔ مگر کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ اس پر راضی بھی ہے؟ تو نہ چاہتے ہو تو کسی سیاست دان سے پوچھ کر بتاؤ۔

اب سُنئے خدائی قانون۔ ایک ظالم کسی مظلوم پر حملہ کر کے تمام مال و اسباب چھین لیتا ہے۔ کئی طرح کے ظلم کرتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ قانون خداوندی کے مطابق وہ فعل ہوتا ہے۔ یعنی خدائی قانون ہے کہ زیر دست کمزور کو دبا سکے۔ خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔ پس کسی طاقتور کا کسی کمزور پر حملہ کر کے اس پر ظلم و ستم کرنا مطابق قانون خدا تو ہے۔ مگر کیا اس میں رضا خدا بھی ہے؟ سماجیو! سوچ کر جواب دینا۔

اور سنو جوان مرد جوان عورت جب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو دونوں کے دل میں جو جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ قانون قدرت کے ماتحت ہوتے ہیں اس کے بعد فریقین سے جو سرزد ہو جاتا ہے۔ جس کو ہر مذہب پرا جانتا ہے۔ وہ بھی اسی قانون قدرت کے ماتحت ہوتا ہے۔ تو کیا قانون قدرت کا بالکل (پرمیشور) ان افعال پر راضی ہے؟ سماجیو! نیوگ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لئے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

پس! آپ اس مختصر تقریر پر غور کریں اور آئندہ کو خدائی مشیت اور رضائیں فرق سمجھا کریں۔ پس اس فقرہ کی کہ۔ کیا بھٹی لڑائیاں ہوتی ہیں خدا ہی کی مرضی سے ہوتی ہیں۔ "یوں صحیح کیجئے۔" بھٹی لڑائیاں ہوتی ہیں خدا ہی کی مشیت (قانون) سے ہوتی ہیں۔" جس کا جواب ہم دیں گے۔ "ہاں۔" کیونکہ بغیر مشیت خداوندی کچھ نہیں ہو سکتا۔ "وَمَا تَشَاؤُنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ" کے بھی یہی معنی ہیں۔ قرآن کی آیت زیر بحث میں بھی یَشَاءَ کا لفظ ہے۔ جس کا وہاں تو (مصدر) مشیت ہے۔ ورت مان کال (مضارع) یَشَاءَ فقرہ "جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔" کے بھی یہی معنی ہیں کہ جو اس کا قانون مخلوق کے متعلق ہے اسی کے مطابق کرتا ہے۔ جو ایک طرح سے آپ کی تائید تھی۔ کیونکہ آپ بھی سپرنچرل (خلاف قانون قدرت) کو محال جانتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ اعتراضات کے شوق میں مست ہیں اس لئے اپنی تائید کی بھی تردید کرنے بیٹھ گئے۔ کیونکہ بتول آپ کے "ہٹ دھرم لوگ تاریکی میں پھنس کر عقل کو ذائل کر لیتے ہیں۔"

(دبیاچہ ستیا رتھ صفحہ ۷)

(۴۱) **ترجمہ :** "جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اُس کے لئے ہے۔ چاہے ﴿۱﴾ اُس کی کرسی نے آسمان اور زمین کو ہالیا ہے۔" (آیت ۲۵۰)

یعنی آسمان اور زمین پر اللہ ہی کی حکومت ہے۔ آج معلوم ہوا کہ شاہ صاحب موصوف نے ایسے صریح لفظوں میں کیوں ایسا ترجمہ کیا صرف آپ کے سمجھانے کو۔
ہاں پر میثور کے محیط کل ہونے کے معنی دورہ آپ کے لفظوں میں بیان کر کے
تھوڑا سا پرشن (سوال) اکوٹے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے۔

آپ ستیارتھ پر کاش میں الیٹور کے جنم (ولد) نہ لینے کی دلیل لکھتے ہیں کہ۔
اگر کوئی شخص اس لا نکھلا آتش (بویا آسان) اکوٹے کہ حمل میں سہاکیا مٹی میں رکھ لیا
کیا تو ایسا قول بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آتش غیر متناہی اور محیط کل ہے اسی واسطے
آتش نہ باہر آتا ہے اور نہ اندر جاتا ہے۔ اسی طرح پر میثور غیر متناہی اور محیط کل
ہونے کی وجہ سے اس کا آنا جانا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کسی کا پانا اور آنا اس تک
ہو سکتا ہے جہاں وہ نہ ہو۔ کیا پر میثور ررحم میں نہیں تھا تو اندر سے نکلا؟
الیٹور کے بارے میں ایسی بات علم سے بے بہرہ لوگوں کے سوائے اور کون
کہہ اور مان سکتا ہے۔ (ستیارتھ صفحہ ۳۲۹ 'مماس' نمبر ۳۵)

ان معنی سے جو محیط کل کا ترجمہ پنڈت جی نے کیا ہے (اگر ہماری سمجھ غلط نہ ہو) تو
ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سوامی جی پر میثور کو ایسا جانتے ہیں کہ جیسے پانی میں کھانڈ ہوتی ہے۔ جس
سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ دور نہیں کہ ان کے خیال میں پر میثور بھی مکھم (مسابی) 'پوڑائی'
گہرائی والا ہے۔ پس جو چیز لمبائی پوڑائی والی ہوگی۔ وہ قابل انفصال بھی ہوگی اور یہ تو
پنڈت جی بھی مانتے ہیں کہ قابل انفصال ایک وقت سے شروع ہو کر ایک وقت میں فنا
ہو جایا کرتی ہے۔ (مفصل تقریر نمبر ۱۶ میں دیکھو اور نتیجہ پاؤ)

دوسرا سوال یہ ہے کہ سوامی جی کی اس تقریر کے مطابق خدا محدود اور متناہی ہو
جائے گا اس لئے کہ حقوق خواہ کتنی ہی ہماری گنتی میں آن گت ہو تاہم واقع میں ان گنت
نہیں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ موجودہ دنیا کا آغاز تو ضرور ہے اور پنڈت جی بھی اسکا
شروع مانتے ہیں ستیارتھ صفحہ ۲۸ 'مماس' ۸ نمبر ۱۴۸) ہم تو اس کے سلسلہ کے بھی نمبر
۱۶ میں آغاز ثابت کر آئے ہیں) پس ضرور ہے کہ ایک وقت سے اس کی ابتدا ہو اور یہ تو
بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ پر میثور نے ابتدا میں جو چیزیں پیدا کی تھیں وہ بھی محدود
تھیں۔ ان پر ہر روز اور ہر گھنٹہ محدود ہی بڑھتی چلی آئیں۔ محدود پر محدود بڑھنے سے

محدود ہی رہے گا۔ آخر آج تک وہ سب کی سب محدود ہی ہیں۔ گو وہ ایسے درجہ تک پہنچ گئی ہوں کہ بشروں کا حساب اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ اس سے واقعی غیر محدود اور غیر متناہی نہیں ہو سکتیں۔ پس جب یہ کل دنیا ایک حد تک محدود ہے گو اس کی حد کو ہم نہ جانیں۔ پر میشور بھی اس کی تحدید سے محدود ہو گا۔ کون نہیں جانتا کہ پانی جب گلاس میں محدود ہے تو گھانا بھی محدود ہوگی پس یا تو آپ پر میشور کو محدود اور متناہی مانیں یا آپ اس دعوے کو کہ ”پر میشور غیر متناہی ہے۔“ (ستارہ محمدیہ کاش صفحہ ۲۳۵) سمجھیں اور واپس لیں۔

سائنس سے پہلے جھنڈا گاڑنے والے سماجیو! ان دلائل کو سوچ کر جواب دیا قبول کرو۔
www.only1or3.com
www.onlyoneearthree.com

(۳۲) **ترجمہ :** ”اللہ آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے۔ پس تو مغرب سے لے آ۔ میں جو کافر حیران تھا تحقیق اللہ گناہ گاروں کو راہ نہیں دکھاتا۔“ (آیت ۲۵۳)

(۳۲) **محقق :** دیکھئے یہ لاطینی کی بات ہے۔ آفتاب نہ مشرق سے مغرب اور نہ مغرب سے مشرق بھی آتا جاتا ہے۔ وہ اپنی محور میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اس سے تحقیق جانا جاتا ہے کہ قرآن کے مصنف کو علم ہیئت اور جغرافیہ بھی نہیں آتا تھا۔ اگر گنہگاروں کو راہ نہیں بتاتا۔ تو پرہیزگاروں کے لئے بھی مسلمانوں کے خدا کی ضرورت نہیں کیونکہ دھرماتنا تو دھرم کی راہ میں ہوتے ہی ہیں۔ جو گمراہ ہیں۔ ان کو راستہ بتانا چاہئے۔ اس لئے اس فرض کا ادا نہ کرنا قرآن کے مصنف کی بڑی لاطینی ہے۔

(۳۲) **مدقق :** ”جگہ ہے۔ نہ محقق بود نہ دانشمند“ چارپایہ برد کتاب ہے چند

مشرق اور مغرب سے فراوان مقام کا مشرق اور مغرب ہے۔ جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جن کا یہ کلام ہے۔ اگر کوئی کنارہ دنیا کا مشرق مغرب نہیں تو آپ کی جغرافیہ دانی معلوم اگر ہم زمین کی حرکت کے قائل ہوں اور سورج کو اپنے محور پر متحرک سمجھیں تو بھی مشرق مغرب جو دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کے مطابق ہر ایک شخص خصوصاً ایسے احمق

کے سامنے ہو خود بھی خدا بننا ہو۔ جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخاطب نمود تھا۔ جس کے جواب میں انہوں نے یہ فقرہ لکھا تھا۔ ایسے مشاہدہ سے دلیل لائی جاسکتی ہے۔ سوامی جی کی بلا کو غرض ہے کہ آگے پیچھے کو دیکھیں اور غور کریں۔ انہیں تو فقرہ مذکورہ بھومکا صفحہ ۵۲ کی تصدیق منظور ہے کہ ”جلد بازوں کو علم نہیں ہوتا۔“

سوامی جی! ہدایت و دھم پر ہے۔ ایک ہدایت تو وہ ہے جسے راہ نمائی کہتے ہیں۔ یہ تو سب بندوں کو برابر ملتی ہے۔ ایک ہدایت وہ ہے جسے توفیق خیر کہتے ہیں۔ وہ خاص برگزیدوں کا حصہ ہے۔ اس مضمون کو آپ نے بھی ستیا رتھ پر کاش کے کئی ایک مواقع میں ادا کیا ہے ایک موقع کے الفاظ یہ ہیں۔

جب آتما میں اچی اچا اور من خواں کو کسی شے محسوس میں لگتا ہے یا جس لمحہ میں آتما چوری و غیرہ سے یا رفاہ عام و غیرہ اچھے کام کرنا شروع کرتا ہے تو جیو کی خواہش اور علم و غیرہ چونکہ اس وقت اسی خواہش کی ہوئی چیز کی طرف جھکتے ہیں۔ اس لئے اس لمحہ میں جو آتما کے اندر رہے کام کے کرنے میں خوف تامل اور شرم اور اچھے کاموں کے کرنے میں بے خوفی عدم تامل غشی اور غلط پیدائش ہے وہ جیو آتما کی طرف سے نہیں بلکہ ”پرما تما (خدا) کی طرف سے ہے۔“ (ستیا رتھ صفحہ ۵۵ نمبر ۱۱)

اور سنے!

”پاپ کرنے کی خواہش کے وقت شک اور شرم پیدا ہوتی ہے وہ ستیا رتی پرما تما (خدا) کی طرف سے ہے۔“ (ستیا رتھ صفحہ ۵۵)

پس ایک وقت انسان کی بدکاری کا وہ آتما ہے کہ یہ شک اور خوف گناہوں پر اس کو نہیں ہوتا اور وہ بے کھٹکے گناہ کرتا ہے۔ بلکہ اپنے افعال قبیحہ کو اچھا جانتا ہے اسی مضمون کو آپ نے بھی نوٹے پھوٹے الفاظ میں بودھوں کی گہرائی کے سبب بیان کرتے ہوئے یوں ادا کیا ہے۔

انہوں (بودھوں) نے کس درجہ اودیا (جمالت) میں ترقی کی ہے جس کی نظیر ان کے سوا دوسری کوئی نہیں سکتی۔ یقین تو یہی ہوتا ہے کہ بودھا بودھوں سے مخالفت کرنے کا ان کو یہی نتیجہ ملا ہے۔“ (ستیا رتھ صفحہ ۵۳، پاپ ۱۲، البیر ۱۴)

سنو! قرآن انسان کی فطری حالت ظاہر ہے۔ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سِوَا الْوَحْدَةِ**

بَیِّنُ الشَّرِّ وَ قَلْبُهُ (یا در کھو کہ ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ آدمی کے دل میں پر وہ ہو جاتا ہے سمجھنے سے روک دیتا ہے)

سوالی جی! یہی وہ سوچ ہے جو آپ بحکمہ ۵۲ میں (جس کی عبارت ہم نے کئی دفعہ نقل کی ہے) لکھ چکے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔ ”و اگر رافضیت و خود رافضیت۔“

(۲۳) ترجمہ : کہا جانوروں سے لے ان کی صورت پہچان رکھ پھر ہر پتھر پر ان میں سے ایک ایک نکلا رکھ دے۔ پھر

ان کو بلا دوتے تیرے پاس چلے آئیں گے۔ (آیت ۱۲۶)

(۲۳) محقق : وہ وہاں دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبہ پاؤں کی طرح کھیل کر رہا ہے۔ کیا ایسی باتوں سے خدا کی

خدا کی ظاہر ہوتی ہے عقلمند لوگ ایسے خدا کو خیر یاد کہہ کر کنارہ کشی کریں گے اور جاہل لوگ جینسیں گے۔ اس سے بھلائی کے عوض برائی اس کے پلے پڑے گی۔

(۲۳) مدقق :

اس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ مِخْلٍ جَنَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ”چار جانور لیکر ان کو اپنے ساتھ بلاؤ۔ تم ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک پاؤں پر رکھو۔“ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کی طرف سے کہا گیا تھا کہ تم چار جانور لیکر اپنے ساتھ بلاؤ۔ پھر ان کو پاؤں پر رکھ کر اپنی طرف بلاؤ چونکہ وہ تم سے بڑے ہوں گے اس لئے تمہارے بلائے پر تمہارے پاس فوراً آئیں گے اس سے تم سمجھنا کہ خدا مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ وحشی جانور چند روزہ تمہاری موانست سے ایسے مانوس ہو گئے کہ تمہارے بلائے پر تمہارے پاس آئیں گے مخلوق تو ساری خدا سے فطری طور پر مانوس ہے پھر کیا تعجب ہے کہ خدا کے بلائے پر وہ اس کے حکم کی تعمیل کریں۔ بلکہ نہ کریں تو تعجب ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن شریف کے اصلی الفاظ کے ترجمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

جو ہوتا ہے وہ الگ باتوں پر ہوتا ہے۔ جس کے قائل خود ذمہ دار ہیں۔ قرآن ذمہ دار نہیں۔

(۳۳) **ترجمہ :** جس کو چاہے حکمت دیتا ہے (آیت ۳۳)

(۳۳) **محقق :** اگر جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے تو جس کو پس چاہتا حکمت نہیں دیتا ہو گا یہ خدا کی بات نہیں۔ بلکہ جو طرف داری چھوڑ کر سب کو حکمت کی ہدایت کرتا ہے۔ وہی خدا اور سچا واعظ ہو سکتا ہے۔ دوسرا نہیں۔

(۳۴) **مدقق :** اس فقرہ کو جو اب نمبر ۳۲ میں اور اس سے پہلے کئی دفعہ آچکا ہے۔ پندت جی کو نمبر شمارنی کا شوق چاہتا ہے۔

طاہرہ اس کے مشیت (مشاء) کے معنی نمبر ۱۳۰ میں ہم بتلا آئے ہیں۔ وہ کہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا۔ جس کو چاہے عذاب دے گا۔ کیونکہ وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔

(آیت ۲۸)

(۳۵) **محقق :** کیا بخشش کے مستحق کو نہ بخشا اور غیر مستحق کو بخشا غیر منصف یا دشاد کا سا کام نہیں ہے؟ اگر خدا جس کو چاہتا ہے گناہ گار یا دھرماتما بنا تا ہے۔ تو روح کو گناہ و ثواب کرنے والا نہ کہتا چاہئے۔ جب خدا نے اس کو ویسا ہی کیا تو انسان کو تکلیف و راحت بھی نہ ہونی چاہئے۔ جیسے سپہ سالار کے حکم سے کسی نوکرتے کسی کو مارا تو اس کا شرعہ حاصل کرنے والا وہ نہیں ہوتا ویسے ہی وہ بھی نہیں ہیں۔

① مطہر علی بن اس آیت سے نقل کیا ہے۔ ایسا کہ ایک ہی راہ میں آئے آئے دیکھے ہوئے ہیں کیا علی ہذا میں آج سے ان کو دل دیا ہے۔

(۳۵) **مدقق** : بھولے سوائی! یہ کس لفظ کا مطلب ہے کہ مستحق کو خدا نہ بخشے گا اور غیر مستحق کو بخشے گا۔ مشیت و عطا تو

(مصدر) کے معنی جس سے عطا و رت مان کال (مضارع) ہوتا ہے۔ نمبر ۴۰ میں ہم بتلا آئے ہیں۔ علاوہ اس کے اس سے پہلے بھی ایک موقع میں اس کا ذکر ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں۔ کہ جو لوگ اس کی بخشش کے قانون کے پابند رہے ہونگے یعنی مستحق ہونگے۔ ان کو بخشے گا اور جو نہیں رہے ہونگے ان کو نہیں۔ مگر "خدیووں کو علم کیا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲ دیکھو)

(۳۶) **ترجمہ** : "اس سے اچھی اور کیا پرہیزگاروں کو خبر دوں کہ اللہ کی طرف سے۔ بیشک ہیں۔ جن میں سرس پلٹی ہیں۔

ان میں ہمیشہ رہنے والی پاک مینیاں ہیں۔" (سورہ آل عمران: آیت ۱۳)

(۳۶) **محقق** : بھلا یہ بہشت ہے یا طواف خائف؟ اس کو خدا اکسایا

استریں (عورتوں) کا دلدادہ۔ کیا کوئی بھی عقلمند ایسی باتیں جس میں ہوں اس کو خدا کی بنائی ہوئی کتاب مان سکتا ہے؟ خدا اطرفدار ہی کیوں

کرتا ہے؟ جو مینیاں بہشت میں ہمیشہ سے رہتی ہیں۔ کیا وہ یہاں سے پیدا ہو کر وہاں گئی ہیں۔ یا وہیں پیدا ہوئی ہیں؟ اگر یہاں سے پیدا ہو کر وہاں گئی ہیں اور قیامت کی رات

میں سب کا انصاف ہو گا۔ اس محمد کو کیوں توڑا؟ اگر وہیں پیدا ہوئی ہیں تو قیامت تک وہ کیونکر گزارہ کرتی ہیں؟ اگر ان کے واسطے آدمی بھی ہیں۔ یہاں سے بہشت میں

جاتے مسلمانوں کو خدا مینیاں کہاں سے دے گا؟ اور جیسے مینیاں بہشت میں ہمیشہ رہنے والی بنائیں۔ دیے مردوں کو وہاں ہمیشہ رہنے والے کیوں نہیں بنایا؟ اس واسطے

مسلمانوں کا خدا ابھی بے انصاف اور بے سمجھ ہے۔

(۳۶) **مدقق** : سوائی جی کا ترجمہ یوں تو تمام و کمال نوبر ہوتا ہے۔ مگر اس

فقرے کے لفظوں نے تو ثابت کر دیا کہ سوائی جی کا

پرمان واقعی سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ ”بہت دھرمی کو عقل پر پتھر۔“ ادنیٰ پتھر
مستار تھ پر کاش صفحہ ۷) اللہ اللہ جس شخص کو اتنی بھی خبر نہیں کہ مبتدا اور خبر میں تمیز
کر سکے۔ معمولی آرد اور آردو سے ناگری کیا ہوا ترجمہ بھی صاف نقل نہیں ہو سکتا۔ تو
ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے علم و عقل کے مسائنے کہاں تک قرآن شریف پر جس
کو ہزار بار دوان (اہل علم) الہامی کتاب مانتے ہیں اور راہ نجات جانتے ہیں۔ غور و فکر کی
ہوگی۔ ہم ہر فقرہ پر یہ شکایت کرتے تو ایسی شکایت ہی سے کتاب بھر جاتی۔ ناظرین خصوصاً
ہمارے ساتھی دوست اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے ذرا اپنے سوامی کا ترجمہ منقولہ خصوصاً
جہاں ہم نے ترجمہ کی نقل پر اعتراض کئے ہیں۔ حرم قرآنوں سے مقابلہ کریں۔

فقرہ نمبر ۷ میں بھی سوامی جی نے یہی اعتراض کیا ہے۔ پنڈت جی کو اعتراضات
بدھانے کا ایسا شوق چڑا ہوا ہے کہ ایک ہی اعتراض کو کئی ایک مواقع پر کر کے سو رکھوں
میں نمبر شامی کراتے ہیں۔ قرآن شریف کا مطلب کسی عالم سے پوچھ لیا ہو؟ قرآن میں
اہل بہشت کیلئے ریسوں کا ہونا بیشک مذکور ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر سوامی جی کو
کیا سوال ہے؟ اگر خدا کسی نیک آدمی کو نیک بیوی کو بہشت میں اس کے ساتھ ہی جگہ
دے تو کیا قباحت ہے؟ ہاں جو نیک مرد بے نکاح مرے گئے ان کو ملاپ ان عورتوں سے ہو
گا جو ویسی ہی نیک اعمالی میں بے نکاح مرے گی یا خدا ان کے لئے بہشت میں ان کے
مناسب عورتیں پیدا کر دے گا یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اہل بہشت مردوں کو ایک عورت
سے زیادہ کی خواہش ہوگی تو اور عورت وہاں کی پیدا کنش سے اس کو مل جائے گا۔ پنڈت جی
نے چونکہ تمام مخالف قانون قدرت تجربہ میں گزاری ہے۔ اس لئے وہ جب سنتے ہیں کہ
اہل بہشت کو بیویاں ملیں گی تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ میں تو باوجود ایں ہمہ جد و جہد دنیا میں
بھی بے نصیب رہا۔ مسلمان اس لوگ (دنیا) کے علاوہ پلوک (آخری زندگی) میں بھی
کامیاب ہوئے جاتے ہیں۔ مگر یہ قصور کس کا؟

تیمدستان قسمت راجہ سودا از رہبر کامل

کہ خطرا از آب حیواں بخت سے آرد سکتہ را

باقی جواب نمبر ۷ میں ملاحظہ ہو۔

(۳۷) **ترجمہ :** "تحقیق اللہ کی طرف سے دین اسلام ہے۔"
(آیت ۱۶)

(۳۷) **محقق :** کیا اللہ مسلمانوں ہی کا ہے اور لوگ انہیں؟ کیا تیرہ سو برسوں سے پہلے خدا کا مذہب تھا ہی نہیں ۱۶ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں بلکہ کسی متعصب کا بنایا ہوا ہے۔

(۳۷) **مدقق :** ایک شخص نے ایک طوطے کی پرورش کی اور اسے "دریں چہ شک" کا لفظ ایسا ضبط کر لیا کہ ہر ایک بات کے جواب میں طوطا "دریں چہ شک" ہیسا کہہ دیتا۔ آخر ایک دفعہ مالک اس کو بازار میں بیچنے کو لے گیا اور خریدار کے پوچھنے پر سو روپیہ وصول کیا۔ خریدار کی تکرار پر مالک نے کہا کہ طوطا مہاراج سے پوچھ لو۔ طوطا رام جی جھٹ بول اٹھے کہ "دریں چہ شک" خریدار نے سمجھا کہ ایسا طوطا کہاں سے ملے گا۔؟ کہ فارسی میں ہر بات کا جواب دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پنڈت جی کو یہ لفظ ضبط ہے۔ کہ "مسلمانوں ہی کا خدا ہے۔ اور لوگ انہیں۔" مگر جب اپنے پر گزرتی ہے تو صاف کہ جاتے ہیں کہ "وید کا منکر نام سنگ (دہریہ ملحد ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۷۳۳ اور

"اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ تمہارا کیا اعتقاد ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے۔" (ستیارتھ پر کاش صفحہ ۷۷۲ "ملاس ۷" نمبر ۸۱)
تیرہ سو برسوں سے پہلے کا جواب نمبر ۱۱ میں ملاحظہ ہو۔

(۳۸) **ترجمہ :** ہر ایک روح کو پورا دیا جائے گا۔ جو اس نے کمایا اور وہ نہ قلم کئے جائیں گے۔ کہو یا اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے۔ جس کو چاہا ہے دیتا ہے۔ جس سے چاہا ہے چھینتا ہے۔ جس کو چاہا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہا ہے ذلت دیتا ہے۔ سب کچھ تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک چیز پر تو ہی قادر ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں بٹھاتا ہے۔ اور مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اور جس کو چاہا ہے بیشمار رزق دیتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں سوائے مسلمانوں کے۔ پس جو کوئی یہ کرے پس وہ اللہ کی طرف سے نہیں۔ کہہ جو تم چاہتے ہو اللہ کو تو پیر دی کرو میری۔ اللہ چاہے گا تم کو اور

تسارے گناہ معاف کریگا۔ تحقیق بخشنے والا مہربان ہے۔" اسورہ عمران: آیت ۲۱
۱۴

(۳۸) محقق : جب ہر روح کو اعمال کا پورا پورا شمار دیا جائے گا تو گناہ معاف نہیں ہو سکیں گے اور اگر معاف ہو گئے تو پھر شمار نہیں دیا جائے گا اور بے انصافی ہوگی اگر بلا نیک اعمال کے سلطنت دے گا۔ تو بھی غیر منصف ہو جائے گا۔ بھلا زکوٰۃ سے غراہ اور خرد سے زندہ کبھی ہو سکتا ہے۔ خدا کا انتظام مکمل اور لا ذوال ہے۔ کبھی اس میں تغیر تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھئے تعصب کی باتیں جو دین اسلام میں نہیں ہیں۔ ان کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ غیر مذہب کے عورتوں سے بھی دوستی نہ رکھنا اور بد مسلمانوں سے دوستی رکھنے کی تعلیم دینا خدا کے شایان نہیں۔ اس لئے یہ قرآن اور قرآن کا خدا اور مسلمان لوگ محض تعصب جمالت سے پر ہیں۔ اور مسلمان لوگ تاریکی میں ہیں اور دیکھئے محمد صاحب کی لیلہ کہ اگر تم میری طرف ہو گے تو خدا تمہاری طرف ہو گا۔ اگر تم تعصب سے گناہ کرو گے تو اس کی معافی بھی کریگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب کی نیت صاف نہ تھی۔ اور محمد صاحب نے اپنی مطلب برداری کے لئے یہ قرآن بنایا ہے۔

(۳۸) مدقق : "کیسے ہٹ دہری ہیں وہ لوگ جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو کھو بیٹھتے ہیں۔" اور پانچ ستیا رتھ کا شصفی نے ہر ایک کام کا پیرا پیرا لے لیا ہے جو حاکم نے مقرر کیا ہو۔ پس جن لوگوں کے نیک اعمال زیادہ اور بد اعمال کم ہو گئے ان کا بدلہ یہی ہے کہ وہ نجات دے دیں۔ غور سے سنو!

اَمَّا مَنْ حَقَّ قَوْلُ رَبِّهِ فَآثَمُهُ هَارِيَةً ۝

پھر یہ بھی قانون مقرر ہے کہ ایسے گنہگاروں میں سے جو جہنم کے قابل ہو گئے اگر وہی گناہگار خدا سے باغی یعنی مشرک ہیں تو کسی قدر سزا دیکھو ان کو بھی نجات مل سکے گی

۱۵ اس کے لئے اعمال ۱۹۱۹ کے دو کلمات دیکھئے
۱۶ اس کے لئے اعمال ۱۹۱۹ کے دو کلمات دیکھئے

تو اسے پڑھو ان اللہ لا یغفر ان یُشْرَکَ بِهِ وَیَغْفِرُ مَا دُونُ
ذَٰلِکَ لِمَن یَّشَاءُ ﴿۱﴾

پس آپ کے پہلے حصہ کا جواب آگیا۔ زندوں سے غمروں اور غمروں سے غمروں
پر روز نکلتے ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ کیا جن غمروں کو آگ میں جلاتے ہو وہ تم زندوں میں
سے نہیں تھے؟ اور پھر وہ مرد پیدا ہوتے ہیں وہ پہلے مردہ (بے جان مٹی) نہیں ہوتے؟
ایکسے قرآن شریف اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔

کَیْفَ تَکْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ أَفْوَاقًا ۖ فَآخِذْکُمْ
بِیْہِ

کافلوں کے لئے ہر بات کا مقدمہ ہو غمروں سے موقع مناسب دیکھا اور سوچنا ضروری ہے
اور نیز ناپاک باطن والے جالوں کو واقعی غم نہیں ہو گا (ہجوم کا صفحہ ۵۲)
کافر کہنے کا جواب فقرہ نمبر ۲۰ میں آچکا ہے۔ آپ اپنی خود (تعلیل بلا طائل) میں
مجبور ہیں تو ہم بھی اپنی عادت (اختصار) پر مجبور ہیں۔
غیر مذہب کے نیک لوگوں کے غم سے منع نہیں کیا۔ بد ان باتوں و باتوں سے
منع کیا۔ جن کا حال تم و خدا نے بتلایا ہے کان کھول کر سنو!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا
يَأْمُرُونَكُمْ خَيْرًا وَلَا رَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ تَدْبُثُ الْبَغْضَاءُ مِ
نْ أَفْوَاحِهِمْ وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْثَرُ لَكُمْ يَسَىٰ لَكُمْ الْآيَاتُ
www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

ان کُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۰﴾
ساجدو! ہجوم کا صفحہ ۵۲ کو جس کی عبارت ہم نے کئی دفعہ لکھی ہے دیکھو اور
قرآن کی داود و جو ایسی حرکات (انصافی سے کیے سخت لفظوں میں منع کرتا ہے۔

﴿۱﴾ شُرک سے خدا کی اچھا ہے، جو کسی کو دے دے الٰہی ہے۔

﴿۲﴾ یہ قرآن سے طرہ سے ہے۔ ہمارے گمراہ جان بھرتے ہیں کہ ان کے گمراہ کی جہنم

﴿۳﴾ سداغیر قرآن سے دوسری بات، جسے خدا نے اپنے ہی کی جس کرتے تمہاری کتاب سے غم

ہے جس خدا ان کے ۲۰ لکھتے ہیں، تمہارے ہی ہیں، جو خدا سے لے کر ان کے ان کی جہنم

ہاں سے لے کر ہے، ہم نے تم کو بتلایا ہے، اگر تم اس سے نہ گھرو

غور سے سنو!

لَمْ تَفْعَلُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ كَلِمًا مَقْلُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٠﴾

ہاں! سوامی جی! اگر آپ ایسے ہی صلح کل اور نرم طبیعت تھے کہ غیرت سب کے لوگوں کو اپنی طرف جانتے تھے تو پھر اسے بے زبان برہمنوں پر کیوں ایسے خفا ہے جو کھٹے ہیں۔

انہوں نے انگریز مسلمان پنڈت ال و فیرو سے بھی کھانے پینے کی تمیز نہیں رکھی۔ انہوں نے یہی سمجھا ہو گا کہ کھانے اور رزاق کا امتیاز توڑنے سے ہم اور ہمارا ملک سدھر جائے گا۔ لیکن ایسی باتوں سے سدھار کہاں آنا کا لہو تاتا ہے۔ "استیارتھ پرکاش" ص ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲ اور بھی غلطی کی پنڈت جی پرمان دیتے ہیں۔ آپ ادب اور بخت آریوں کی سستی، غفلت اور یا بھی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے بلکہ خود آریہ ورت (ہند) میں بھی اس وقت آریوں کو کامل آزاد اور خود مختار اور بے خوف راج نہیں دیا۔ جو کچھ ہے اس کو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہیں۔ کچھ تھوڑے سے راجہ خود مختار ہیں۔ جب بڑے ان آتے ہیں تب تک کے رہنے والوں کو کئی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے۔ کوئی کھائی کرے لیکن ہوا اپنے ملک کا راج ہو گا ہے وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ یعنی غیر ملکی راجہ راجہ اور امرا نہیں ہے۔ "استیارتھ پرکاش" ص ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲

گرو کل اور آریہ کالج کے حامیہ! سوامی جی کی جلی عبارت سے متفق ہو؟ پنڈت جی! مسلمان اور عیسائی خواہ کتنے ہی نیک ہوں ان کے ساتھ کھانا دوا نہیں ہاں مجھے یاد آیا۔ وید کی پابندی کے سوا کوئی نیک کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ۔
"وید کا منکر تاحک (دہری) ہے۔"

(استیارتھ پرکاش ممبر ۱)

یہ ساری باتیں سن کر انہوں نے غور کیا اور انہوں نے کہا کہ انہوں نے پہلے ہی بات کہہ دی تھی کہ انہوں نے

سماج وادوں پر انہوں نے غور کیا ہے۔

(۱۵۰) ترجمہ : "اس کو لکھا ہے کہ ہو۔ پس ہو جاتا ہے۔ اور مکر کیا کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اللہ بہت مکر کرنے والا ہے۔" (سورہ عمران: آیت ۴۲-۵۰)

(۵۰) محقق : جب مسلمان خدا کے سوائے دوسری کوئی چیز نہیں مانتے۔ تو خدا نے اس سے کہا اور اس کے کہنے سے کون ہو گیا۔ اس بات کا جواب مسلمان لوگ سات جہنم میں بھی نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ ملت کے بغیر معطل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلا علت کے معلوم کتنا ایسی بات ہے جیسا کوئی کہے کہ بلا اپنے والدین کے میرا جسم ہو گیا۔ جو ہو کا کھاتا ہے یا کھرو فریب کرتا ہے اور خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا تو درکنار شریف آدمی بھی ایسا کام نہیں کرتا ہے۔

(۵۰) مدقق : فقرہ ہذا میں حصہ اول مادہ سے متعلق ہے۔ جس کا جواب ہم فقرہ نمبر ۲ میں دے چکے ہیں۔ البتہ لفظ "مکر" میں چند بات مبی نے مکر کیا ہے۔ سو اگر جو مکنا مضغہ خود صفحہ ۵۲ پر نقل کرتے تو یہ غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی۔ مکر کے معنی لغت میں خفیہ حکم یا خفیہ تدبیر ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ کافروں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے میں خفیہ تدابیر کیں اور خدا نے اس کے بچانے کے خفیہ التکام جاری کئے اور خدا کی تدبیر سب پر غالب ہوتی ہے۔ چونکہ خدا کے سارے کام بندوں کی نظر سے عائب ہی ہو اگر تھے ہیں ورنہ بتلاویں کہ جان کنی کے وقت لیا خدا سامنے آکر تھپڑ مارا ہے؟ نہیں بلکہ ایسے خفیہ اسباب ہوتے ہیں جو اندر ہی اندر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ اسی لئے کیا مکتوبہ و مکتوبہ اللہ ہی معنی ہیں ان ربك لبالمز صاۃ اور آیت کا ترجمہ بحث کے۔

اصل یہ ہے کہ بعض الفاظ عربی کے عربی میں اتنی جتنی نہیں دیکھتے جتنی اردو میں آکھاتے ہیں۔ مثلاً جاہل جس کا ترجمہ نادان ہے یا احمق جس کا ترجمہ بھی نادان ہے عربی میں صیغہ استہی وزن رکھتے ہیں۔ جتنا اردو میں نادان رکھتا ہے۔ یعنی ایک معمولی سا اور

اردو میں یہ دونوں لفظ (جامل اور احمق) جس قدر کراہت رکھتے ہیں اہل زبان سے غلط نہیں یہی حال ”مکر“ کا ہے عربی میں خیر الما کرین بھیڈ سٹون اور مصطفیٰ کمال پاشا جیسے لائق پولیشن اعیان کو لکھا جاتا ہے۔ نہ مکر ہرگز و نہ مکر ہندی زبان میں یہ لفظ ”مکر“ برے مکروہ معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس لئے آریوں کے گرد اور خود آریوں کو بھی مکروہ لگتا ہے۔ ورنہ اصل میں مکروہ زمین۔ علاوہ اس کے سوامی جی کو بھی مسلم ہے کہ۔

”جہاں اصلی معنی نہ ہو سکیں وہاں استعارہ یا مجازہ قرار ہوتا ہے۔“ (بہارِ ماسطوفہ ۱۰)

پھر کیا وجہ ہے کہ سوامی جی نے یہاں مجاز مراو نہ لی۔ کیونکہ جو کلام کمزور آدمی کیا کرتا ہے۔ خدا تو سب بندوں کا خالق و مالک واکا ہے۔ وہ خود کہتا ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ

سوامی جی صاف معنی کیوں کرتے جبکہ اپنے قول کی تصدیق منظور تھی کہ۔

”ٹاپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔“ (بہارِ ماسطوفہ ۵۲)

”کیا یہ کفایت نہ کریگا کہ مدد کرے تم کو ساتھ تین ہزار فرشتوں کے۔“ (سورہ عمران: آیت ۱۸)

(۵۱) محقق

اگر مسلمانوں کو تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد دیتا تھا تو اب جبکہ ان کی بادرشاہت بہت سی برباد ہو گئی اور ہو رہی ہے کیوں مدد نہیں دیتا؟ اس لئے جاہلوں کو لالچ دے کر بھٹانے کا ذکر ملتا ہے۔

(۵۱) مدقق

خوب کہی مگر سوامی جی! کیا وجہ ہے کہ ایثار کا وعدہ مندرجہ درگاہ سلطنت محمود غزنوی اور محمد غوری کے مقابلہ میں ظاہر نہ ہوا بلکہ آج تک بھی ویسا ہے۔

سنو! ایثار آگیا (حکم ادا ہے)۔

تسار سے آجہ آتش گیر اسلحہ اور تیر کمان وغیرہ ہتھیار مہرری عثمانیت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی ہلست اور تساری فتح ہو۔ تساری فوج ہزار کارگزار اور نای گری ہو۔ تاکہ تساری مالگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔

(کبھی ہوئی تھی ۲) رگھو دیہ اشک امو دیا کے ۳ نورگ ۲ منتر ۲۔

اگر کہیں کہ دید میں یہ بھی مذکور ہے کہ۔

نبیؐ کو کہ "عمر پر چلے رہے ہیں تب تک سلطنت با حق رہتی ہے اور جب بد افعال ہو جاتے ہیں تو ان فیست وکابو ہو جاتا ہے۔" (منزل ۱، سکت ۳۱، صفحہ ۲)
تو اسی کے وزن کا قرآنی پرمان بھی سنئے! اور غور سے سنئے!

اَنْتُمْ اِلَّا غُلُوْنٌ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

پنڈت جی! یہی سچ ہے کہ۔

"ہٹ، عمری مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو ذائل کر لیتے ہیں۔" ادیبانچہ
شیار تھا

(۵۲) **ترجمہ :** "اور مدد دے ہم کو اور قوم کافروں کے بلکہ اللہ کا ر ساز تمہارا ہے اور وہ بہتر ہے مدد کرنے والا اور اگر مارے جاؤ تم سچ راہ اللہ کے یا مر جاؤ تم ابلتہ بخشش ہے طرف اللہ کے سے۔" سورہ عمران، آیت ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶

(۵۲) **محقق :** دیکھئے مسلمانوں کی لفظی کہ جو اپنے مذہب کے نہیں ان کے گزرنے کے واسطے خدا سے دعا کرتے ہیں لیا خدا سادہ لوح ہے جو ان کی بات مان لے گا اگر مسلمانوں کا کار ساز اللہ ہی ہے تو پھر مسلمانوں کے کام کیوں برباد ہوتے ہیں اور خدا بھی مسلمانوں کے ساتھ بھونٹی مہمت میں پھنسا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر خدا ایسا طرف دار ہے تو دیدار آدمیوں کی عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا

(۵۲) **مدقق :**

پنڈت جی! "پنڈت" کے معنی تو داناکے تھے آپ پنڈت ہو کر ایسی باتیں کریں تو غیر کیا کہے گا؟
کے لاکھوں ستم سچا میں بھی آپ نے تمپر خدا انا خواستہ گر ٹھٹھکیں ہوتے تو کیا کرتے

✽ ہماری غالب رہے کے اثر علیہ ایمان میں مضمون سامنے

قرآن نے تو کفار مقابلین پر مدد کی درخواست سکھائی ہے۔ مدد بھی کیسی میٹھ نہیں بلکہ ان کے دفعِ شرکی۔ یہ تو صرف آپ کے فہمِ قاصر کا نتیجہ ہے۔ ہاں ایثار کا پرمان سنئے!

"میں اسی محافظہ کائنات صاحبِ جاہ و جلال نہایت زوردار آ رہا ہوں۔ کل تمام دنیا کی کائنات کے راجا کا دورِ مطلق اور سب کو قوت دینے والے پر میثور ہوئیں گے آگے تمام زبردست ہمارا حفاظتِ شتم کرتے ہیں اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنے والا اندر ہے ہر جگہ میں فتح پانے کے لئے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں۔" (ہجرہ وید اوصیائے ۲۶ متر ۵۰)

متصل نمبر ۲ میں ملاحظہ ہو۔ مسلمانوں کی بددعاؤں کا جواب نمبر ۵۵ میں آچکا ہے۔

(۵۳) **ترجمہ:** "اور تمہیں ہے اللہ کہ خبردار کوئے۔ اوپر غیب کے۔ لیکن اللہ پسند کرتا ہے وہ غیروں! اپنے میں سے۔ جس کو چاہے۔ پس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسولوں اس کے کے۔" (سورہ آل عمران: آیت ۳۷)

(۵۳) **محقق:** جب مسلمان لوگ سوائے خدا کے کسی پر ایمان نہیں لاتے اور نہ کسی کو خدا کا شریک مانتے ہیں تو پیغمبر صاحبِ گوئیوں ایمان میں خدا کے ساتھ شریک لیا ہے؟ اللہ نے پیغمبر! ایمان لا کر لکھا ہے۔ اس لئے پیغمبر بھی شریک ہو گیا۔ پھر لا شریک کہنا ٹھیک نہ ہوا۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ محمد صاحب کے پیغمبر ہونے پر ایمان لا نا چاہئے تو سوال پیدا ہو گا ہے کہ محمد صاحب کی کیا ضرورت ہے۔ اگر خدا ابلا پیغمبر کے اپنی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتا تو ضرورت خالی از قدرت ہوا۔

(۵۳) **مدقق:** ہذا متنی کیاتی کج ہے۔

جسے کہ ام از مشق تا عبدس تمیمت اسطی

مشعوں کی اولاد بلکہ تو مشرک ہو کر بھی شرک سے ڈارے تو کائنات کی خیر خشی ہے

معدنہ کا تو اس پر بھی یقین ہے کہ وہ نے چار اور پانچ دوسے دس جگہ اور اس کے لئے اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ہذا متنی کیاتی کج ہے۔ سو ای مسلمان! جی ہیں بلکہ اور

نظرین! پنڈت جی اپنی غومیں مجبور ہیں۔ اس موقع پر ایک مقام کا حوالہ دینا بھی مناسب معلوم ہو گا ہے تاکہ آپ لوگوں کو یقین ہو جائے گا۔

بیش مقرب نہ از پے کین است
مقتضائے لیسعش این است

ستار تھ پر کاش کے تھے حویں باب میں پنڈت جی نے عیسائیوں سے تنگ باری کر رکھی ہے۔ اس میں سے نمبر ۲۸ کی عبارت ہم ہیڈ نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین اس بیرونی (ایڈیٹر قوم) کے انصاف کی داد دینے کے قابل ہو جائیں۔

"خداوند میرا خدا ابراہام کا خدا امبارک ہے جس نے میرے خاوند کو اپنی رحمت اور اپنی راستی سے خالی نہ چھوڑا۔ خداوند نے مجھے میرے خاوند کے بھائیوں کے گھر کی طرف راہ دکھائی۔"

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ایک نوکر کو اپنے بیٹے اسحاق کی شادی اپنی بیوہ اور ی میں کرنے کیلئے بھیجا اور پتہ بتایا چنانچہ وہ نوکر وہاں کامیاب ہوا اور یہ الفاظ بطور شکریہ اس نے کہے اس پر محقق صاحب (پنڈت جی) اور افشانی کرتے ہیں۔

"کیا وہ ابراہیم ہی کا خدا تھا اور جس طرح آج کل بگاری یا رہبر ہتھالی کرتے ہیں ویسا ہی خدا نے بھی کیا ہو گا۔ لیکن آج کل راستہ کیوں نہیں دکھاتا اور آرمیوں سے یا نہیں کیوں نہیں کرتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ ایسی باتیں خدا کی یا خدا کی کتاب کی بھی نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ جنگلی آدمیوں کی ہیں۔" (نمبر ۱۲۸)

عیسائیو! کہاں ہو؟ دیکھا خدا نے سید الانبیاء (ﷺ) کا تم سے بدل لینے والا کیسا پیدا کیا۔

خدا شود جب خیر گر خدا خواہ
خیر مایہ دکان شیش گر سنگ است

"اے ایمان والو صبر کرو۔ باہم دو کے رکھو اور لڑائی میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرو کہ تم چھوٹکارا

(۵۳) ترجمہ

پاؤ۔" (سورہ آل عمران: آیت ۱۷۸)

(۵۳) **محقق :** یہ قرآن کا خدا اور پیغمبر دونوں لڑائی ہاڑتے، جو جنگ کا حکم دیتا ہے وہ امن میں ظلم الہی ہو گا ہے۔ کیا برائے نام خدا سے ڈرنے پر ربا بی ہو سکتی ہے؟ یا او حرم کے جنگ وغیرہ کرنے کے ڈر سے۔ اگر پہلی بات درست ہے تو ڈر مانہ ڈر غیر ابر ہے اور اگر دوسری بات درست ہے تو ٹھیک ہے۔

(۵۴) **مدقق :** بڑا ہی پاپی ہے وہ منفل جس کا اپنا گھڑ شیشہ کا ہو اور دو سروں پر پتھر برساتے مگر کیا کرے۔
 "بت و حریٰ کی تاریکی میں جس کو عقل رامل ہو جاتی ہے۔" (ابن چاچہ ستیارتھ صفحہ ۱)

جناہ اور جنگ کا مفصل ذکر نمبر ۲ میں ہم کر آئے ہیں۔ یہاں پر صرف منوی کا پرمان سنا ہے۔ جس کو سوانی جی نے بھی واجب التعمیل سمجھ کر نقل کیا ہے۔ سنئے!
 "جب مظلوم ہو جائے کہ فوراً لڑائی کرنے سے کسی قدر تکلیف پہنچے گی اور بعد میں کرنے سے اپنی بھرتی اور فتح ضرور ہوتی ہے۔ تب دشمن سے میل کر کے وقت مناسب تک صبر کرے۔" (کیوں نہ ہو مطلب یہی ہوتا ہے۔ مغلطہ)
 "جب اپنی تمام رعایا یا فوج کو نجات و رجا نہ تو شمال ترقی پذیر سعادت مند جائے اور دیناری اپنے کو بھی سمجھے تب دشمن سے جنگ کر لیں۔"
 اور سنئے!

"جب اپنی مکمل طاقت یعنی فوج کو خیر سند اور آسودہ اور خوشحال دیکھے اور دشمن کی طاقت برعکاس اس کے گمزور ہو جائے۔ تب دشمن کی طرف جنگ کرنے کے واسطے کوچ کرے۔" (ستیارتھ پراکش صفحہ ۲۰۶، باب ۶، نمبر ۷)
 سنا چاہو! مٹ نہ چھپاؤ۔ صاف کہہ دو کہ ہوا کیا۔ آخر سوامی جی اور منوی آریہ سماج کے ایک ممبر تھے۔ جن سے غلطی ممکن ہے اگر تم یہ جواب دو گے تو ہم سے لکھو کہ ہم تم کو فخر نمبر ۲ کی طرف کبھی بھی توجہ نہ دلائیں گے۔

خدا سے ڈرنے کے یہی معنی ہیں کہ اس کے حکموں کی تعمیل اور منوعات سے پرہیز کرو۔ خدا خود متقیوں کی تعریف کر کے بتاتا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے کون ہیں سنئے!

ایسی ایسی باتیں نہ کی جانی ہونی کتاب میں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

(۵۵) **مدقق** : کیسا بلی اور عقل کا دشمن ہے وہ شخص جو عظم کے

خلاف مشاء کلام کے معنی بتاتا ہے (دیباچہ ستیا رتھ

پر کاش صفحہ ۷۷) میں قائل ہے کہ سوامی جی کے پرمان پر عمل کریں۔

کبھی ان باتوں سے انصافی سے پوچھنے والے کو یعنی جو فریب سے پوچھتا ہو اس کو

ہوا پتا ہیں۔

اسکے سامنے جھوٹا آدمی ہے جس نے کسی طرح شاموش ہے۔ " (مستقل اور

منوسمرتی) اختیار تھوڑے کاش ص ۵۳-۵۴ مکتب ۱۰ اکتوبر ۱۳

مگر فرمان خداوندی و ذکیوہ ان ثبیل نفی بیا محبت کے

خاتم سے ناظرین کو نمبر ۴۱ اور ۵۳ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

(۵۶) **ترجمہ** : "اور ذرہ کے برابر بھی اللہ عظم نہیں کرتا اور اگر نیکی

ہوگی تو گنا کرے گا اس کو۔" (اشاء، آیت ۱۳۸)

(۵۶) **محقق** : اگر ایک ذرہ بھر خدا ہے انصافی جیسے کرتا تو نیکی کا

ثواب دیکھا کیوں دیتا ہے؟ اور مسلمانوں کی

طرفداری کیوں کرتا ہے؟ واقعی اعمال کا دیکھنا یا پورا اثر نہ دینے سے خدا غیر منصف

نہیں رہتا ہے۔

(۵۶) **مدقق** : سوامی جی! آپ نے بڑی لٹھی کھائی کہ میدان متاخرہ کو

ساج مندر سمجھ گئے کہ جس طرح اناب شاپ ساج میں

کہہ دینے پر کوئی پوچھ نہیں اسی طرح میدان جنگ میں بھی نہ ہوگی۔ مگر یہ کبھی نہ سنا تھا

کہ

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکرہ میں سرستی * صاحب یہاں بکری اچھلتی ہے اسے

مکان کہتے ہیں۔

کسی نیک دل مزدور کے اخلاص کے لحاظ سے مقررہ اجرت سے زیادہ دینا کس انصاف کے خلاف ہے؟ مفصل جواب فقرہ نمبر ۲۲ میں ملاحظہ ہو۔

ہام کے مسلمانوں کی کوئی عزت نہیں بلکہ دھرمی کی عزت ہے۔ سنو!

لَئِنْ جَاءَ عَالِيَكُمْ وَلَا آصَاحِبِ الْكِتَابِ مِنْ يُفْعَلْ شَوْءٌ
يُخْزِيهِ

اور سنو!

إِنْ أَكْثَرَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَاكُم

(۵۷) **ترجمہ:** "جب تیرے پاس سے باہر نکلتے ہیں مصلحت کرتے ہیں
سوائے اس چیز کے کہ کہتا ہے تو اور اللہ لکھتا ہے جو

مصلحت کرتے ہیں اور اللہ نے اٹا کیا اس کو بسبب اس چیز کے کہ کیا انہوں نے کیا
اور وہ کہتے ہو۔ تم یہ کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ۔

جس ہرگز نہ پاؤ گے تو واسطے اس کے راہ۔" (آیت ۷۹-۸۰)

(۵۷) **محقق:** اگر خدا ایسی باتوں کا رد نہ کرے تو وہ ہرگز نہیں
نہیں ہے۔ اگر ہمہ دان ہے تو لکھنے کا کیا کام ہے۔ اور

مسلمان کہتے ہیں۔ شیطان ہی سب کو بہکانے کی وجہ سے ملعون ہوا ہے تو جب خدا اسی
انسانوں کو گمراہ کرتا ہے تو پھر خدا اور شیطان میں کیا فرق رہا؟ یاں اتنا فرق کہہ سکتے ہیں
کہ خدا بڑا شیطان اور وہ چھوٹا شیطان۔ کیونکہ مسلمانوں ہی کا قوی ہے کہ جو بہکا تا ہے
وہی شیطان ہے۔ تو اس اصول سے خدا کو بھی شیطان بتا دیا۔

(۵۷) **مدقق:** جس لفظ پر سوامی جی کو شبہ ہے وہ لفظ یہ ہیں
وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُنْكُرُونَ

۱ مسلمانوں کے لئے یہ کتاب ہے، نہ کہ ان کے لئے یہ کتاب ہے، نہ کہ ان کے لئے یہ کتاب ہے، نہ کہ ان کے لئے یہ کتاب ہے۔

۲ کہہ دیا جائے گا۔

۳ تمہیں سے یہ انکار ہو رہا ہے جو یہ کتاب ہے۔

جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے جو پنڈت جی نے نقل کیا ہے مگر ہم کئی جگہ بتلا آئے ہیں اور پنڈت جی کے دستخط بھی کرا آئے ہیں کہ ”جہاں اصلی معنی محال ہوں وہاں مجازی ہوتے ہیں۔“

پس خدا کا لکھنا کیا معنی۔ یعنی وہ ان کو بدل دے گا۔ باقی شیطانی باتوں کا جواب فقیر نمبر ۱۱ اور نمبر ۳۲ میں دیا جا چکا ہے۔

”اور تہ بند کریں ہاتھوں اپنے کو پس پچھڑوان کو اور مارڈالو جہاں پاؤ اور مسلمان کا مسلمان کو مارنا واجب

(۵۸) ترجمہ :

نہیں مگر انجانے ہو کوئی مارڈالے مسلمان کو پس آزاد کرنا ہے۔ ایک گردن مسلمان کا اور خون ہما سونہی ہوئی طرف لوگوں اس کے کے۔ مگر یہ کہ خیرات کر دیجو پس اگر ہووے اس قوم سے کہ دشمن ہیں واسطے تسمارے اور جو کوئی مسلمان کو جان کر مار ڈالے۔ پس وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور قصہ اللہ کا اوپر اس کے اور نصرت ہے۔“ (النساء: آیت ۸۹، ۹۰، ۹۱)

اب دیکھنے پر لے درجہ کی تعصب کی بات کہ جو مسلمان نہ ہو اس کو جہاں پاؤ مارڈالو۔ اور مسلمانوں

(۵۸) محقق

کو نہ مارو۔ بحول سے بھی مسلمانوں کے مارنے میں دوزخ اور فیروں کے مارنے سے بہت ملے گا۔ ایسی تعلیم متون میں پالنی چاہئے ایسی کتاب۔ ایسے پیغمبر اور ایسے مذہب سے سوائے نقصان کے قائمہ کچھ بھی نہیں ان کا نہ ہونا چھاپے۔ ایسے جہاں مذہبوں سے عقلمندوں کو علیحدہ رہ کر وید وکت احکام کو تسلیم کرنا چاہئے کیونکہ ان میں بھٹا آ رہا بھی نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ جو مسلمان کو مارے اس کو دوزخ ملے گا اور دوسرے مذہب والے کہتے ہیں کہ جو مسلمان کو مارے اس کو بہشت ملے گا۔ اب بتلاؤ کہ ان دونوں مذہبوں میں سے کس کو قبول اور کس کو ترک کریں۔ ایسے جہاں کے من گھڑت مذہبوں کو چھوڑ کر وید وکت مت ہی سب انسانوں کے قبول کرنے کے لائق ہے۔ جس میں آریہ مارگ یعنی نیک آدمیوں کی راہ پر چلا اور بدوں کی راہ سے باز رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور وہی سب سے افضل ہے۔

(۵۸) **مدقق** : اس فقرہ میں تو پڑت جی بڑے کھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ماراج! کھبر (خبر) تو ہے۔ ایسے کیوں

کھبرائے۔ کیا سوچتے ہو بڑے کسی مسلمان کا منہ دیکھ لیا۔ متصل جواب نمبر ۴ وغیرہ موقوفوں پر ہم لکھ آئے ہیں یہاں صرف سوامی جی کے اس فقرہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسی کتاب۔ ایسے خدا اور ایسے قہر بے سوائے نقصان کے قاتل و کچھ بھی نہیں۔ سنئے! قرآن بھی آپ کی تصدیق کرتا ہے۔

وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَرْيَدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿۵۸﴾

سماجیو! آدم ہم نہیں سوامی کی بے کجی یا دروغ گوئی بتلائیں قرآن مجید کے ترجمہ میں وہ لفظ دیکھو۔ جس پر ہم نے خط دیدیا اور اپنے سوامی کے اعتراض میں بھی ڈیر خط لکھا کو دیکھئے نہ دیکھتے ہو یا نہ سمجھتے ہو تو سنو! قرآن مجید میں مذکور ہے "جان کر مارے" اور سوامی جی کہتے ہیں "بھول کر بھی مار دے" تو دروغ ہے۔ کیا اب بھی اس میں کوئی شک ہے کہ

خدا کی اور مصلحت ہو عقل کو کھڑے نہیں ہیں۔ عقلم کے خلاف خدا کا کام کے معنی لیا کرتے ہیں اور بچہ ستیا رتھ پر کاش صفحہ ۱

(۵۹) **ترجمہ** : "اور جو کوئی کرے برخلاف رسول کے پیچھے اُس کے

کہ ظاہر ہوں واسطے اُس کے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے ضرور ہم اس کو دروغ میں داخل کریں گے۔" آیت ۱۱۳

(۵۹) **محقق** : اب دیکھئے خدا اور رسول کے تعصب کی باتیں محمد

صاحب وغیرہ سمجھتے تھے کہ اگر تمام خدا کے نام سے ایسی باتیں نہ لکھیں گے تو پانچ سو ترقی نہ پائے گا۔ اور مال نہ ملے گا۔ پیش و عشرت نصیب

۱۔ سہ ماہی ان لوگوں کے لئے شفاء ہے جو ایمان لائے۔ جس سے ان کے دل و جان صحت مند ہو جائے۔

تہ ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی مطلب براری اور دوسروں کے کام بگاڑنے میں کامل استاد تھے۔ اسی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ جھوٹ کے ماننے اور جھوٹ پر چلنے والے ہونے، ثنواکار عالم ان کی باتوں کو مستند نہیں مان سکتے۔

(۵۹) **مدقق** : جو کوئی دوسرے مذہب کو جسے گروڑ یا آدمی مانتے ہوں جھوٹ کہے اس سے بڑا جھوٹا کون ہے۔ " (ستیارتھ

پر کاش صفحہ ۶۹ باب ۱۴ نمبر ۷۳)

پنڈت جی!

کیسی پکڑ پاتیوں (متعصبوں) کی سی بات ہے کہ ہو ویہ کون مانتے وہ ناستک اور یہ ہے۔ " (ستیارتھ پر کاش صفحہ ۷۳، ۳۴، ۳۵ نمبر ۲)

اور سنئے!

"جو کوئی پوچھے کہ تمہارا اعتقاد کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وہ

ہے۔ " (ستیارتھ پر کاش صفحہ ۷۲، ۷۳، ۷۴ نمبر ۸۱)

مفصل جواب پہلے نمبروں میں کئی جگہ آچکا ہے۔

(۶۰) **ترجمہ** : "جو اللہ کے فرشتوں کتابوں 'رسول اور قیامت کے ساتھ کفر کرے تحقیق وہ گمراہ ہے۔ تحقیق ہو لوگ

ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر زیادہ ہوئے کفر میں۔ ہرگز

اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ اور نہ راہ دکھائے گا۔" (آیت ۱۳۴، ۱۳۵)

(۶۰) **محقق** : کیا اب بھی لاشریک رہ سکتا ہے؟ کیا لاشریک کہتے جانا

اور اس کے ساتھ بہت سے شریک بھی مانتے جانا اجتماع

ضدین نہیں۔ کیا تین بار معاف کرنے کے بعد خدا معاف نہیں کرتا؟ اور تین بار کفر

کرنے پر راہ دکھاتا ہے اور چوتھی بار سے آگے نہیں دکھاتا اگر تمام آدمی چار چار بار

بھی کفر کریں تو کفر بہت سی بڑھ جائے۔

(۶۰) **مدقق** : سو امی جی کے شرک کا مفصل جواب نمبر ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ دوسرے حصہ میں بھی آپ سے

بہو مکا صفحہ ۵۲ پر عمل نہیں کیا

”ہر حکم کیلئے موقع ملے مناسب پہچانا اور آگے پیچھے غور کرنا ضروری ہے۔“ (بجو مکالمہ صفحہ ۱۵۲)

سنئے! اس آیت کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر خود کرا دی ہے فوراً

سنئے!

عَنْ تَزَوَّدَ عَنْكُمْ عَنِ دِينِهِ فَبُنْتُ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ

پس تین اور چار کی تعداد مراد نہیں بلکہ انجام کا لحاظ ہے گو مضمون صاف ہے۔
مگر اس کا علاج کیا ہو کہ بقول شدت جی مہاراج

”نا پاک باطن والے یا بظن کو واقعی علم نہیں ہوتا۔“ (بجو مکالمہ صفحہ ۱۵۲)

”تحقیق اللہ تعالیٰ سے کرنے والا ہے منافقوں اور کافروں کو
(۶۱) **ترجمہ** : دوزخ میں تحقیق منافق فریب دینے والے ہیں اللہ کو

اور وہ فریب دینے والا ہے۔ ان کو اسے لوگوں جو ایمان لائے ہو مسلمانوں کے سوائے
کافروں کو دوست مت بناؤ۔“ (آیت ۱۳۸ تا ۱۴۰)

مسلمانوں کے ہشت میں اور دیگر لوگوں کے دوزخ میں
(۶۱) **محقق** : جانے کا کیا ثبوت ہے؟ اور جی واہ اگر خدا منافقوں کے

فریب میں آتا ہے اور دوسروں کو فریب دیتا ہے تو ایسا خدا ہم سے دور رہے؟
دھوکے بازوں سے جا کر ملے اور دھوکے باز سے ملیں کیونکہ مجھے کو قیامت تب ہی
گزارہ ہوتا ہے۔ جن کا خدا دھوکے باز ہے اس کے معقد دھوکے باز کیوں نہ ہوں؟ کیا
بدکار مسلمانوں سے دوستی اور غیر مذہب کے اچھے لوگوں سے دشمنی کرنا کسی کو واجب
ہے؟

مسلمانوں کے جنتی ہونے کا وہی ثبوت ہے جو آپ کے
(۶۱) **مدقق** : اس فقرہ کا ثبوت ہے کہ۔

”جو کوئی پہنچے کہ سمجھا اعتقاد کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد یہ
ہے۔“ (استیارتھ صفحہ ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴)

اور سنئے! ایک بڑا بھاری ثبوت مسلمانوں کے جنت میں جانے کا یہ ہے کہ

مسلمانوں کے مذہب پر کوئی اعتراض نہیں آتا کیونکہ جو اعتراضات آتے تھے وہ بھی کھلی کائنات میں جو آپ نے کئے ہیں۔ جن کی آؤ بھگت آریوں نے دیکھ لی ہے۔ مفصل شہادت دیکھنا ہو تو ہمارا مباحثہ الہامی کتاب اور تقابل شلاش تورات انجیل اور قرآن کا مقابلہ فور سے پڑھو۔ خدا نہ تو کسی کے فریب میں آتا ہے اور نہ ہی کسی کو فریب دیتا ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ

"صرف سزا یا آیت اسکا فیض، ایل سے مستردوں اور آجوں کے معنی بیان کر دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ ہر نکل و موقع کے مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق اور بڑا کور کچ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (بحوالہ صفحہ ۵۲)

اور سنئے! "جہاں معنی میں غیر امکان پایا جاتا ہو وہاں استعارہ (یا مجاز) ہوتا ہے۔" (بحوالہ صفحہ ۱۱۰)

پس آیت کے صاف معنی ہیں کہ منافق اظہار ایمان کر کے خدا کے رسول کو فریب دیتے ہیں۔ خدا ان کو اس فریب کی سزا دے گا۔

پہلے فقرہ میں ہم نے خدا کے لفظ سے خدا کا رسول مراد لیا ہے اس کو عربی میں حذف مضاف کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مرکب لفظ سے بوجہ شہرت کے ایک چیز کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے آریہ سماج کی جگہ صرف سماج ہی بولا جاتا ہے۔ مگر ہاں ایسے استعمال کے لئے کوئی قرینہ ضروری ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں جیسے بعض ہٹ و حرمیوں نے غلط سمجھے ہیں کہ مضاف الیہ سے مراد مضاف ہے۔ نہیں بلکہ مضاف وہاں حذف ہوتا ہے اس کی دوسری مثال عربی میں لینا چاہو تو سنو! جَاهِدُوا فِي اللَّهِ جس کا لفظی ترجمہ ہے "اللہ میں جہاد کرو۔" مگر اصل میں مضاف محذوف ہے یعنی فِي سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔" پس ٹھیک اسی طرح آیت زیر بحث۔ إِنَّ الْمُتَافِقِينَ يَخَادِعُونَ اللَّهَ۔ کے یہ معنی ہیں کہ منافق اللہ کے رسول کو فریب دیتے ہیں۔ قرینہ ان معنی کا یہ ہے کہ اور ایک مقام میں اللہ تعالیٰ نے اس فریب کا ذکر کیا ہے تو خاص پیغمبر صاحب کو فریب خور دہ بتایا ہے۔ سنو!

وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يُعْجِلُ قَوْلَهُ فِي الْخَيْرِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ
اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ

ترجمہ "بعض لوگوں (منافقوں) کی باتیں دنیا میں بھلی معلوم ہوں
اور وہ خیر کی محبت اور انعام پر اللہ کو گواہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سخت
و دشمن ہیں۔"

دوسرا قرینہ اس توجیہ کا وہ آیت ہے۔ جہاں یہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا کہ متعلق
مسلمانوں کا کر لیا ہے اور رسول کا ذکر نہیں کیا بلکہ بھلے رسول کے خواہنا نام لیا ہے۔
سَوِّءُ مَا يَحْكُمُونَ اللَّهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ خدا کو اچھی خدا کے رسول کو اور
ایمانداروں کو جو کا دیتے ہیں اس لئے کہ جو معاملہ حقیر سے من حیث السفیر ہوتا ہے وہ
حقیقت میں صاحب سفیر سے ہوتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ڈپٹی کمشنر سے جو ایک ادنیٰ نائب
السلطنت ہے کوئی عہد و پیمان یا بغاوت کرے وہ بینہ سلطنت اور والی سلطنت سے ہے جو
اس عہد اور بغاوت کی اسے خبر بھی نہ ہو۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے جس پر متعصبن نے
اپنے تعصب کا ثبوت دیا ہے کہ محمد صاحب کو آخر کار خدا اپنے کاشق ہو ا تھا وہ یہ ہے۔
إِنَّ الدِّينَ بَيْنَا يُغَاوِظُكُ إِنَّمَا بَيْنَا يَغْوِي اللَّهُ يَذَّابِلُ اللَّهُ فِرْقَ
أَيُّدِيهِمْ

ترجمہ "جو لوگ تجھ سے اے رسول ایعت کرتے ہیں وہ اللہ سے
کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔"

خدا کی نسبت قریب کا لفظ بھی اسی طرح قاتل تاویل ہے کہ نیک قریب جو کمزور
زور آور سے کرتا ہے اس کا امکان خدا کی نسبت نہیں ہو سکتا ہے خدا خود فرماتا ہے۔
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عَدَدِهِ۔ وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے اپنی معلوم ہوا کہ
قریب دینا جو کمزوری سے ہوتا ہے خدا کی نسبت صحیح نہیں لہذا اس کے معنی یہی صحیح ہیں کہ
خدا ان کو اس کی سزا دے گا۔

سوامی جی! حدود کا صفحہ ۵۲ پر ہم نے عمل کیا یا تم نے اپنے گمے پر خود ہی عمل نہ
کرنا کو جی! کون دھرم ہے؟

مسلمانوں کی دوستی اور فیروں سے دشمنی کا یہ آپ نمبر ۴۸ میں غلط ہے۔

(۶۲) **ترجمہ :** "اے لوگو! تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر ساتھ حق کے پروردگار تمہارے سے پس ایمان لاؤ اللہ معبود اکیلا ہے۔" (آیت ۱۶۶، ۱۶۷)

(۶۲) **محقق :** کیا جب پیغمبر ایمان لانا لکھا تو ایمان میں پیغمبر خدا کا شریک ہوا یا نہیں خدا محمد و آلہ کاں ہے محیط کل نہیں تب ہی تو اس کے پاس سے پیغمبر آتے جاتے ہیں۔ ایسا تو خدا نہیں ہو سکتا کیس محیط کل لکھتے ہیں کیس محمد و آلہ کاں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن ایک شخص کا بتایا ہوا نہیں ہے بلکہ بہت لوگوں نے بتایا ہے۔

(۶۲) **مدقق :** بڑا پانی ہے وہ متش جو حکم کے خلاف فشاء و کلام کے معنی کرے۔ (دینا چہ ستیارتھ پر کاشی علیہ السلام) مسلسل کے لئے نمبر ۲۱، نمبر ۵۳، نمبر ۵۵، نمبر ۱۲۲ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

(۶۳) **ترجمہ :** "تم پر حرام کیا گیا مردار، لہو، سور کا گوشت، جس پر اللہ کے سوائے کچھ اور پڑھا جائے۔ فلا کھو گے" جس پر مارے، اوپر سے گر پڑے۔ سینگ مارے اور درندہ کا کھایا ہوا۔"

(سورہ مائدہ: آیت ۳)

(۶۳) **محقق :** کیا اتنی ہی چیزیں حرام ہیں؟ اور بہت سے حیوان اور حشرات الارض وغیرہ مسلمانوں کیلئے حلال ہیں؟ تمہاری باتیں انسان کی گھڑات ہیں خدا کی نہیں اہل لئے مستعد ہی نہیں۔

(۶۳) **مدقق :** کیا ہی معقول سوال ہے؟ پختہ بی: آپ بھی تو بتائیے کہ سوائے مائیں گوشت اور اغواں جیسی لذیذ غذا کے قاریوں پر کچھ اور چیز بھی حرام ہے؟ باقی نمبر ۳۳ میں ملاحظہ ہو۔

(۶۳) **ترجمہ :** "اور قرض دو تم اللہ کو اچھا بہت میں تمہاری برائی اور کروٹا اور تمہیں بہشتوں میں داخل ہو گا۔" (سورہ مائدہ: آیت ۱۱)

(۶۳) **محقق :** واہ جی واہ مسلمانوں کے خدا کے گھر میں کچھ بھی دولت نہیں رہی ہوگی اگر ہوتی تو قرض کیوں مانگا؟

اور ان کو کیوں ہکا بکا یہ کہہ کر کہ تمہاری برائی دور کر کے تم کو بھشت میں بھیجوں گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے نام سے محمد صاحب نے اپنا مطلب نکالا ہے۔

(۶۳) **مدقق :** جو لوگ آگے پیچھے موقع و محل مناسب کو نہ سمجھیں۔ ایسے تالپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں

ہو گا۔ (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵)

منسل نمبر ۳ میں ملاحظہ ہو۔

(۶۵) **ترجمہ :** ”بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور عذاب کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ایسا تم کو جو کچھ نہ دیا کسی کو۔“ (سورہ

مائیدہ: آیت ۱۸)

(۶۵) **محقق :** جس طرح شیطان جس کو چاہتا ہے گناہ کرتا ہے ویسے ہی مسلمانوں کا خدا بھی شیطان کا کام کرتا ہے؟ اگر ایسا

ہے تو پھر بھشت اور دوزخ میں خدا ہی جائے۔ کیونکہ وہ گناہ ثواب کا کرانے والا ہے۔ روحیں محتاج بالفیض ہیں۔ جس طرح کہ قوج اپنے سپہ سالار کے زیرِ حفاظت رہتی اور اس کے حکم سے کسی کو مارتی ہے تو اس حالت میں نیکی و بدی سپہ سالار کو ہوتی ہے۔ فوج کو نہیں۔

(۶۵) **مدقق :** مشیت اور رضاء کا جواب نمبر ۳۰ میں دے آئے ہیں۔ البتہ اس فقرہ کا کہ وہ (خدا) گناہ ثواب کرانے

والا ہے۔ ”جو آپ مختصر عرض کرتے ہیں۔“

سو ایسی! سنئے!

پر مشورہ پرمان دیتا ہے اور اس پرمان سے پہلے آپ تمہید لکھتے ہیں کہ۔

”اس ایثار کے ہر ایت کے بونے و ہرم کو کاکیان انسان (کیاں) فرمیں ہے اور ہر ہرم اس کی بدو کے بغیر ہے و ہرم کاکیان (عظم) اور انسان (کیاں) ہر ہرم کی پوری تعمیل و کامیابی نہیں ہو سکتی اس لئے ہر انسان کو ایثار سے اس

طرح دو مانتی چاہئے۔" (بحوالہ صفحہ ۶)

اس سے آگے مجرود کا منتظر دعا کیے نقل ہے۔ یہ وہم نے نمبر ۲۲ میں نقل کیا ہے۔

پس اتلائیے کہ جب ہدایت پر مشورتی پر کار بند ہو تا بغیر اس کی مدد کے نہیں ہو سکتا۔ تو گناہ و ثواب کی بات (الاکون ہوا؟) دینی تراکار پھدا اند۔ عرب عقلی مان۔ و حذف لا الہ الا ہو تا ہم ہم بھی کہیں گے کہ آپ نے مشیت الہی کے معنی: حق سے ریاں واقف نہا۔ ورتان کال (معارف) نکلا ہے نہیں سمجھے۔ نمبر ۳ پھر غور سے دیکھو۔

(۶۶) ترجمہ: "اور فرما ہمارا ہی کرو اللہ کی اور کہنا تو رسول کا۔" (سورہ مائدہ: آیت ۵۰)

(۶۶) محقق: دیکھئے! یہ بات خدا کے شریک ہونے کی ہے۔ پھر خدا کو لا شریک ماننا فضول ہے۔

(۶۶) مدقق: فضول باتوں کا جواب بار بار نہیں دیا جاتا نمبر ۲۱ و نمبر ۵۳ و نمبر ۵۵ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

(۶۷) ترجمہ: "معاف کیا اللہ نے اس چیز سے جو کہ گنہگار اور جو کچھ پھر کرے گا۔ پس بدلہ لے گا اللہ اس سے۔" (سورہ

مائدہ: آیت ۹۳)

(۶۷) محقق: کہتے ہوئے گناہوں کا معاف کرنا گویا گناہوں کو کرتے کا حکم ہے کہ بڑھانا ہے گناہ سحاف کرنے کا یہ کہ جس

کتاب میں ہو وہ تو خدا کا کام ہے اور نہ کسی عالم کی تفسیر بلکہ نام بڑھانے کا موجب ہے۔ ہاں آئندہ گناہ سے بچنے کے لئے کسی سے دعا اور خود چھوڑنے کیلئے کوشش و توبہ کرنا واجب ہے لیکن اگر صرف توبہ ہی کرتا جائے اور (چھوڑے نہیں تو بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔

(۶۷) مدقق: سو امی بی کو تو عادت ہے کہ ایک ہی بات کو بے قاعدہ تکرار کرتے ہیں۔ تو یہ کے متعلق ملاحظہ ہو اب نمبر ۲۲

میں دیکھو۔

(۶۸) ترجمہ : "اور اس آدمی سے زیادہ گنہگار کون ہے جو اللہ پر

بتان باندھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میری طرف وحی کی

گئی۔ لیکن وحی اس کی جانب نہیں کی گئی اور کہتا ہے کہ میں بھی انکار دوں گا۔ جیسے اللہ

انکار کرتا ہے۔" (سورہ النعام: آیت ۹۸)

(۶۸) محقق : اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب محمد صاحب کلمتے

تھے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی اترتی ہے۔ تو کسی

دوسرے نے بھی محمد صاحب کی طرح لیٹا دیا تو وحی کی میرے پاس بھی آتی اترتی

ہیں۔ مجھ کو بھی پیغمبر مانو۔ اس کو بھاننے اور رائی عزت پر جانے کے لئے محمد صاحب نے یہ

www.onlylord.com

www.onlyoneorthree.com

تذہب کی ہوگی۔

(۶۸) مدقق : جبکہ سیدہ کذاب کے پیغام میں دعویٰ ہوتا تھا اور

آپ اس وقت ہوتے تو جیسی کلمہ آپ کے حق سے عداوت

ثابت ہے۔ (غلبہ کمان ہے کہ آپ سیدہ کذاب سے جدا کر دینی ثبوت ہوتے لیکن ہم آپ کو

اس وقت بھی یہی دوستانہ نصیحت کرتے کہ آپ کی کوشش فضول ہے۔

چراغِ راکہ ایڑوں پر فردِ دُور ہر آنکس آف زہد ریشش بسو زو

مگر آیت کا مطلب یہ نہیں بلکہ آپ کے بھائی بند کفار عرب سید الانبیاء علیہ

الصلوة والسلام کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ اس کو وحی تو پہنچی نہیں۔ یوں ہی

اپنے پاس سے گزرا لیتا ہے۔ ان کے جواب میں یہ آیت اترتی تھی۔ لیکن چونکہ آپ عربی

پاکستان میں وادہ تھی (طالب علم) میں رہے۔ اس لئے آپ کو من گھڑت باتیں بتانی آئی

ہیں کیوں نہ ہو۔

"عفاک باطن والوں کو علم کماں؟" (جہنم کا صفحہ ۵۴)

(۶۹) ترجمہ : "تحقیق پیدا کیا ہم نے تم کو پھر صورتیں بنائیں ہم نے

تمہاری اور کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے کہ آدم کو

عبد کرو۔ پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ کہا جب

میں نے تجھے حکم دیا۔ پھر کس نے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا۔ کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ تو

نے مجھ کو آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ کہاں اس میں سے۔ پس تمہیں لائق واسطے تیرے یہ کہ تجھ کرے توجہ اس کے۔ بس بالکل تحقیق تو اہلیوں سے ہے، کہا : صلی دے مجھ کو اس دن تک کہ قبروں سے اٹھائے جائیں۔ کہا تو صلی دیئے گیوں سے ہے۔ کہا پس قسم ہے اس کی کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو اہل بیٹھو آگ میں واسطے ان کے تیرے سیدھے راہ پر اور اکثر تو ان کا شکر کرنے والا نہ پائے گا۔ اور کہا اس سے برے حال سے نکل راندہ ہوا اہل جو کوئی پیروی کرے گا تیری ان میں سے۔ اہل بھروسہ کا دو ترخ کو تم سے۔" (سورہ اعراف: آیت ۱۵۷)

(۶۹) **محقق :** "خود خدا اور شیطان کے جھگڑے سنئے! ایک فرشتہ جیسا کہ چیز اسی ہوتا ہے ہو گا۔ وہ بھی خدا سے نہ دبا اور خدا اس کی روح کو پاک بھی نہ کر سکا پھر ایسے باغی کو جو سب کو گنہگار بنا کر غور کرنے والا ہے۔ خدا نے چھوڑ دیا۔ خدا کی یہ سخت لفظی ہے کہ شیطان تو سب کو ہلکانے والا اور خدا شیطان کو ہلکانے والا ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کا شیطان خدا ہے کیونکہ شیطان مٹا دیتا ہے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا۔ اس سے خدا میں پاکیزگی بھی نہیں پائی جاتی اور سب برائیوں کا موجب باعث خدا ہوا۔ ایسا خدا مسلمانوں کا ہو سکتا ہے دوسرے شریف عالموں کا نہیں اور مسلمانوں کا خدا فرشتوں سے انسان کی مانند ٹھہر کر کے مجسم محدود العقل ہے انصاف ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے عالم لوگ مذہب اسلام کو پسند نہیں کرتے۔"

(۶۹) **مدقق :** "بڑا پالی ہے جو منش ہو منظم کے خلاف فساد معنی کرے۔" اور پانچ بیست بار تھ صحنہ ابھرم کا حکم کے سامنے عرض معروض کرنے کا نام جھگڑا رکھنا سوامی جی یا انکے پیٹے پند سے لیکھرام کی سمجھ کا نتیجہ ہے۔"

سوامی جی! ابھی تو پچھلے نمبروں میں آپ تو یہ قبول ہونے پر سخت ناراض ہیں یہاں کہتے ہیں کہ "خدا اس کی روح کو پاک نہ کر سکا۔" تو یہ کی قبولیت بغیر پاکی کیسی؟ کیا تو یہ قبول ہو کر گناہوں کی معافی کے قائل ہو؟ اگر اسمانی قاعدہ پر سوال ہے تو بھی غلط کیونکہ

اسلامی قاعدہ کے مطابق پاک ہونے کے لئے توبہ اور عبادت شرط ہے جو شیطان نے نہیں کی۔ پس آپ ہی بتائیں کہ منظم کے خلاف فشاء ترجمہ کرنا ہٹ و ہرمیوں کا کام ہے یا کسی اور کا؟

باقی شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۳۲ میں ملاحظہ ہو۔ ہاں یہ خوب کہی کہ مسلمانوں کا خدا فرشتوں سے انسان کی مانند محسوس کرنے سے مجسم محدود العقل ہے انصاف ثابت ہوتا ہے۔
سوامی جی! سنئے! ایثار پر ایمان دیتا ہے۔

”اے انسان! جو شخص ذمہ داریاں میں بالآخر ہو جلال رکھتا ہو۔“ (محمود علیہ السلام)
”اے ذی علم! ان سلطنت والوں کا کیا حال ہو گا۔“ (انجیل)
اور سنئے! ایثار پر ہدایت فرماتا ہے کہ

”اے فرمانبردار! روگو! تمہارے اسلحہ آگلیں۔“ (انجیل) (محمود علیہ السلام)
پر کاٹل سلحہ ۱۸۱ نمبر ۶، نمبر ۵ تا ۷

سوامی جی! یہاں پر پرمیشور اتنی باتیں بنائے سرکلر جاری کرنے سے بھی محدود العقل اور سب انصاف ثابت ہو آیا نہیں۔ (پیش کش)

ناظرین! ہم سفارش کرتے ہیں کہ پڑت جی کو ایسے معقول سوال کرنے میں معذور سمجھئے۔ آخر یہ بھی تو سچ ہے۔

چوں خدا خواہ کہ پر وہ کس درویش اندر طعت پا کاں وہد
خداقی کاموں کی ہدایت کہ شمس طرح ہوتے ہیں نمبر ۵۳ میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

”تحقیق پروردگار تمہارا اللہ ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔“ (سورہ اعراف: آیت ۵۰)

اور پر عرش کے پکارو پروردگار اپنے کو عاجزی سے۔“ (سورہ اعراف: آیت ۵۰)

(۷۰) **محقق** : بھلا ہم چھ دن میں دنیا کو بنائے۔ عرش میں تخت پر آرام کرے۔ وہ خدا قادر مطلق اور محیط کل بھی ہو سکتا

ہے؟ ان صفات کے ہونے سے وہ خدا بھی نہیں کہلا سکتا۔ کیا تمہارا خدا بھلا ہے۔ جو پکارنے سے سنتا ہے؟ یہ سب باتیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں اسی سے قرآن خدا کا بنایا

ہو نہیں سکتا۔ اگرچہ وہ ان میں جہان بنایا اور ساتویں دن عرش پر آرام کیا تو تھک بھی گیا ہو گا اور اب سوایا جاتا ہے / اگر جاگتا ہے تو اب کچھ کام کرتا ہے یا نکلنا نہیں کر اس پر چائنا اور میٹ کر رہتا ہے۔

سوالی جی! چھ مہینے میں کھیتی پکیتی ہے تو مہینے میں بچہ دیتا ہے میں بتا رہا تھا ہے تو سب غلطی مان کبھی ہو سکتا ہے؟ کئے

ان صفات کے نہ ہونے سے وہ پریشور بھی کہا سکتا ہے؟ ٹھیک اسی طرح خدا کے کام ہیں۔ افسوس کہ آپ اعتراض کرتے ہوئے نظام عالم پر غور نہیں کرتے۔

استوی علی العرش۔ کائنات کی ترجمہ و کتاب یہی ہے۔ جو آپ نے کیا ہے لیکن: "صرف آیت سن کر کیا محض دلیل سے آیتوں کے معنی جان کر دیکھا کافی نہیں ہے بلکہ بہت محمل و موقع کے مناسب آگے اور پیچھے کے قطعی کو دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (جموعہ صفحہ ۱۵۲)

اور سنئے!

"جہاں معنی کا امکان نہ ہو وہاں مجازی معنی لئے جائیں گے۔" (جموعہ صفحہ ۱۱۰)

پس اب سنئے قرآن بتاتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَخْلُقْهُنَّ

ترجمہ "کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا بھی نہیں وہ مردے زندہ نہیں کر سکتا؟" اور سنئے! فرقان کہتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ "اس خدا کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔" اور سنئے کتاب اللہ بتاتی ہے۔

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ وَلَا يَشُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

ترجمہ ”اے اے کو اؤ نگہ آتی ہے نہ خند و آسمان و زمین کی حفاظت سے تمکنا نہیں اور وہ دست بلند مرتبہ اور بڑی عظمت والا ہے۔“

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے تمکنا نہیں بلکہ فقرہ اولہم یعنی بخلقہیں اسے یہودیوں اور عیسائیوں کے کتابوں کے ایک نفاذ فقرہ کی اصلاح منظور ہے۔ کیونکہ قرآن کی بابت خداوند تعالیٰ نے مُہِیْمِنًا ﴿۱﴾ کا وصف بھی بتلایا ہے۔ وہ فقرہ خروج ۳۱ باب کی ۷ میں مذکور ہے۔

”چہ ان میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ و دم ہوا۔“

پس اب آیت زیر بحث کا مطلب سمجھئے! خدا نے چھ دن میں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کئے۔ پھر ان پر مناسب حکمرانی کرنی شروع کی۔ یعنی ان کی نگہداشت اور نپائی سے حفاظت کرتا ہے۔

”سنو! قرآن بتلاتا ہے۔“

إِنَّ اللَّهَ يُصَلِّبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا

ترجمہ ”خدا آسمان اور زمینوں کو برپا دھولے سے بچائے ہوئے ہے۔“

استوی علی العرش کے معنی ہم نے نقل احکاہہ علی الخلق کے کئے ہیں اس لئے کہ جب کوئی پادشاہ زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ خواہ تخت پر بیٹھے یا نہ بیٹھے تو عربی اس موقع پر کہتا کرتے ہیں۔ استوی الملوک علی العرش ﴿۱﴾ دیکھو کتاب الاشارة فی الامامہ فی بعض انواع الامامہ (صفحہ ۱۱۰) مطبوعہ قسطنطنیہ۔ ﴿۱﴾

﴿۱﴾ لیان یا امامہ، یوحسبہ ﴿۲﴾ لہو، لا سیارہ کے

پادشاہ، تخت

﴿۳﴾ السادس عشر استوی علی العرش وهو محارہ اسلحہ علی منکہ وکدیر وایامہ قال الشاعر
قد استوی الشر علی العراق من غیر سعف و دم مہراق
وهو محارہ التمثیل فان السلوک بدرون مبالغہ وادخلوا علی اسرہم کتاب الاشارة
صفحہ ۱۰۰

اور اگر آیات قرآنی پر غور کریں تو بھی یہی معنی واضح طور پر سمجھ میں آتے ہیں۔
 جس آیت کا ترجمہ مذکور ہے اس کے نقل لیا ہے۔ تمام آیتوں پر

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ
 اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ یَغْشٰی اللَّیْلَ النَّهَارَ یُظِلُّهُ
 حِیْثَا وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ النُّجُومُ مُسَخَّرٰتٌ بَاَمْرِهِ اِلَّا لَهٗ
 الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ

آیت موصوفہ کا اگر ترجمہ ہی بغور دیکھا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خداوند
 تعالیٰ اپنی حکومت سادہ کا بیان کرتا ہے۔ چنانچہ آیت کے خاتمہ پر اِلَّا لَهٗ الْخَلْقُ
 وَالْاَمْرُ اسن رکھو اس کی ظیق ہے اور اسی کا حکم ہے (اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے
 اور ایک موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے استوی علی العرش کے متعل ایسے لفظ کو رکھا
 ہے جو حکومت کے معنی میں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ یُدَبِّرُ الْأُمُورَ مِنَ السَّمَاءِ اِلٰی
 الْأَرْضِ (خدا اوپر سے نیچے والوں کا انتظام کرتا ہے) پس ان قرآن اور نیز قرآن سابقہ
 سے یہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آیت زیر بحث کے معنی جو ہم نے کئے ہیں صحیح ہیں۔ هذا
 علی مقتضى الرمان ولا فهو اعلم بذاته وصفاته تعالى الله عما
 یقولہ الظالمون علواً کبیراً ہاں اگر یہ شبہ ہو کہ زمین و آسمان وغیرہ کے پیدا
 کرنے سے پہلے خدا کی حکومت تھی تو فقرہ نمبر ۶ ملاحظہ کرو۔

خدا ابھر نہیں بلکہ آپ دیباچہ ستیا رتھ پر کاش صفحہ ۷ پر کار بند ہیں۔ خدا تو صاف
 فرماتا ہے اَسْرَوْ قَوْلَکُمْ اَوْ جَهْرُوا بِهِ اِنَّہٗ عَلَیْہُمْ بَذَاتُ الضُّوْرِ (پوشیدہ
 یا رو یا اوچے خدا تو سینوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے)۔

سوامی جی! ہم مکا صفحہ ۵۲ کا مطلب فیروں غیروں کے لئے ہے۔ آپ کے لئے
 نہیں؟ خدا کے نکما ہونے کی بابت ایک تو آیت مندرجہ بالا ید یُرِ الْاَمَلِ میں کافی جواب
 ہے۔ اَوْ سَرِّیْ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی السَّانِ کَوْثَرٍ سے پڑھو۔

(۱) **ترجمہ :** "مست فساد کرتے پھر زمین پر۔" (سورہ احزاب)
 آیت ۷۷

(۷۱) **محقق :** یہ بات تو اچھی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف دوسرے مقاموں پر جہاد کرنا اور کافروں کو قتل کرنا بھی لکھا ہے۔

اب کو اجتماعِ مدین نہیں ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب محمدؐ صاحبِ مظلوم ہوئے ہو گئے تب انہوں نے یہ تدبیر نکالی ہوگی اور جب غالب ہوئے ہو گئے تب بھڑا فساد برپا کیا ہو گا۔ اس لئے اجتماعِ مدین کی وجہ سے دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

(۷۲) **مدقق :** بحث دوسری آدمی کو کور یا ظن بنا دیتی ہے اور بچہ ستیا رتھ صفحہ ۷۷) مفصل جواب فقرہ نمبر ۲ وغیرہ میں دیکھو۔

(۷۳) **ترجمہ :** ”پس ڈال دیا عصا اپنا نکلاں اور وہ اثر ہوا تھا ظاہر۔“ (سورہ اعراف: آیت ۱)

(۷۴) **محقق :** اس کے لکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایسی جھوٹی باتوں کو محمدؐ صاحب بھی مانتے تھے اگر ایسا ہے تو یہ دونوں عالم نہیں تھے۔ جیسا کہ آنگو سے دیکھنے اور کان سے سننے کے عمل کو کوئی خلاف نہیں کر سکتا۔ ویسے ہی عسا کا اثر ہا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ شعبہ بازوں کی باتیں ہیں۔

(۷۵) **مدقق :** فقرہ کے قائل سب دنیا کے لوگ ہیں۔ سوال کے معنی دوئے چند آریوں کے جن کا حساب انہیوں پر ہو سکتا ہے۔ پس بتائیے۔

”ہم کوئی دوسرے مذہب کو جسے کروڑوں آدمی بھجواتے ہوں بھونٹا ہے اور آپ بچا ہے۔ اس سے یاد کر بھونٹا ہے۔“ (استیلاء فقہ پر کاش صفحہ ۲۹ سہ ماہی ۱۴ نمبر ۷۳) مفصل دیکھو فقرہ نمبر ۱۳، ۱۴

(۷۶) **ترجمہ :**

”پس ہم نے اس پر مینہ کا طوفان بھیجا۔ بُدھی چھیڑے“ مینڈک اور لمبو۔ پس ان سے ہم نے بدلہ لیا۔ اور اس کو ڈوبو دیا دریا میں۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو پارا دوخت دیا تحقیق وہ دین بھونٹا ہے کہ جس میں ہیں اور ان کا کام بھی بھونٹا ہے۔“ (سورہ اعراف: ۱۳۶)

آیت (۱۹) (۱۴۴) (۱۲۵۱۴۳)

(۷۳) محقق :

دیکھئے! جیسا کوئی پانچویں کسی کو ڈرائے کہ ہم تجھ پر سانپوں کو مارنے کے واسطے
 چھوڑیں گے۔ ویسی ہی یہ بات ہے۔ بھلا جو ایسا متعصب ہے ایک قوم کو غرق کرے اور
 دوسری کو پار اوٹارے وہ خدا اور ہی کیوں نہیں؟ جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن
 کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں بھٹاتا میں اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے
 زیادہ کہ جو مذہب کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ کسی مذہب میں سب آدمی بڑے اور بھلے نہیں
 ہو سکتے۔ یکطرفہ ڈگری دینا سخت بالوں کا ہی مذہب ہے۔ کیا تو دیت زبور کا دین نام کہ ان کا
 تھا جو نام ہو گیا؟ یا ان کا کوئی اور مذہب تھا کہ جس کو جو نام لگنا اور اگر یہ مذہب کوئی اور تھا تو
 کوئی نام لگاؤ؟ اگر اس کا نام قرآن میں موجود ہے۔

(۷۴) مدقق :

اس فقرہ کا بچھا حصہ پہلے کا کافی جواب ہے۔ ناظرین! زیر خط عبارت کو غور سے
 پڑھیں۔ پھر سماجیوں سے بظاہر فقرہ مذکور کے ہندو متی کے لئے کوئی مناسب عمدہ تجویز
 کرائیں۔ ہم بھی اسی پر دستخط کر دیں گے۔

سماجیو! علماء حضرت موسیٰ کے معجزات کو ماننے والے کروڑوں ہیں یا کم ہیں۔
 یہودی عیسائی مسلمان تو خاص ان معجزات کے قائل ہیں۔ ہندو بھی اپنے بزرگوں کیلئے ان
 تینوں قوموں سے معجزات کی تسلیم میں کسی طرح کم نہیں۔ کیونکہ سوامی جی نے کسی دلیل پر
 بتائیں رکھی بلکہ صرف یہی فرمایا ہے کہ جس مذہب کے کروڑوں معتقد ہوں۔ ہاں یہ خوب
 کہی کہ۔

”جو ایسا متعصب ہے کہ ایک قوم کو غرق کرے اور دوسری کو پار اوٹارے وہ خدا
 اور ہی کیوں نہیں۔“

ہندو متی! پریشان کی آگیا سنو!

”اے انسانو! تمہارے آیدہ دانتش غیر اسلحہ اور حجر و گمان و لہرہ جھینار میری حمایت

سے مملو ہے اور فتح نصیب ہوں۔ یہ ارادہ دشمنوں کی فحش اور تمہاری فتح ہو۔
تمہاری جائیداد حکومت کے آگے آگے رہے اور تمہارا حق نصیب نہ لیا جائے۔
اور اگر لیا جائے۔ میں یہ کارِ ظالموں کو اختیار دیتا ہوں کہ انہیں لے لیں۔" (تکوید
الحکم ۱۴)۔ حیات ۳ سورگ ۸۸ (متفقہ)

متفقہ کو رہیں مگر انسان تو مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ خاص آدمی مراد ہیں کیونکہ کل
انسان مراد ہوں تو ان کے دشمن کون ہوتے۔ اس متفقہ کی ایک مضامین میں فیصلہ دیا
ہے۔ بڑا مشہور مضمون آدمی کے ساج کا قدامت وید ہے یعنی سماجی و دعویٰ کرتے ہیں کہ وید
ابتداء دنیا میں الہام ہوا تھا۔ اس سے پہلے دنیا میں آبادی نہ تھی بلکہ اس کے مہم سے ابتدا
میں پیدا ہوئے تھے اور ان ہی پر وید الہام ہوئے تھے۔ متفقہ کو رہتا رہا ہے کہ اس کے بیٹے
ایا بہتول آدمی کے سامنے انازل ہونے کے وقت انسان مختلف تمدنی حالت میں تھے۔ ایسے کہ ایک
دوسرے سے عداوت و صداقت کی بھی نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ اس مسئلہ میں پورا ایک
مستقل رسالہ حدوٹ وید ہے۔ ناظرین اسے مطالعہ کریں۔

سوامی جی! کیا اس انصاف سے بھی ایثار ادھری نہیں ہوتا تو کس سے ہو گا۔
آریوں کا دشمن ناہجار چاہے کچھ پر بھی ہو۔ تاہم آس کو بہادر کرنے پر ایثار کمر بستہ ہے۔ پھر
طرفہ یہ کہ ہوا بھی نہیں۔ غازی محمود اور محمد غوری کے حالات پر سننے والے ڈی۔ اے
دی سکولز اور کالج کے طالب علمو! اجتہاد ہم کچھ کہتے ہیں یا نہیں۔

اصل یہ ہے کہ چنڈت جی کو قرآن شریف سے نہیں بلکہ حقانی تعلیم سے ایسی کچھ
عداوت معلوم ہوتی ہے کہ قرآن شریف کے مقابلہ پر ایک اور ایک دو گھنٹے سے بھی جی
چڑھتے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ یہ اس مولوی دشت پانی پانی و لغویوں کا حال ہے۔ جس نے
ہندوئی سے چنڈہ کرا لیا ہے اور دعویٰ کیا اور جس اللہ کے بندے (حضرت موسیٰ) نے اس کو
بند و کما اور بند و کما نے پر زور دیا اس کو اس ظالم نے یہ کہہ کر

لَنْ اتَّخَذَتِ الْيَهُدُ غَيْرِي لَا جَعَلْتُكَ مِنَ الْمُسْجُونِينَ ❁

دھمکایا: اُنہی پاجی کو سزا ملے گی سوائی دیا سدا ہاں آریوں کے مہرشی خدا کو ادھر ہی ابیدین ظالم کہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ حق سے عداوت کرنے کی یہی معنی ہیں۔

ہو تھکے جہازان کا بیج کر بھنور سے

تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے

سوائی جی! کا انصاف اور ایماندار بنی ظاہر کرنے کو ہم زیر بحث آیت کو تمام نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس بندہ خدا کو حق سے کس قدر نفرت تھی۔ وہی بات پرستی ہے۔ جس کی بیخ اکھاڑنے پر آپ کمر بستہ ہیں۔ مگر قرآن شریف میں جب اسی بات پرستی کا رد آتا ہے۔ تو آپ اس کی حمایت پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمام آیت یوں ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ النَّهْرَ فَأْتَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَّبْعُكُمُونَ

عَلٰی أَضْلَامٍ لَهُمْ قَالُوا يَا مُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ

الِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَخِيفُونَ اِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُونَ مَا هُم بِفِيهِ

وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالَ اَغْوِيَ اللّٰهُ اَبْعِيْكُمْ رَبَّنَا وَهُوَ

فَضَّلَكُمْ عَلٰی الْغَالِبِينَ

غور سے سنو! خدا فرماتا ہے۔ ”ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اوتار دیا اور ایک بت پرست قوم پر گزرے اُن کو دیکھ کر انہوں نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ جیسے ان کے معبود ہیں ہمیں بھی ایک معبود بنا دے۔ حضرت موسیٰ نے کہا تم بڑے نادان ہو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ سب ضائع ہے اور جس دین پر یہ ہیں امت پرستی اور دین چھوٹا ہے۔ کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود بنا دوں۔ حالانکہ اُس نے تم کو جہان پر بزرگی بخشی ہے۔“

سماجیو! اچھا! اپنے چہ تھے اصول کو یاد کر کے کہنا کہ اس فہر میں سوائی جی کی

کی عقل بٹھاتی ہے۔ حقیقت میں ہے یا نہیں۔ کیوں نہ ہو کچھ تو وہ ایک مدت کی حقیقت اور کچھ برادری کا قدیمی لحاظ آخر اتنا بھی نہ کریں تو کیا بالکل ہی چھوڑ دیں۔ چور چوری سے جانے بیزا پھیری سے تو نہیں جاتا۔ (پہنچو)

(۷۳) **ترجمہ** : ”پس البتہ دیکھ سکے گا تو مجھ کو پس جب عقل کی چور دگارتے اس کی طرف پھاڑی۔ کیا ریزہ ریزہ اس کو اور کر پڑا مومن کی بے ہوشی“ (سورہ اعراف آیت ۱۲۹)

(۷۴) **محقق** : جو دیکھنے میں آتا ہے وہ محیط کل نہیں ہو سکتا اور اگر ایسے مجھڑے کو تا پھر تک تھا تو خدا اس وقت ایسے مجھڑے کسی کو کیوں نہیں دکھاتا۔ بالکل بھٹ ہونے سے یہ بات قابل تسلیم نہیں۔

(۷۵) **مدقق** : سوای جی ہا اگر کچھ میں کوئی بات نہ آئے تو پوچھنے میں کیا سرشان ہے؟ انصوحا ایسی کہ جس کے اعتبار پر آخر نہ امت ہو یا وہی بات ہے کہ۔

”بیش و جہری نہ سب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتے ہیں۔“ (ادبیات سنہ ۱۹۷۰ء ص ۱۰۰)

ہم سوای جی اور ان کے پیلوں کے لئے تیس بلکہ عام ناظرین یا انصاف کیلئے آیت زیر بحث کو تمام نقل کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس آیت سے خدا کا دیکھنا ثابت ہوتا ہے یا نہ دیکھ سکتا۔

فَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِبِيعَاتِهِمَا وَكَلِمَةً رَبُّهُ قَالَ رَبِّ ارْنِي الْقُرْآنَ
الْبَيْتَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَحَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دُخَانًا وَ
خَرَّ مُوسَىٰ صَاحِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَنكَ تُبَّاتُ الْبَيْتِ وَأَنَا
أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ

یعنی حضرت موسیٰ جب وعدہ الہی پھاڑے جب آئے اور خدا نے ان سے کلام کیا۔ تو انہوں (موسیٰ) نے کہا خداوند! مجھے اپنی زیارت کرا کہ میں تجھے دیکھوں۔ خدا نے کہا

تو مجھے میر گزند دیکھ سکے گا ہاں پہاڑ پر نظر کر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو مجھے دیکھ سکے گا۔ پھر جب خدا نے پہاڑ پر روشنی ڈالی تو پہاڑ پر یہ دیکھ گیا اور موسیٰ نے ہوش گریز سے جب ہوش میں آئے تو پہاڑ کے اسی ایسے سوال کرنے سے اس میں نے تو یہ کی اور میں سب سے پہلے ماننا ہوں کہ تجھے ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا

ناظرین! بتائیے! آیت موصوفہ سے کیا سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی تو یہ تمکنت تھ کر رہی ہے۔ تاہم سوامی جی اپنی کہتے ہیں جہاں نہیں۔ لیکن آخر کیا کریں وہ تو اپنے قول کی تصدیق کرانے کی کوشش میں ہیں کہ۔

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (صوفیہ ص ۵۶)

"عجز کاؤر پہلے کی دفعہ آپکا ہے۔" (مفصل نمبر ۱۳ ص ۳۳) میں ملاحظہ ہو۔

(۷۵) ترجمہ: "اور یاد کر چور و دگارا اپنے کو اپنے دل میں عاجزی اور ذر سے اور کم آواز سے صبح اور شام کو۔" (سورہ اعراف: آیت ۱۸۹)

(۷۵) محقق: ہمیں تو قرآن میں لکھا ہے کہ اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو۔ اور ہمیں لکھا کہ دھیمی آواز سے خدا کی یاد کرو۔ اب کہتے کہ کوئی بات سچی اور کوئی جھوٹی ہے؟ ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بگواس کی مانند ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بات صواب خلاف نکل جائے تو چند ان مضائقہ نہیں۔

(۷۵) مدقق: سوامی جی! پاگل تو ایک طرح سے معذور بھی ہیں۔ لیکن (بقول آپ کے) ناپاک باطن والے جاہلوں جن کو موقع و محل مناسب کی سمجھ نہ ہو اور عظیم کے خلاف عقائد معنی کر کے تصبیح اوقات کریں پاگلوں سے کہیں بڑھ کر پاگل ہوتے ہیں۔ سنو! قرآن بتاتا ہے۔

وَابْتَغُوا فَلَاحَكُمْ أَوْ جَهَنَّمَ إِنَّكُمْ عَلَيْكُمْ هَذَاتِ الشُّرُورِ (ترجمہ نمبر ۷۵ میں دیکھو)

ساجیو! اگر کوئی آیت قرآنی اس مضمون کی تلافی کہ ”اوپنی آواز سے اپنے پرو و گار کو پکارو۔“ تو یہ تفصیل اس ہم سے اعام ہو۔

اگر تعلقہ کو اس پاری کا ممبر ہو تو وہی۔ اسے وہی کالج کے لئے مبلغ یکہ صد (۱۰۰۰) چرو دار اور اگر تعلقہ پاری کا ممبر ہو تو یکہ صد ۱۰۰۰ روپیہ لیکھرام میو ریل فلڈ کے لئے اور یکہ صد گروہ کے لئے سب سے پہلے ہم ویس کے اور کوئی شرط نہیں لگائیں گے۔ یہ بھی سن لو کہ یہ اعام سابقہ اعامات کے علاوہ ہے۔

دیا سند ہو! تین چار سو کے اعام کے علاوہ اپنے گرد کی عزت رکھو اور نہ دنیا کیا کہے کی نمبر ۷۷ میں سوائی جی کہ جس آیت سے اوچے پکارنے کا شہ ہے اسے اور خدا کو بہرہ بنایا ہے۔ وہ بھی سن لو! وہ یہ ہے اذ غلوا ربکم تطهرنا فی حقیقۃ اپنے رب سے دعا مانگو عازری سے اور چھپ کر

تلاوا! یہ آیت اوچے پکارنے سے منع کرتی ہے یا حکم دیتی ہے

اصل میں سوائی کی بھی معذور ہیں۔ اردو میں غلطی تریس کسی سائب نے اذ غلوا کا ”پکارو“ کر دیا تو سوائی کی کی بلا کہ غرض تھی کہ حقیقۃ کے لفظ کو بھی دیکھتے۔ چھاپو پھا کی کہ حقیقۃ کے لفظ کا ترجمہ ہی پھوڑ گئے اور ”حاجری سے“ پر فقرہ غم کر دیا اور پھوڑ نمبر ۷۷ سالانہ کل مترجم قرآنوں میں حقیقۃ کا ترجمہ ”چھپا کر“ کیا ہوا ہو ہے۔ سچ ہے۔

”جنت دھری غلاف فشاہ شلم کلام کے معنی کیا کرتے ہیں۔“ اور پانچ ستارہ

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

صفحہ ۱

اور سنئے!

آگے دیکھنے کی نہ بھٹکے والے یہاں کو راقی علم نہیں ہوتا۔“ اور پانچ ستارہ

صفحہ ۱۵۲

(۷۶) ترجمہ: ”سوال کرتے ہیں تھ کو لوگوں سے کہ لو میں واسطے اللہ کے اور رسول کے۔“ پس اللہ

سے۔“ (سورہ اٹال: آیت ۱۱)

(۷۶) محقق: تعجب ہے کہ جو لوگ چاہیں تو ان کو کے کام نہ کریں

وَلَدَى الْقَرْيَةِ وَالْيَنْطَى وَالسَّاحِينَ وَالْبَنِي السَّيْلِ ①

پانچواں حصہ مستحقین «حاکموں کے لئے نکال کر باقی سب جنگی قوت پر تقسیم ہو گا۔
ہاں سوائی اسی آپ ہی بتائیے کہ اس کے سوا اس مال کی تقسیم کرنے کی کوئی عمدہ
صورت بھی ہے؟ مگر بتا دیجئے ہوئے منوجی کاٹھ کورہ پال پر مان یا در ہے۔

ہاں یہ تو ہم مانتے ہیں کہ مسلمان واقعی بڑے پاپی ہیں کہ ویدک و عہد کے قائل نہیں ہوتے تاکہ شیوگ وغیرہ میں ان کو آسمانی ہو (اچھے بڑا)

(۷) ترجمہ: "اور کائنات کا قیام کیلئے میں مدد کو کائنات کو سنبھالنے کے لئے ہزار ہا فرشتوں کے پیچھے سے آئے ہوں۔" (یہاں میں)

کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔ پس ماوراء النہر کے کافروں کے اور ماوراء النہر میں سے ہر ایک کو پوری پر۔ (سورہ انفال: آیت ۷۹-۸۲)

(۷) محقق : لوگ تہذیب اسلام میں نہیں۔ ان کافروں کی جڑ

کائنات ان کی گردن مارنے اور ان کے بنو زوں کو کائنات کا علم دینا ہے اور اس کام میں ان کا مدد و معاون بننا ہے کیا یہ خدا راوں سے کچھ کم ہے؟ یہ سب فریب قرآن کے مصنف کا ہے۔ خدا کا نہیں اگر خدا کا ہو تو ایسا خدا ہم سے ذور رہے اور ہم اُس سے ذور رہیں۔

(۷) مدقق : فصل جواب نمبر ۴ وغیرہ میں لے گا یہاں خدا سے آپ کی دوری کی ہم جگہ قرآن شریف تصدیق کرتا ہے

سنو!

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمِئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ

۱۰۔ وہی ہے جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے (۱۱۔ اللہ) (۱۲۔ جسم کے لیے) (۱۳۔ اللہ)

ترجمہ ”یہ کافر اس روز اور پروردگار میں رہتے جائیں گے۔“

(۷۸) ترجمہ : ”اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اسے لوگو! جو ایمان لائے اور پکارنا قبول کرو۔ واسطے اللہ کے اور واسطے

رسول کے۔ اسے لوگو! جو ایمان لائے اور تم یقیناً مت کرو اللہ کی اور رسول کی اور مت خیانت کرو امانتوں اپنے کو اور نہ کرو اللہ اور نیک عمل کرنے والوں کا۔“ (سورہ انفال آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹)

(۷۸) محقق : کیا اللہ مسلمانوں کا طرفدار ہے؟ اگر ایسا ہے تو

خدا پکارے بغیر نہیں بن سکتا؟ بہرہ ہے اس کے ساتھ رسول کو شریک کرتا بہت برا ہے۔ اللہ کا کوئی ساخزا نہ بھرا ہے جو چاہا جاسکے۔ کیا رسول کی اور اپنی امانت کی خیانت چھوڑ کر اور سب کی خیانت کیا کریں؟ اس قسم کی تعظیم باطلی اور اوجھڑیوں کی ہو سکتی ہے۔ بھلا اگر خدا انکار کرتا اور انکاروں کا ساتھی ہے تو پھر وہ خدا انکار فرمائی اور ہم ہر بی کیوں نہیں؟ اس لئے یہ قرآن خدا کا بنا ہوا نہیں ہے۔ کسی انکار فرمائی کا بنا ہوا ہو گا نہیں تو ایسی فضول باتیں کیوں کہیں؟ مگر ہمیں کیا ضرورت۔

(۷۸) مدقق : نمبر ۱۲۱ نمبر ۵۲ نمبر ۷۵ نمبر ۵۰ وغیرہ میں سب باتوں کا مفصل جواب آچکا ہے۔ سوائی جی کو تو نمبر شماری کا

شوق چاہتا ہے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ اللہ کا کوئی ساخزا نہ ہے۔ ہم کئی دفعہ کہہ آئے ہیں۔ کہ سوائی جی اگر کسی مولوی صاحب کے پاس تھوڑی مدت ٹھہر کر قرآن شریف پڑھا من لیتے تو ایسے دھکے نہ کھاتے سوائی جی! قرآن امانت خداوندی کی تعمیر خود کرتا ہے سنو!

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ
كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ ”ہم نے اپنے احکام آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر نازل کئے (یعنی ان کو مناسب حال ان کے مامور کیا) ان سب نے قبول

کی۔ مگر انسان نے اس امانت میں خیانت کی جنگ انسان بڑا ہی ظالم اور باطل ہے۔

ادھام خداوندی خدا کی امانت ہیں۔ پس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ احکام شریعت میں غفلت اور سستی نہ کرو۔ تعالیٰ! بھوکا صفحہ ۵۲ کا مصداق کون ہے؟

ہاں یہ نئی منطق ہے کہ اپنی امانت کی خیانت چھوڑ کر اور سب کی خیانت کیا کریں؟ یہ بالکل اسی قسم کی تقریر ہے جو کسی کج رو طالب علم نے کھڑے پانی میں پاخانہ کر دیا۔ دوسرے نے اس کو ٹوکا اور کہا کہ کھڑے پانی کے اندر بول کرنے سے منع آیا ہے تو نے یہ کیا کیا۔ کج رو بولا۔ بول کرنے سے منع ہے۔ پاخانہ سے تو منع نہیں۔ ورنہ لفظ دگھاؤ ایسی بے سمجھی کی ہم بھی داد دیتے ہیں۔ سو اسی ہی کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں دوسری قوموں کے ساتھ دو طرح سے معاملہ ہوتا ہے۔ اگر وہ صلح سے ہیں تو صلح سے اور اگر برسرِ جنگ ہیں تو جنگ سے مصالحین کا حکم شریعت اسلام میں وہی ہے جو آپس میں مسلمانوں کا ہے۔ حربیوں (جنگیوں) کا حکم وہی ہے جو منوبی کا پرمان ہے۔ سنو!

”اس (دشمن) کے ملک کو حقیقت پانچا کر چار۔ خوراک، پانی اور تیزم کو تھک و خراب کر دیں۔“ (مندرجہ بالا تھکے کاش صفحہ ۲۱۱ نمبر ۶، ۱۵۳)

مضمون تو صاف ہے۔ مگر اس کا کیا علاج ہو کہ۔

”ناپاک باطن والوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔“ (بھوکا صفحہ ۵۲)

”اور لڑوان سے یہاں تک کہ نہ رہے فنڈ یعنی غلبہ“

(۷۹) ترجمہ: کفار کا اور ہووے دین تمام واسطے اللہ کے اور جانو تم یہ کہ جو کچھ لوٹ لو کسی چیز سے تحقیق واسطے اللہ کے ہے یا نہ جانو حصہ اس کا اور واسطے رسول کے۔“ (سورہ انفال: آیت ۸، ۳۸، ۳۹)

(۷۹) محقق: ایسی بے انصافی سے لڑنے والا مسلمانوں کے خدا کے سوائے امن میں تھل دو صراکوں جو کا؟ اب دیکھئے یہ

کیسا مذہب ہے کیا اللہ اور رسول کے نام پر سب جہان کو لوٹا لوٹا غارت گروں کا کام نہیں ہے؟ اور کیا خدا بھی لوٹیرا ہے کہ لوٹ کے مالی کا حصہ دار بنے گا؟ ایسے غارت گروں کے طرف دار بننے سے خدا اپنی خدائی میں نہ لگتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے

کہ ایسی کتاب ایسا خدا اور ایسا غیر جہان میں ایسے جنگ و جدل کرانے اور امن عامہ میں رشتہ انداز بن کر لوگوں کو تکلیف دینے کیلئے کہاں سے آگئے ہیں؟ اگر ایسے مذہب دنیا میں جاری نہ ہوتے تو ساری دنیا شادیاں و فرحان رہتی (مزے سے میٹھتے ہوتے اور شراب کھاتے اڑاتے) (پیشہ ز)

(۷۹) **مدقق** : ہمارے متعلق مفصل نمبر ۳ وغیرہ میں موجود ہے۔ قیمت کے متعلق نمبر ۷ میں لکھ آئے ہیں۔

ہاں یہ خوب کہی کہ "ایسے مذہب دنیا میں جاری نہ ہوتے تو ساری دنیا شادیاں و فرحان رہتی۔" مگر کیا کریں وید بھگوان نے بھی تو یہی پرمان دیا کہ۔
 تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر آئیں روگرداں اور سپاگرہ۔ تمہاری فوج جہاد کا رگزار اور مافی گرامی ہو۔ تاکہ تمہاری مالکیت حکومت، دسے زمین پر قائم ہو اور تمہارا حریف ناہنجار (جسے ماراج!) شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے۔ (رگ وید اشک ۱۱، اڑھیا ۳، اور گ ۱۳، منتر ۱۶)

سوامی جی! آیت موصوفہ خود امن کا اظہار کر رہی ہے۔ دیکھتے کس وضاحت سے لکھا ہے اور آپ نے بھی بڑے جوش سے نقل کیا ہے کہ "لڑوان سے یہاں تک کہ نہ رہے قتل۔" جس سے سلف معلوم ہوتا ہے کہ بغرض قیام امن لڑنا منظور ہے۔ کئے! عقل بڑی یا بھینس؟

سوامی جی! آپ کی طرح بہت سے ریفارمروں نے یہ تعلیم دی یا ان کے ذمہ لگائی گئی کہ۔

ہو کوئی تیرے دابے گال پر ہلچلے مارے دوسرا گال بھی اس کی طرف بھیرے اور اگر کوئی چاہے کہ تھ پر ناٹش کر کے تھی قبائے کرتے تو بھی اسے دے اور نہ کوئی تجھے ایک کوس دیکھ رہا ہے اس کے ساتھ، کوس چلائے ہو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اسے دے اور نہ تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ موڑ۔" (انجیل متی ۵: ۳۰)
 مگر ان احکام سے مجز زبان کی ترقی کے اور بھی کچھ حاصل ہے؟ اعتبار نہ ہو تو عیسائی قوموں کا حال دیکھ لو جنہوں نے خود ہی ایسے احکام کو رومی کے صندوق میں ڈال کر ثابت کر دیا کہ

ایں چنیں رقا ص را با ید و صول این چنیں

کیوں نہ ہو۔ قانون قدرت کا مقابلہ کوئی آسان کام نہیں، دشمنوں کی مداخلت فطرت انسانی میں ہے۔ مفصل دیکھا ہو تو ہماری کتاب تقابل خلافت و تربیت انجیل اور قرآن کا مقابلہ پڑھو یا الہامی کتاب مباحث آریہ پڑھو۔

(۸۰) ترجمہ: "اور گاش کہ دیکھے تو جس وقت کہ قبض کرتے ہیں روحمیں اُن لوگوں کی کہ کافر ہوئے فرشتے مارتے مت

اُن کے اور بیٹھیں اُن کی اور گتے ہیں چکھو تم مذاپ جتنے کا۔ پس ہلاک کیا ہم نے اُن کو ساتھ کناہوں اُن کے کہ اور ڈبایا ہم نے قوم فرعون کو۔ اور تیار کر دیا اُسے اُن کے جو کچھ تم کر سکو۔" (سورہ انفال: آیت ۵۸، ۵۹، ۶۰)

(۸۰) محقق: کیوں ابی آج کل تو روس نے روم کی اور انگلینڈ نے مصر کی خوب گت بنائی ہے۔ اب فرشتے کہاں سو گئے؟

پہلے خدا اپنے بندوں کے دشمنوں کو ہارنا ڈبونا تھا۔ اگر یہ بات سچی آج کل بھی ایسا کرے۔ چونکہ ایسا نہیں کرتا اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں، دیکھئے یہ کیسا برا حکم ہے کہ جو حتی الوسع غیر مذہب والوں کے لئے تکلیف دہ کام کیا کرو۔ ایسا حکم عالم و دیندار رحیم کا نہیں ہو سکتا۔ پھر لکھتے ہیں کہ خدا رحیم و عادل ہے۔ ایسی باتوں سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے خدا سے انصاف اور رحم و غیرہ ٹیک او صاف ڈور بھاگتے ہیں۔

(۸۰) مدقق: اس کا جواب نمبر ۵۵ میں مفصل دے آئے ہیں۔ ہاں یہ کہہ دینا ضرور ہے۔ گویہ کوئی نئی بات نہیں کہ سوامی جی

نے اس آیت کو بالکل نہیں سمجھا۔ ایک تو یہ آیت کفار کی موت طبعی کے وقت سے متعلق ہے۔ جس کو سوامی جی نے جناد کے متعلق بنا دیا۔ دوم یہ بھی لفظی ہے کہ "حتی الوسع غیر مذہب والوں کے لئے تکلیف دہ کام کیا کرو۔" بلکہ آیت کا مطلب صاف ہے پہلے قرآنی الفاظ سنو!

اَعِدُّوْلَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ

جس کا پورا ترجمہ اور اصل مطلب منجانبی کے پرمان میں دیا کرتا ہوں۔
 "سیاست کلی کو جاننے والوں کے لئے ملک و اپنی مناسب تہا و تہل میں اسے کہ جس طرح اس کے معاون بے تعلق لوگ اور دشمنین زیادہ طاقتور نہ ہو

ہائیں (مندرجہ ستیا رتھ صفحہ ۱۲۰)

یہی مطلب آیت موصوفہ کا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ کیلئے فوجی قواعد اور گھوڑ دوڑ وغیرہ لوازمات فوجی میں پست و چالاک رہو۔

پڈت جی نے جس لفظی ترجمہ سے آیت کا ترجمہ نقل کیا ہے اس میں بھی یوں لکھا ہوا موجود ہے "اور تیاری کرو واسطے ان کے جو کچھ کر سکو تم قوت سے اور پابند مٹے گھوڑوں سے۔" جس کا مطلب اردو محاورے میں وہی ہے جو ہم نے نقل کیا۔

(۸۱) **ترجمہ :** "اے نبی کفایت تجھ کو اللہ اور ان کو جنہوں نے

پروائی کی تیری مسلمانوں میں سے اے نبی رغبت دے مسلمانوں کو اوپر لڑائی کے۔ اگر ہوں تم میں سے میں مہر کرنے والے غالب آئیں۔ سو پور۔ پس کھاؤ اس چیز سے کہ نصیحت کیا ہے تم نے حلال پاکیزہ اور ذرا اللہ سے تحقیق اللہ بخشے والا مہربان ہے۔" (سورہ انفال: آیت ۶۳-۶۴) ۱۶

(۸۱) **محقق :** بھلا یہ کون سے انصاف، علیت اور دہرم کی بات ہے

جو اپنی پروائی کرے اور خواہے انصاف ہی کیوں نہ ہو اس کی طرف وارنٹی کریں اور فائدہ پہنچائیں اور جو رعایا کے امن میں خلل انداز ہو کر جنگ کرے اور گرائے اور لوٹ کے مال کو حلال بنا دے۔ اُسے بخشہ دے اور مہربان ناموں سے موسوم کیا جائے یہ تعلیم خدا کی تو کیا بلکہ کسی شریف آدمی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی ایسی باتوں سے قرآن خدا کی حکام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۸۱) **مدقق :** متصل جواب پہلے کہی وعدہ لکھا جا چکا ہے۔ بالخصوص نمبر ۳

نمبر ۶ ملاحظہ ہو۔ سو امی جی! یہ بھی قرآن شریف کا اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ کا معجزہ ہے کہ آپ جیسے لائق و دوان (عالم) کو قرآن شریف پر اعتراض کرنے کی سوجھی اعتبار نہ ہو تو قرآن مجید کی آیت کو نوکر سے سنو!

كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عِزًّا وَشَیَاطِیْنُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

يُوحِیْ بِغُضَبِهِمْ اِلٰی بَعْضِ الْفَوَاحِشِ عَزُوْرًا

ترجمہ : "اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنوں اور انسانوں میں گمراہ

لوگوں کو دشمن بنایا ہے۔ جو ایک دوسرے کو دھوکہ دے اور فریب کی باتیں

سناتے رہتے ہیں۔

سناچیو! اس آیت کو خوب سمجھ کر ہماری داد دو۔

(۸۲) **ترجمہ:** ”بیش رہیں گے سچ اس کے تحقیقی اللہ نزدیک ان کے

ہے ثواب بڑا۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ مت چکڑو باپوں اپنے کو اور بھائیوں اپنے کو دوست اگر دوست رکھیں کفر کو اور ایمان کے۔ پر اناری اللہ نے تسکین اپنی اور رسول اپنے کے اور اوپر مسلمانوں کے اور اتارے لشکر ضعیف دیکھا تم نے اور عذاب کیا ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر پھر اے گا اللہ پیچھے ان کے اوپر اور لڑائی کرو۔ ان لوگوں سے کہ جو ایمان نہیں لاتے۔“ (سورہ توبہ: آیت ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶)

(۸۳) **محقق:** بھلا جو بہشت والوں کے نزدیک اللہ رہتا ہے تو محیط کل کیونکر ہو سکتا ہے اگر محیط کل نہیں تو دنیا کا بنانا والا

اور عادل نہیں ہو سکتا۔ اور لوگوں کو اپنے ماں باپ بھائی اور دوست سے جدا کرانا صرف بے انصافی کی بات ہے۔ ہاں اگر وہ بری تعلیم دیں تو تہ مانتی چاہئے۔ لیکن ان کی خدمت بیش کرنی چاہئے پہلے خدا مسلمانوں پر صریح تھا اور ان کی مدد کے لئے لشکر اتارتا تھا۔ اگر یہ بات سچ ہوتی تو اب ایسا کیوں نہیں کرتا؟ اور اگر پہلے کافروں کو سزا دیتا تھا اور پھر ان پر رحمت کرتا تھا تو اب کہاں گیا ہے؟ کیا خدا الڑائی کے بغیر ایمان قائم نہیں کر سکتا۔ ایسے خدا کو ہماری طرف سے بیش تلا غلطی ہے۔ خدا کیا ہے ایک قماش گر

www.only1or3.com

www.onlvoneorthree.com

(۸۴) **مدقق:** سوامی جی کا پرمان بائبل سچ اور سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ آگے پیچھے کو نہ دیکھ کر انکل چو من گھڑت کلام

کے معنی کرنے والے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔ اجمو مکا صفحہ

(۵۲)

سوامی جی کو پہلے آیت کا صحیح ترجمہ بتلاتے ہیں۔ امید ہے کہ ترجمہ سنتے ہی آپ کو اپنے سوالوں کی قدر معلوم ہو جائے گی۔ آپ نے شاہ رفیع الدین صاحب کا لفظی ترجمہ

ملاحظہ رکھا ہے مگر افسوس کہ اسے بھی نہیں سمجھا گو وہ ترجمہ عربی کے لفظی ترجمہ ہونے اور دونوں زبانوں (عربی اور اردو) کے محاوروں کی مغایرت کے مطلب خیر نہیں۔ تاہم چونکہ آپ نے اسی کو پیش نظر رکھا ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اسی میں سے نقل کر کے سماجیوں سے آپ کی سمجھ اور دیانت داری کی داد دلوائیں۔ پس سماجیو! سنو! اصل آیت یہ ہے۔

لَيْسَ فِيهَا لَكُمْ حَقٌّ خَالِدٌ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

ترجمہ ”و اسے ان کے سچ اس کے ثواب کے لئے ہے پائدار ہمیشہ رہیں گے سچ اس کے ہمیشہ تحقیق اللہ نزدیک اس کے ہے ثواب بڑا۔“
سوامی جی نے اس میں کیا کمال کیا ہے۔ ایک تو ”اس کے“ لفظ کو ”ان کے“ سے بدلا۔ دوم اس سارے کو پہلے کلام سے ملا دیا۔ سوم ”ثواب بڑا“ کا لفظ ہے تعلق چھوڑ دیا۔ معلوم نہیں مبتدا ہے یا خبر چہارم آیت کا شروع ہی ہضم۔ پھر بتائے مطلب کیوں نہ گزرتے۔ سچ ہے۔“

لطف پر لطف ہی افلا میں میرے یار کے یار
عام علی سے گدج کھتا ہے ہوز سے ہمار
آیت کا ہاتھ اور ترجمہ ہے ”اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔“ اور یکو ترجمہ شاہ
عبد القادر صاحب

سماجیو! قرآن مترجم کو دیکھو اور سوامی کی محنت اور دیانت کی داد دو۔
ماں باپ کو چشم زدن کے وہی معنی ہیں۔ جن پر آپ نے بھی دستخط کئے ہیں۔ یعنی
ان کی بری تعلیم کو نہ ماننا اور باقی امور میں ان سے سلوک کرنا واجب ہے۔ سنو!
قرآن شریف بتاتا ہے۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبَيْهِمَا فِي الدُّنْيَا مَفْزُوقَا
ترجمہ ”اگر ماں باپ تجھے مجھ سے اثنیٰ خدا سے اشرک کرنا کہیں تو
ان کی نمان اور دنیاوی باتوں میں ان سے سلوک کرنا مارہ۔“

سوامی جی! بتلائے! مجموعہ کا صفحہ ۵۴ اہل حق و انت میں یا کچھ اور؟

کافروں کی باتوں کا جواب نمبر ۲ و نمبر ۵۱ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

”اور ہم فخر ہیں واسطے تمہارے یہ کہ پھپھائے تم کو
(۸۳) ترجمہ : اللہ عذاب اپنے پاس سے یا تمہارے ہاتھوں

سے۔“ (سورہ توبہ آیت ۴۴)

کیا مسلمان ہی خدا کی پولیس بن گئے ہیں کہ وہ اپنے
(۸۳) محقق : ہاتھ سے یا مسلمانوں کے ہاتھ سے غیر مذہب والوں کو

گرفتار کرتا ہے؟ کیا دوسرے کروڑوں آدمی خدا کو ناپسند ہیں؟ اور مسلمانوں کے
گناہگار بھی پسند ہیں؟ اگر ایسا حال ہے تو اندیشہ گہری پوچھ راجا کی مثال صادق آئے
گی۔ تعجب ہے کہ عقلمند مسلمان بھی اس بے بنیاد اور نامعقول مذہب کے قائل ہیں۔

مفصل جواب نمبر ۲ وغیرہ میں آچکا ہے۔ سوامی جی!
(۸۳) مدقق : ایک بات کو بے مطلب بار بار کہتے جانا پانی بلونا ہوتا

ہے۔ تعجب ہے عقلمند آرہے ایسے بے بنیاد اور نامعقول اعتراضات کو سن کر بھی سوامی جی
کو لڑ رہتے ہیں اور شیوگ بھی غلط اور ناچائز تعلیم کو من کر بھی دید وید کہنے پاتے
ہیں اور شرماتے نہیں۔ افسوس! افسوس! افسوس!!!

”وعدہ کیا ہے اللہ نے ایمان والوں کو اور ایمان
(۸۳) ترجمہ : والیوں کو بخشش چلاتی ہیں نیچے ان کے سے نہیں بیٹ

رہے، اے سچ اس کے اور گمراہ کیزہ سچ بہشتوں کے اور رضامند ہی طرف اللہ کی سے
بست بڑی ہے یہ وہ ہے مراد پانا پس لٹھا کرتے ہیں ان سے لٹھا کرتا ہے اللہ ان
سے۔“ (سورہ توبہ آیت ۷۵)

یہ خدا کے نام سے مرد و زن کو اپنے مطلب سے لئے
(۸۳) محقق : لالچ دینا ہے کہ غمہ اگر ایسا لالچ نہ دیتے تو کوئی غم

مصائب کے درام میں نہ پھنستا، ایسا ہی اور مذہب والے بھی کیا کرتے ہیں۔ آسمانی توحید
لٹھائی لیا کرتے ہیں۔ لیکن خدا کو کسی سے لٹھا کرنا واجب نہیں ہے یہ قرآن کیا ہے؟

میل ہے۔

(۸۴) **مدقق** : نمبر ۲ و نمبر ۳۱ میں کئی ایک جگہ اس کا جواب مل سکے گا۔
سوائی جی بھٹ بھو مکا صفحہ ۱۰ کو بھول جاتے ہیں۔

”جہاں معنی میں فیما مکان ہو وہاں استعارہ (مجاز) ہوتا ہے۔“

پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ خدا ان کو ٹھنڈے کی سزا دے گا۔ یا ذلیل کریگا۔
کیوں جس لفظ کا یہ (ٹھنڈا) ترجمہ ہے وہ ”استہزاء“ ہے۔ جس کے معنی اہت میں تحارت
کے بھی ہیں اور ٹھنڈے میں ایک قسم کی تحارت ہوتی ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ
اللہ ان کو ذلیل کریگا۔ مفصل نمبر ۶۱ میں ملاحظہ ہو۔

(۸۵) **ترجمہ** : ”لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ساتھ اس کے
جنا د کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور ہاتوں
اپنے کے اور یہ لوگ واسطے او نہیں کے ہیں۔ بھلائیاں اور مہر رکھی اللہ نے آپ دلوں
ان کے کے پس وے نہیں جانتے۔“ (سورہ توبہ: آیت ۸۳-۸۹)

(۸۵) **محقق** : اب دیکھئے خود غرضی کی بات کہ وہی اٹھتے ہیں کہ جو
محمد صاحب پر ایمان لائے اور جو تمہیں آئے وہ پرے
ہیں۔ کیا یہ بات تعصب اور جمالت سے بھری ہوئی نہیں ہے؟ جب خدا نے مہر ہی لگا دی تو
ان کا قصور مٹاؤ کرنے میں کوئی بھی نہیں۔ بلکہ خدا ہی کا قصور ہے۔ کیونکہ ان بھائیوں کو
بھلائی کرنے سے دلوں پر مہر لگا کر روک دیا یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے۔

نمبر ۳۱ اور نمبر ۶۵ و فیہر ملاحظہ ہو۔
(۸۵) **مدقق** :

(۸۶) **ترجمہ** : ”اے مال ان کے سے خیرات کہ پاک کرے تو ان کو
یعنی ظاہر اور پاکیزہ کرے تو ان کو ساتھ اس کے یعنی
باطن میں۔ تحقیق اللہ نے مولیٰ ہیں مسلمانوں سے بائیں ان کی اور مال ان کے
بدلے اس کے واسطے ان کے بہشت ہے۔ لڑیں کے سچ راہ اللہ کے۔ پس ماریں گے اور
مارے جائیں گے۔“ (سورہ توبہ: آیت ۹۹-۱۰۰)

(۸۶) **محقق :** واہ جی واہ! محمد صاحب آپ نے تو کو کتنے گناہوں کی ہمسری کر لی۔ کیونکہ جن کا مال لینا انہیں کو پاک کرنا تو

گناہوں کا کام ہے۔ واہ اللہ میاں آپ نے اچھی سوچا اگر بی بیاری کی کہ مسلمانوں کی معرفت عربوں کی جانیں لینا ہی نفع سمجھ رکھا ہے اور قیدیوں کو مرادے اور غلاموں کو بہشت دینے سے مسلمانوں کا تہ اسے رحم اور غیر منصف ہو کر اپنی خدا کی میں بنے لگا بیٹھا ہے اور عقل مند شریفوں کے نزدیک قابل نفرت ہو گیا ہے۔

(۸۶) **مدقق :** اوہو! اوہو!! پنڈت جی! آپ نے بھی تو فتنہ ہوں کی ہمسری کر لی کہ شکم کے خلاف منشاء و مخالف مراد معنی

لیکر عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہو! دیکھا ہے ستیا رتھ سلی (۷) سوامی جی! یہ مال کہاں خرچ ہو گا؟ جہاں منوجی پر مانا علم ادین کے۔ غور سے

سنو!

”اللہ سے ہم نے مرایا کہ ان قرآن کی تعلیم اور حرم کی اشاعت طلب اور اعظاف طریقت و قرآن اور عقائد قیدیوں کی ہوش میں صرف کریں۔“
سنہ ۱۹۹۹ء سیدنا رتھ سلی ۱۹۸۸ء ص ۶ نمبر ۳۳

اگر اعتبار نہ ہو تو قرآن میں دیکھ لو اس مال کا مصروف کیا بتلایا ہے۔ پڑھو۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

ترجمہ : ”صدقات صرف فقیروں، مسکینوں اور جمع کرنے والوں

اور اسلام سے محبت کرنے والوں کے لئے ہیں اور غلام آزاد کرانے کیلئے ہیں اور قرضداروں کیلئے اور فوج کی تیاری کے لئے اور مسافروں کے لئے یہ خدا کا مقرر ہے (اس کے خلاف نہ ہو) اور خدا سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے۔“

سماجیو! تلو! منوجی کے پرمان سے یہ مصارف ضروری اور مفصل ہیں یا نہیں؟
سوامی جی نے خیال کیا ہو گا کہ یہ مال بغیر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صرف میں لائے

مصنف ۱۱، مسطور ۱۱، قی خود دولت اعلم بیعیات کو بھی نہیں جانتا تھا۔ ۱۱
 ساجیو! اس کا کچھ جواب دے سکتے ہو؟ (مزید توضیح نمبر ۱۲ میں دیکھو)
 چونکہ آپ نے آسمان سے انکار کی کوئی دلیل نہیں بتلائی۔ اس لئے ہماری طرف سے
 مردست اتنا ہی کافی ہے اگر کوئی آپ کا پید و لیل بتلائے گا تو ہم بڑی خوشی سے سنیں گے اور
 عقول پر اب ۱۱ دیں گے۔ آپ کی طرح صرف احمق پر قناعت نہیں کریں گے کہ۔
 "جب وہ کہتا ہے تو دوسرے ملک والوں کی من گھڑت باتوں کو عقل مند لوگ بھی
 نہیں مان سکتے۔" (ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۲۹)
 ساجیو! دلیل بتلاتے ہوئے کسی پر دھیسر کا قول بلا دلیل نہ لکھ دینا یاد رہے کہ یہ
 میدان مناظرہ ہے۔ ساج مند ر نہیں۔ ۱۱

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکہد میں سرستی صاحب
 میاں گھڑی آچلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں
 خدا کے کاموں میں آپ کو ہمیشہ شبہ ہو تا ہے۔ کیا چھ مہینوں میں کلیتہً کہتے ہیں۔ تو
 مہینوں میں تو ہم زاد اور گونا گونا پڑھتی ہے۔ خدا کو سال بھر تک یہ بتانا پڑتا ہے۔ اتنا تو یہ
 ۱۱ وی صاحب! قرآن میں یہ کیسے نہیں لکھا کہ "ہو جا۔" کہنے سے دینا ہو گئی۔ اگر کوئی آپ
 کا پید وہ مقام ہمیں بتلا دے۔ تو ہم سے مبلغ یکصد چہرہ دار انعام پائے ۱۱ وہ یوں
 ہے کہ جب خدا کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کو صرف "ہو جا" کہتا ہے تو وہ یوں
 آجاتی ہے۔ اس مقام کو چاندن والے مقام سے کوئی اختلاف نہیں۔ دنیا کی مختلف کیفیتیں
 خدا نے پیدا کی ہیں۔ جب کسی کیفیت کو حسب اقتضاء حکمت پیدا کرنا چاہا "ہو جا" کہنا وہ
 کلیتہً پیدا ہو گئی۔ آپ نے اگر بچے کی پیدائش پر غور کیا ہو تا تو آپ کو معلوم ہو گا کہ بظاہر تو
 بچہ کی پیدائش میں تو ماد لگ جاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں اس کی ان گنت لطیفات ہوتی ہیں کہ
 ہر آن بدلتی ہیں اور ہر آن خدا اپنے قانون قدرت سے "ہو جا۔" کہتا ہے اور وہ ہوتی
 جاتی ہیں۔ ایسے دونوں آیتوں کا مطلب بالکل متضاد ہے فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا
 ہے۔ ۱۱ اسے ہم اپنے مزید توضیح کسی ۱۱ دیتا ہوں بھی ہے کی ۱۱

۱۱ چنانچہ طلب جواب نہ ہو گا ۱۱ ۱۱ ۱۱

۱۱ ان کے یہ احوال بھی ساری کے سامنے ہیں چاہے ۱۱

خدا کے تدبیر کرنے کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ وہ تدبیر نہیں جو آئندہ کے نفع نقصان سوچنے کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی صحیح اور کبھی غلط بھی ہو جاتی ہے کیونکہ۔
 ”ہمارے معنی میں تیرا مکان ہو۔ وہاں نماز پڑھنا ہے۔“ (نور کا صفحہ ۱۱۰)
 چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قرآن عالم الغیب ہو گا بھی ملتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ تدبیر کے معنی سوچ بچار کے ہوں۔

”اور ہدایت اور رحمت واسطے مسلمانوں کے۔“ (سورہ یونس: آیت ۵۵)

(۸۹) ترجمہ :

(۸۹) محقق : یا خدا مسلمانوں ہی کا ہے؟ دوسروں کا نہیں؟ اور کیا وہ طرف دار ہے کہ مسلمانوں ہی پر رحم کرنا ہے اور دوسروں پر نہیں۔ اگر مسلمانوں سے مراد ایماندار ہیں تو ان کے لئے ہدایت کی ضرورت ہی نہیں اور اگر مسلمانوں کے سوائے دوسروں کو ہدایت نہیں کرنا تو خدا کا علم بے فائدہ ہے۔

(۸۹) مدقق : مفصل جواب نمبر ۵ و نمبر ۳ وغیرہ نمبروں میں آچکا ہے۔ یہاں پر صرف سوامی کے پرمان پر قیامت کی جاتی ہے۔

ہے۔ پس سنو!

ان چودہ محاسن کو جو شخص تعصب پھوڑ کر انصاف کی نظر سے دیکھے گا اس کے آتما اول میں بے معنوں کی روشنی سے راحت پیدا ہوگی اور وہ شخص خدا اور تعصب سے دیکھے گا۔ اس پر اس کتاب کا مطلب ٹھیک ٹھیک واضح ہو گا بہت مشکل ہے۔ (ستیا رتھ پر کاش صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴ نمبر ۱۳۵)

جس طرح آپ کی کتاب سب لوگ دیکھتے ہیں حتیٰ کہ میں بھی اس وقت دیکھ رہا ہوں اور واقعی مجھے اس سے بہت کچھ فائدہ بھی ہوا ہے کہ میں قرآن کا جی اسی کتاب ہونا اس میں بھی گویا لکھا ہوا پاتا ہوں۔ لیکن تاہم مطلب یا پی میں لوگ مختلف ہیں۔ جس طرح آپ کے حسب منشاء بہت کم لوگ نصیحت پاتے ہیں۔ جن کا نام آپ نے غیر متعصب رکھا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کیلئے قرآن رحمت ہے اور ایسے ہی غیر متعصبوں کو قرآن مجید کے محاورے میں مسلمان کہتے ہیں۔ مفصل نمبر ۵ میں ملاحظہ ہو۔

(۹۰) **ترجمہ :** "آزمائے تم کو کون تم میں سے بہتر ہے قتل میں اور اگر کے تو البتہ اٹھائے جاؤ گے پیچھے ۲۰ موت کے۔" (سورہ نور: آیت ۱)

(۹۰) **محقق :** جب خدا اعمالوں کی آزمائش کرتا ہے تو وہ ہمہ دان نہیں ہے اور اگر وہ موت کے بعد اٹھاتا ہے تو کیا وہ پھر ورتھتا ہے اور خدا کا مردوں کو زندہ کرنا اس کے قاعدہ کے خلاف ہے اپنا قاعدہ بدلنے سے کیا وہ اپنے آپ کو بے لگا سکتا ہے؟

(۹۰) **مدقق :** اس نمبر میں بھی وہی لطف ہے جو ناظرین نمبر ۸۲ میں اٹھا چکے ہیں کہ۔

لطف پر لطف ہی املا میں میرے پیار کے پیار
ماہ صلی سے گدج لکھتا ہے ہونے کے ہمار
دیکھئے "اگر کہئے" لکھ کر اس کی جزا کو بھسم کر گئے بلکہ اس کو پہلے سے ملادیا جو اس سے بے تعلق ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائی نبی نے قرآن میں کہاں تک غور سے کام لیا ہوگا جس کی بابت بحوالہ صفحہ ۵۲ میں تاکید فرماتے ہیں۔ ج۔ ہے۔

چندت مہر مشابہی سارے اکو کچھ
اوروں کریں اوجا دل آپ اور میرے وج
قیامت کا ذکر نمبر ۱۵ وغیرہ میں آچکا ہے۔ خدا کے آزمائے کے معنی یہ ہیں کہ اس امر کو لوگوں پر ظاہر کر دیں۔ کیونکہ آزمائش جو بغرض تحصیل علم ہوتی ہے خدا کی نسبت ممکن نہیں۔ اس لئے قرآن شریف نے خدا کی نسبت صاف بتایا ہے۔

سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارَتْ بِالنَّهَارِ

ترجمہ : "خدا کے نزدیک ہر ایک پر اہر ہے کوئی آہستہ بولے یا اونچی پکارے اور کوئی رات کو چھپ کر پلے۔ یا دن میں ظاہر ہو کر پلے۔" اور یہ تو بدیہی ہے۔

"یہاں معنی میں غیر امکان ہو وہاں مجاز ہوتا ہے۔" (بحوالہ صفحہ ۱۰)

پس آپ لکھنا شروع کیا۔

تھے دو گھڑی سے شیخ شیخ لکھنا شروع
وہ ساری رات لکھتی تھیں دو گھڑی کے بعد

یہ آج سنا کر مردوں کو زندہ کرنا خدا کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ سو امی جی سے کوئی
دلیل تو کیوں پوچھنے لگا تھا اور وہ بھی کیوں بتانے لگے جبکہ سماج میں چاروں طرف پہلے
چانٹوں نے گھیرا والا ہوا۔ پوچھتے تو کون یہ جیسے۔

شاید پلٹ جی سمجھتے ہوں کہ آج ہم نے تم سے تو کبھی دیکھا نہیں کہ مردے زندہ
ہوں تو گزارش ہے کہ مہاراجہ با آج تک ہم نے بھی پاؤں دو وارب سال گزارنے کے
”پرلے“ نہیں دیکھا اور اس کے بعد پرمیشور لکھی۔ دایو وغیرہ کو خلاف قاعدہ ہوان
ہوان پیدا کر کے دنیا کی آبادی چلائے گا اور آئندہ کو پھر شیر خوار پیدا کرے گا۔ سو امی جی جس
طرح ”پرلے“ کا آٹا کئی ارب سال کے بعد آپ مانتے ہیں یا جس طرح کوئی دمدار ستارہ
سالہائے سال بعد نکلا کرتا ہے۔ اسی طرح مردوں کے زندہ ہونے کا بھی ایک وقت ہے۔
جس کو خلاف قاعدہ کہنا آپ جیسے۔ دونوں اہل علم داروں اسے بعید ہے یا قیاس میں ملاحظہ
جو۔

”اور کہنا کیا اسے زمین اٹھ جائی اپنا اور اسے آسمان
(۹۱) ترجمہ : پس کر اور پانی خشک ہو گیا اور اسے قوم یہ ہے او نئی

اللہ کے واسطے تمہارے نشانی۔ پس چھوڑ دو اس کو کہ کھاتی پھرے سچ زمین کے اللہ
کی۔“ (سورہ ہود: آیت ۴۳-۶۳)

کیا طفولیت کی بات ہے۔ زمین اور آسمان کبھی بات نہ
(۹۱) محقق : کہتے ہیں؟ وہی وہ! خدا کی اگر اونٹنی ہے تو اونٹ

بھی ہو گا پھر ہاتھی گھوڑے گدھے وغیرہ بھی ہو گئے اور خدا انکا اونٹنی سے کہتے تھانے یا
اچھی بات ہے۔ کیا اونٹنی پرچہ تھا بھی ہے؟ اگر ایسی باتیں ہیں تو تو الپا کی سی گھڑیاں
خدا کے کمر میں بھی ہے

کبھی بچنے کی باتیں ہیں۔

(۹۱) مدقق :

”وَأَشْكَاكَ حَقِّقْتَ فِي خَطَايَا مَجَاسِدِ“

سوامی جی! آیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین اور آسمان کو حکم دیا۔ رہا یہ کہ کس طرح دیا۔ جس طرح اور احکام خداوندی ان کے متعلق دیئے جاتے ہیں۔ اوپر سے پانی برسنا نیچے سے انگوروں کا پیدا ہونا گیا بلا حکم خداوندی ہوتے ہیں؟ ٹھیک اسی طرح جھو اور اگر اپنے مذاق پر سمجھتا چاہو تو سنو!

”پچھلے ہنم کے کئے ہوئے پاپ اور پین کے مطابق سزایا جڑا پانے والا جیو پچھلے ہنم کو چھوڑ کر ہو۔ باقی اوقات وغیرہ وغیرہ اشیاء میں داخل ہو کر اپنے پاپ اور پین کے مطابق کسی جون میں پڑتا ہے۔“ (ہنم سکا منہ ۱۱۳)

پس جس طرح ہو اور غیرہ میں جیو گھس جاتا ہے۔ اسی طرح زمین میں گھس جاتا ہو گا مگر کسی مٹش (آدمی) کا بلکہ اسی زمین کا۔

آپ نے قرآن نہیں پڑھا جبکہ قرآن سب دنیا کی چیزوں کو خدا کی ملک بتلاتا ہے سنو!

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

الْقُرٰى

”جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور ان دونوں کے درمیان میں اور جو کچھ مٹی سے بنے ہوئے سب اللہ ہی کا ہے۔“

تو آدمی کو اللہ کی آدمی بن کر آپ کیوں تعجب کرتے ہیں سنئے! میں آپ کو ایک اور تعجب کی بات سناؤں۔ جس پر تعجب کریں تو واقعی بجا ہو گا۔ کہ آپ بھی اللہ ہی کے ہیں بلکہ آپ کی بیوی بھی ہوتی تو وہ بھی اللہ کی ہوتی۔ پس جس طرح اور چیزیں اللہ کی ہیں۔ اسی طرح وہ آدمی بھی اللہ کی تھی۔ ہاں یہ امر کہ اس بات کا اظہار کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت صالح (علیہ السلام) وغیرہ کی دعا سے خدا نے پیدا کی تھی۔ اس لئے بقولہ اللہ کلماتی۔

(۹۲) ترجمہ : ”اور ہمیشہ رہنے والے سچ اس کے جب تک رہیں آسمان اور زمین اور جو لوگ کہ نیک بخت کئے گئے“

ہیں۔ پس سچ بہشت کے ہیں۔ ہمیشہ رہنے والے سچ اُس کے جب تک رہیں آسمان اور زمین۔" (سورہ ہود: آیت ۱۰۶-۱۰۷)

(۹۲) **محقق** : جب دوزخ اور بہشت میں قیامت کے بعد سب لوگ جائیں گے تو پھر آسمان اور زمین کس لئے قائم رہیں گے؟ اور جب دوزخ اور بہشت کے قیام کی میعاد آسمان اور زمین کے قیام تک ہوئی تو بہشت یا دوزخ میں ہمیشہ تک رہیں گے یہ بات جھوٹی ہو گئی۔ ایسی باتیں جابلوں کی ہوتی ہیں خدا اور عالموں کی نہیں۔

(۹۲) **مدقق** : سو امی بی ہم سے پوچھ لیتے کہ بہشت اور دوزخ کہاں ہونگے تو ہم ان کو بتا دیتے کہ زمین پر۔ سنو! قرآن خود بتاتا ہے۔
www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَوْزَنَّا الْاَرْضَ تَبْوًا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ

ترجمہ : " (جنتی کہیں گے) سب تعریفیں خدا ہی کو ہیں جس نے ہم کو اس زمین کا مالک بنایا کہ جنت میں ہم جہاں چاہیں رہیں۔"
سو امی جی! یہی زمین یہی آسمان تھوڑی سی تبدیلی سے موجود ہوئے۔ سنو!
يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرِ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبُرُزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ترجمہ : "جس دن (یعنی بروز قیامت زمین اور آسمان میں تبدیلی کی جائے گی اور سب لوگ خدا کیلئے طاقتور گئے سامنے نکلیں گے۔"
"ہمیشہ تک" تب غلط ہو جب آپ کسی آیت سے آسمان و زمین کا فناء بعد حشر ہو جائے کے (ہونا ثابت کریں۔ ورنہ یہ بچوں کی سی باتیں چھوڑ دیں۔ جس طرح جنتی جنت میں بچے رہیں گے اسی طرح آسمان و زمین بھی بچے رہیں گے۔

(۹۳) **ترجمہ** : "جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ میرے میں نے ایک خواب میں دیکھا۔" (سورہ

اگر ہجوم کا صفحہ ۵۴ پر عمل کرتے تو آج ہمیں یہ وقت اور ان کو یہ ذلت نہ ہوتی۔

پس سنو! عربی میں آسمان کے معنی بلند دی اور اوپر کی چیز کے آتے ہیں اس لئے کبھی تو یہ ٹیلگوں سقف مراد ہوتی ہے اور کبھی بادل یا جو کچھ ہو سکے کیونکہ۔

"بیت محل و مواقع کے مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق و ربط کو دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (ہجوم کا صفحہ ۵۴)

قرآن شریف بارش کے نزول کی کیفیت خود بتاتا ہے۔ سنو!

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُرْزِقُ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ مِنْهُ لُحْمًا ثُمَّ يُجْعَلُهُ

رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ مَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَ يَصْرِفُهُ عَمَّنْ

www.onlyfor3.com

www.onlyoneorthree.com

يَشَاءُ

ترجمہ: "کیا تو (دیکھنے والے) نہیں دیکھتا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے پھر

ان کو جوڑتا ہے پھر ایک لگانا ہے پھر تو بارش کو اس میں سے نکالتی دیکھتا

ہے اور اوپر سے بڑے بڑے گچھے اتارتا ہے ان میں نمائیت لکھنا

ہوتی ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر لیتا

ہے۔"

ان آیتوں کا صرف ترجمہ سننے ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ

بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اور آسمان سے مراد اونچی چیز یعنی بادل ہیں۔ نیک و بد اعمال کا

جواب کئی نمبروں میں آچکا ہے۔ جب تک آریہ سماج اور سماج کے پانی تنازع کو ثابت نہ

کر لیں اور ہمارے اعتراضات اس پر سے نہ اٹھالیں۔ اس مسئلہ کو بے بنیاد بنانے کے مجاز

نہیں۔ (دیکھو بحث تنازع والہامی کتاب مصنفہ خاکسار)

"کہ تحقیق اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور راہ

دکھاتا ہے طرف اپنی اس شخص کو کہ رجوع کرتا

ہے۔" (سورہ رعد آیت ۴۳)

جب خدا گمراہ کرتا ہے تو خدا اور شیطان میں کیا فرق

ہوگا؟ جبکہ شیطان دوسروں کو گمراہ کرنے سے ہر اکسلا

(۹۵) **محقق**

ہے تو خدا بھی ویسا ہی کام کرنے سے بڑا شیطان کیوں نہیں ۱۲ اور بنگانے کے گناہ کے عوض اس کو دوزخ کیوں نہیں ملنا چاہئے۔

(۹۵) **مدقق** : نمبر ۶ نمبر ۱ میں مفصل جواب آچکا ہے۔

(۹۶) **ترجمہ** : ”اسی طرح آثار ہے ہم نے اس قرآن کو عربی اور

انگریزی کر کے گاتو خواہشوں ان کی پیچھے اس چیز کے کہ تو نے تیرے پاس علم سے نہیں سوائے اس کے نہیں کہ اوپر تیرے پیغام پہنچا ہے اور اوپر ہمارے حساب لینا۔“ (سورہ مدہ آیت ۳۳-۳۵)

(۹۶) **محقق** : قرآن کس طرف سے آثار؟ کیا خدا اوپر رہتا ہے؟

اگر یہ بات راست ہے تو وہ محدود المکان ہونے سے خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا محیط کل ہے پیغام پہنچانا ہر کار کا کام ہے اور ہر کار کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو مثل انسان محدود المکان ہو اور حساب لینا دینا بھی انسان کا کام ہے۔ خدا اگر نہیں۔ کیونکہ وہ ہمدان ہے۔ یہ تحقیق ہوتا ہے کہ قرآن کسی محدود العقل آدمی کا بنایا ہوا ہے۔

(۹۶) **مدقق** : قرآن اس طرف سے اترتا ہے۔ جس طرف سے دید اترتا ہے۔

ساجیو! سنو! سوانی جی کیا کہتے ہیں۔

”جس طرح کہ خدا نے سترت میں دید کو نازل کیا ہے ایسے ہی قرآن کو نازل کرتا۔“ (صفحہ ۳۷۷ ستیارتھ پر کاش)

خدا کے محیط کل ہونے کا ذکر نمبر ۴ میں آچکا ہے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ ”پیغمبر ہر کار ہے اور ہر کار کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو محدود المکان ہو۔“

یہ تو ج ہے کہ پیغمبر ہر کار (علم رساں) ہوتے ہیں مگر کس کے؟ سہرپ شکتی مان ’نرا کار‘ جگہ پیشور ’خدا لا شریک کے لیکن دو سرا فقرہ غلط ہے ورنہ اگنی وایو و غیرہ مصلحان دید کی کیا ضرورت در۔ ثابت ہو گا کہ پر معشور محدود المکان ہے۔

سنا جیو! تم ہی جلاؤ ٹھیک ہے؟ حساب لینے سے مراد جزا و سزا کا دینا ہے۔ جس کی وجہ سے پریشور بہت سے بدکاروں کو مختلف قسم کی جونیوں میں بھیجتا ہے کیونکہ وہ سدا بہا (عبادت) نہیں کرتے۔ بھی خدا ہی حساب ہے۔

(۹۷) **ترجمہ:** "اور کیا سورج اور چاند کو ہمیشہ پھرنے والے۔ تحقیق انسان البتہ قلم کرنے والا ہے اور کفر کرنے والا۔" (سورہ ابراہیم: آیت ۲۶-۲۷)

(۹۷) **محقق:** کیا چاند اور سورج بیٹھ گھومتے ہیں اور زمین نہیں گھومتی۔ اگر زمین نہ گھومے تو دن رات کئی برسوں کا ہو۔ اگر انسان سچ کچھ ظلم اور کفر ہی کرنے والا ہے تو قرآن کے ذریعہ ہدایت دینا فضول ہے کیونکہ جن کی فطرت گناہ کرنے کی ہے۔ تو وہ ثواب کرنے کی بھی نہ ہو سکے گی۔ لیکن دنیا میں نیک و بد دونوں قسم کے آدمی موجود ہیں۔ اس لئے ایسی باتیں خدا کی بنائی ہوئی کتاب کی نہیں ہو سکتیں۔

(۹۷) **مدقق:** اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نوازا آپ کسی کے خدا تھیں

سوامی جی نمبر ۳۲ میں خود ہی سورج کو اپنے محور میں گھومتا ہوا۔ مان آئے ہیں۔ پس اسی طرح چاند بھی گھومتا ہے۔ یہاں زمین کی حرکت اور عدم حرکت کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ علاوہ اس کے بلا سے کسی دلیل سے زمین کی حرکت کا ثبوت بھی دیا ہوتا۔

سوامی جی! اگر عربی منطق سے آگاہ ہوتے تو ہمیں بڑی آسانی تھی۔ کہ ہم ان سے اتنا عرض کر دیتے کہ انسان کو جس لفظ میں کافر اور ظالم کہا گیا ہے وہ یہ ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ❀

ایسے فقرہ کو اہل منطق قضیہ مہملہ کہتے ہیں کلیہ نہیں جس کے اردو میں یہ معنی ہیں کہ مجمل طریق سے بعض افراد انسانی پر ظلم ہے کہ وہ اپنی خصلت میں ایسے ہوتے ہیں جیسے آپ بھی لکھتے ہیں۔

بھی ان پوچھے یا ہے انصافی سے پوچھنے والے کو یعنی جو قریب سے پوچھتا ہو اس کو
 جواب دہ ہیں ان کے سامنے عقلمند آدمی ہے جس شے کی طرح خاموش رہے۔ البتہ جو
 قریب سے قائل اور حقائق مبنی ہو ان کو بہن پوچھے بھی اپدیش کرے۔ (سجاد حق
 کاٹش صفحہ ۱۳۵)

ہیں اپنے لوگوں کے حق میں ویدوں کا الہام ہو ناپی فضول ہے۔
 سوامی جی! اسی طرح قرآن کی آیت کا مطلب ہے کہ بعض لوگ اپنی بد عملی یا
 بد صحیحی سے ایسے ضدی اور متمرد ہو رہتے ہیں کہ وہ قائل خطاب نہیں سمجھے جاتے۔
 فطرتِ آسمان کی یکساں ہے۔

(۹۸) **ترجمہ** : ”میں جب درست کر لوں میں اس کو اور پھونک
 دوں بچ اس کے روح اپنی سے۔ پس گر پڑو واسطے
 اس کے سجدہ کرتے ہوئے۔ کہا اسے رب میرے بسبب اس کے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو
 البتہ زمینت دوں گا میں واسطے ان کے بچ زمین کے اور گمراہ کروں گا۔“ (سورہ حجر:
 آیت ۳۸ تا ۴۶)

(۹۸) **محقق** : اگر خدا نے اپنی روح آدم صاحب میں ڈالی تھی تو وہ
 بھی خدا ہوا اور اگر وہ خدا نہ تھا تو سجدہ کرنے میں اپنا
 شریک کیوں کیا؟ جب شیطان کو گمراہ کرنے والا خدا ہے تو وہ شیطان کا بھی شیطان بڑا
 بھائی اور ستار کیوں نہیں کیونکہ تم لوگ پرکائے والے کو شیطان مانتے ہو۔ تو خدا نے
 شیطان کو پرکایا اور مت پر شیطان نے کہا کہ میں گمراہ کروں گا پھر اس کو سزا دیکر قید کیوں
 نہ کیا اور مار کیوں نہ ڈالا؟

(۹۸) **مدقق** : ”ہے کہ دم ز عشق زندہ میں نصیحت است۔“ سوامی
 جی۔ کسی چیز کی اور ہری چیز کی طرف اشافت کئی قسم پر
 ہوتی ہے۔ بھی جزو کی کل کی طرف جیسے میرامن۔ اس کی ناک و غیرہ کبھی مملوک کی مالک
 کی طرف۔ جیسے میری چھڑی۔ میرا مکان وغیرہ کبھی مصنوع کی سائے کی طرف جیسے
 لادرس کا چاقو وغیرہ۔ کبھی کسی طرح کبھی کسی طرح۔ یہاں پر کیونکر آپ نے سمجھ لیا کہ
 روح کی اشافت اللہ کی طرف جزو اور کل کی قسم سے ہے لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں

کہ یہ اضافت بھی مملوک کی مالک کی طرف ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ "میں جب آدم میں اپنی مخلوق روح ڈالوں۔" ہاں اس صورت میں یہ سوال جو گا۔ کہ جب ساری روحیں خدا کی مخلوق ہیں۔ تو پھر اس اضافت سے کیا فائدہ سوا اس اضافت سے فائدہ اس روح کی بزدگی کا بیان کرتا ہے۔ جیسے باپ اپنے فرمانبردار لڑکے کو اپنی طرف نسبت کر کے کہا کرتا ہے یہ میرا بیٹا ہے یہ تقریر خصوصاً اس وقت زیادہ دلچسپ ہوتی ہے۔ جب ہم بھومکا صفحہ ۱۰ کو ملحوظ رکھیں کہ "جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں مجاز ہوتا ہے۔" غیر امکان ہوتے اصلی معنی کا (بشرطیکہ اضافت روح کی اضافت الجزاء الی الکل کی قسم سے ہوا قرینہ یہ ہے کہ آدم کو خدا تعالیٰ نے ذرہ سی غلطی پر وہ سزا دی کہ شائد باید دباؤ۔ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ پس اگر آدم میں اللہ کی روح ہوتی جس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ آدم خود خدا ہوتا۔ تو سزا کو کیا دیتا۔ خدا کی شان تو یہ ہے۔

لَا يُسْتَعْلٰى غَیْثًا یَفْعَلُ وَهُمْ یَسْتَلْفُونَ

ترجمہ "خدا سے کوئی سوال نہیں کر سکتا اور وہ سب کو پوچھتے گا۔"

اسا یہ خوب گئی!

"اگر وہ خدا تھا تو نجدہ کرنے میں شریک کیوں کیا؟"

سوائی جی ایمان بھی بھومکا صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۵۲ کو بھول گئے۔ آدم کو سجدہ عبادت نہ گرایا گیا تھا۔ کیونکہ سجدہ عبادت سوائے خدا کے کسی کے حق میں جائز نہیں سئو!

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْثُ

ترجمہ "اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد

چاہتے ہیں۔"

مسلمانوں کا کل (جو آج تک خدا کے فضل سے نشان محمدی کی طرح مسلمانوں کے چہروں پر چمک رہا ہے) عبادت غیر کی جڑ نکالت رہا ہے۔ سئو! اور سمجھو!!

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ "خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا رسول ہے۔"

پس سجدہ سے مراد سلام و نیاز ہے جو عموماً ماتحت افسروں سے کیا کرتے ہیں یہ

سجدہ و بیعت اُضحیٰ معنی کی پوچھا ہے۔ جو آپ نے لکھی ہے۔

"باب" سچا استاد اور انتہائی ادرویش ان سب کی پوچھ کر لے کی بدانت ہے اسی طرح مہدی صارا ج نے بھی لکھا ہے کہ استری کی پوچھ کر لے چاہئے۔" (اپنی لکھی ہوئی صفحہ ۱۲۸)

پس جس طرح یہاں پر آپ نے پوچھا کہ معنی خاطر تواضع کے لئے ہیں، اگر یہی شہد الفاظ پر مشور کی نسبت آئے تو وہاں عبادت کے لئے ہیں۔ اسی طرح آیت میں سمجھنے کیونکہ۔

ہر ایک مقام کا مطلب موقع و محل مناسب دیکھ کر ترجمہ کرنا چاہئے۔ (اصول کا صفحہ ۵۲) باقی شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۶۱۱ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۹۹) ترجمہ: "اور ایت تحقیق جیسے ہیں ہم نے سچ ہر ایک امت کے پیغمبر۔ جب ارادہ کرتے ہیں ہم اس کو یہ کہتے ہیں ہم اس کو کہہ دیتے ہیں۔" (سورہ نحل: آیت ۳۳-۳۸)

(۹۹) محقق: اگر سب قوموں کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں تو وہ سب لوگ جو کہ پیغمبر کی راہ پر چلتے ہیں وہ کافر کیوں ہیں؟ کیا سوائے

تمہارے پیغمبر کے اور کسی پیغمبر کی عزت نہیں یہ بالکل طرف داری کی بات ہے وگرنہ سب ملکوں میں پیغمبر بھیجے تو آریہ و رت میں کون سمجھا؟ اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں ہے۔ جب نہ ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے؟ کہ اسے زمین ہو جا تو وہ بیان کیسے سن سکتی ہے؟ خدا کا محض حکم کیونکر دینا ہوتا سکتا ہے؟ اور مسلمان سوائے خدا کے دوسری چیز نہیں مانے۔ تو کس نے سنا اور کون ہو گیا؟ یہ سب اعلیٰ کی باتیں ہیں۔ اسکی باتوں کو انجان لوگ مان لیتے ہیں۔

(۹۹) مدقق: اور قوموں کو کافر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ دین محمد بنی یعنی قرآن سے ہو نہیں سکتے (ملاحظہ ہو) اور سب نبیوں کی

تعلیم کالب لباب بتائے والا آیا ہے۔ مثلاً میں باقی سب لوگوں نے اپنے بزرگوں کی تعلیم کو بکاڑ بکاڑ کر ستیا مانس کر دیا۔ دیکھو تو ہندوؤں نے کیا لیا کہ وید کی باتوں آپ کے اجدادی تعلیم کو کیسا بت پرستی سے بدلا پھر بجائے تسلیم کرنے کے اٹھا آریوں سے کرنے

مرنے والے جیسے ہیں بلکہ اگر ان کا بیان سچ ہو تو دنیا مندیوں کو بھاگتے ہوئے راہ نہیں ملتی۔ یہی حال عیسائیوں کا ہے کہ ایک سے تین اور تین سے ایک تو آپ نے بھی سنے ہوئے۔ پس اعلیٰ درجہ سے غیر قومیں کافر ہیں اور کافر کے لفظ سے برا منائے کی کوئی وجہ بھی نہیں (دیکھو نمبر ۲۸) ہندوستان کے نبیوں کا نام قرآن میں نہیں آیا۔ صرف اتنا ہے۔

مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ
ترجمہ: "بعض رسول ہم نے تجھے بتلائے ہیں اور بعض نہیں بتلائے۔"

پس ہم بھی سمجھا جانتے ہیں کہ محکم
 اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا بَيْنَهَا وَبَيْنُكَ
ترجمہ: "ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی خدا کے خدا آپ سے جدا ہے۔"

ہندوستانی میں بھی کئی ایک رسول آئے ہیں۔ مگر نام سے ہمیں اطلاع نہیں دیکھو
 مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی اور مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہم۔
 خدا کے کن اہو جاننے کی بحث نمبر ۲ میں لکھ کر ہے۔ سوائے خدا کے دوسری چیز نہ ماننے کا مفصل جواب اسی نمبر میں ملاحظہ ہو۔

(۱۰۰) ترجمہ: "اور مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیٹیاں پاکی ہے۔
 اُم کو اور واسطے اُم کے ہے جو کچھ کہ چاہے۔ قسم
 ہے اللہ کی تحقیق جیسے ہم نے پیغمبر۔" (سورہ نحل: آیت ۵۲، ۵۵)

(۱۰۰) محقق: اللہ بیٹیوں سے کیا کریگا؟ بیٹیاں تو کسی آدمی کو چاہیں بیٹے
 بیٹوں نہیں مقرر کئے جاتے؟ اور بیٹیاں مقرر کی جاتی ہیں۔
 اس کا کیا باعث ہے؟ بتلائیے! قسم کھانا جو انوں کا کام ہے نہ کہ خدا کا۔ کیونکہ اکثر دنیا میں ایسا
 دیکھنے میں آتا ہے کہ جو بھوکا ہو رہا ہے وہی قسم کھاتا ہے۔ راست گو کیوں قسم کھاتے ہیں

(۱۰۰) مدقق: فقیر نمبر ۸۲ وغیرہ میں کہیں ہم ایک شعر لکھ آئے ہیں۔
 اگر ہمیں یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ انبی کے بار بار ایک ہی
 قسم کے سوالوں کی طرح ہمارے سامنے سے نکلتے کے قابل شعر بھی بد مزہ ہو جاتا تو ہم

یہاں بھی اس شعر کو دہراتے۔ لہذا ہم سابق نمبروں کا حوالہ دینے ہی پر قناعت کرتے ہیں۔

سوامی جی نے مثل سابق یہاں بھی ترجمہ میں "ایجاو بندہ" سے کام لیا ہے۔ اس فقرہ میں کہ "واسطے اس کے جو چاہے" بجا تصرف کیا ہے۔ اصل لفظ آیت کے یہ ہیں۔
وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ

شاہ رفیع الدین صاحب جن کے ترجمہ پر پڈت جی نے بنیاد قائم کی ہوئی ہے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

واسطے اُن کے ہے جو کچھ کہ چاہیں
کیونکہ لہم میں ضمیر جمع کی ہے۔ جو مشرکوں کی طرف پھرتی ہے۔ مگر سوامی جی کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضمیر جمع کی اللہ کی طرف پھرتی ہے۔ یہ ہے سوامی جی کی لیاقت اور یہ ہے اُن کی دیانت۔ سچ ہے۔

بے کیونکر کہ ہے سب کار اَلَا
ہم اُلے بات اَلنی یار اَلَا

سوامی دیانند نے جو قرآن مجید سے برتاؤ کیا وہ تو ناظرین دیکھتے آئے

چیلوں کی چالاکی

ہیں۔ اُن کے اثر سے اُن کے چیلوں نے جو کیا اس کا ثبوت بھی قابل دید ہے۔ جب اُنہوں نے حق پر کاش میں سوامی جی کی ایسی فاش غلطیاں دیکھیں تو مستیارتھ پر کاش کے آرو و طبع اول کے بعد بعض بعض جگہ اُس کی اصلاح بھی کی۔ چنانچہ اس ترجمہ قرآنی کی اصلاح یوں کی۔

مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیٹیاں پاکیزگی سے اُس کو اور مقرر کرتے ہیں واسطے
اے دیکھنا جو کچھ چاہیں۔ (ستیا رتھ آرو و طبع چہارم صفحہ ۱۵۹۹)
ناظرین! اس تعلیم یافتہ پارٹی کی حالت زار کا اندازہ کیجئے کہ غیر مذہب کی کتاب کو کیسا لگاتے ہیں اور دنیا ساری کو اندھا بھانتے ہیں یا حقیقت میں خود اندھے ہیں سچ ہے۔

ما مریداں روہوتے کعبہ چوں آرم چوں

رو بسوئے خاندان خوار دارد پیما

رہا اعتراض سواس کا جواب دینے کو جی نہیں چاہتا ہے بلکہ ناظرین کی خاطر
باجاوردہ صرف ترجمہ ہی کر دینا کافی ہے۔ پس سنو!

”یہ لوگ یعنی مکہ کے مشرک (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ خدا
کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے من مائے بیٹے۔“

پس ناظرین انصاف کریں کہ اس ترجمہ اور مطلب پر سوامی جی مارا جی تم
مسلمانوں سے کیا سوال کرتے ہیں۔ سوامی جی سمجھے کہ مسلمان خدا کے لئے بیٹیاں تیج
کرتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ وہ انہی کے بھائی بند مشرکین عرب تھے۔ جن کو اس عقیدے
پر اجرام دیا گیا ہے۔ مگر افسوس سے
www.only1or3.com
www.onlyonorthree.com

پڑیں پھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کہ سمجھے

قسم کی ہدیت خوب فلاسفی نکالی کہ ہر جہاں ہوتا ہے وہی قسم کھاتا ہے۔ کہیں ان میں
تو جج صاحب کم اہوں سے اپنی تسلی کیلئے پہلے قسم دلاتے ہیں اور گواہوں کو حسب ضابطہ
حلف آٹھانی پڑاتی ہے۔ جس سے حاکم کو ان کی گواہی پر اعتبار ہوتا ہے۔ مگر سوامی جی کی جی
بھی الگ ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جھوٹے بھی قسم کھایا کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ قسم کھانا
جھوٹ کی علامت یا دلیل ہے بلکہ جھوٹ نے لوگ جھوٹ کو قسم کے لباس میں چھپاتے ہیں نہ
کہ قسم کھا کر جھوٹ کا ثبوت دیتے ہیں۔ فافہم و قدبو

سماجیو! اگر تمہیں عدالت میں شہادت دینے کی نوبت آئے تو جج کے حلف دینے
پر سنا کہ دینا کہ ہمارے سوامی جی کا بیان ہے کہ راست گو قسم نہیں کھاتے۔ پھر دیکھنا
کہ ستیا رتھ پر کاش کا پرچم بھی کئی روز کیلئے تم سے جدا رہتا ہے کہ نہیں۔

سوامی جی! عام محاورات میں قسم وہی معنی آتی ہے جو ”بالتحقیق“ دیتا ہے جو
بجروید اوہیاے ۱۲ ستر ۶۸ میں مذکور ہے۔ جس کے متعلق آپ نے بھی جھوٹکا سفر ۹۹ پر لکھا
ہے کہ ”لفظ بالتحقیق یقین دلانے کے لئے آیا ہے۔“ اگر کوئی سوال کرے کہ یقین دلانا تو
جھوٹوں کا کام ہے اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ جھوٹے آدمی یقین دلایا کرتے ہیں۔ تو کہئے آپ
کیا جواب دیں گے؟ بہت جلد جواب عنایت ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔

(۱۰۱) ترجمہ : ”یہ لوگ وہ ہیں کہ مہر لکھی اللہ نے اوپر دلوں ان کے کے اور کالوں ان کے کے اور آنکھوں ان کی کے اور یہ لوگ وہی ہیں بے خبر اور پورا دیا جائے گا ہر روح کو جو کچھ کہ کیا ہے اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے۔“ (سورہ نحل: آیت ۱۰۳-۱۰۶)

(۱۰۱) محقق : جب خدا ہی نے مہر لکھی تو وہ بھاری بلا تصور ہی مارے گئے۔ کیونکہ ان کو محتاج یا فقیر کر دیا یہ کتاب بڑا تصور ہے اور پھر کہتے ہیں کہ جس نے جتنا کیا ہے اتنی ہی اس کو دیا جائے گا کم و بیش نہیں۔ جب انہوں نے خود مختاری سے گناہ کئے ہی نہیں بلکہ خدا کے کراتے سے کئے تو ان کا کیا تصور ہے؟ ان کو شہرہ ملنا چاہئے اس کا شہرہ تو خدا کو ملنا چاہئے اور اگر شہرہ اعمال پورا دیا جاتا ہے تو بخشش کس بات کی کی جاتی ہے اور اگر بخشش کی جاتی ہے تو انصاف کہاں رہ سکتا ہے ایسی اندھا دھند کارروائی خدا کی کبھی ہو سکتی ہے البتہ بے عقل چھو کر دلوں کی ہو اگر کرتی ہے۔

(۱۰۱) مدقق : نمبر ۶ نمبر ۲۲ اور نمبر ۶۵ میں مفصل جواب ہو چکا ہے۔ علاوہ اس کے یہاں پر اسی آیت سے پہلے اس کا جواب خود موجود ہے۔ سنو!

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اشْتَبَهُوا الدُّنْيَا عَلَى الْأٰخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ أَوَلَيْكَ الَّذِيْنَ ظَنَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمِعَتْهُمْ وَأَبْصَرَهُمْ وَأَوَّلَكَ هُمْ الْغٰفِلُونَ

ترجمہ : ”انہوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دی ہے اور اس لئے کہ خدا کافروں کو توفیق خیر نہیں دیتا یہی ہیں جن کے دلوں اور کالوں اور آنکھوں پر خدا نے مہر کی ہوئی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔“

مئے سوامی جی! مضمون صاف ہے یا نہیں؟ سید مرتضیٰ علی پر کاش صفحہ ۵۳۱
مذہب ۱۲ نمبر ۲۸ میں یوں حوں کی گمراہی کا مضمون دیکھ کر جواب دینا۔ مفصل نمبر ۶ میں ملاحظہ کر کے تصدیق کریں گے۔

”ناپاک باطن والے بالوں کو واقعی علم نہیں ہو سکتا۔“ (بحوالہ صفحہ ۵۲)

(۱۰۲) **ترجمہ :** "اور کیا ہم نے دوزخ کو واسطے کافروں کے قید خانے اور ہر آدمی کو لگا دیا ہم نے اس کو عمل نامہ اس کا سچ

گردن اس کی کے اور نکالیں گے ہم واسطے اس کے دن قیامت کے ایک کتاب کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی اور بہت ہلاک کئے ہم نے قروں سے پیچھے لوح کے۔" (سورہ نسا سرائیل: آیت ۱۶۱۲)

(۱۰۲) **محقق :** اگر کافروں ہی ہیں کہ جو قرآن پیغمبر اور قرآن کے گئے ہوئے خدا۔ ساتویں آسمان اور نماز وغیرہ کو نہیں

ماتے اور انہیں کے واسطے دوزخ ہے۔ تو یہ بات محض طرف داری کی ہے۔ کیا قرآن ہی کے ماننے والے سب اچھے اور باقی سب برے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ تو لڑکپن کی بات ہے کہ ہر ایک کی گردن میں عمل نامہ ہو ہم تو کسی ایک کی گردن میں نہیں دیکھتے۔ اگر اس سے نرا و اعمال کا بدلہ دیتا ہے تو پھر انسانوں کے دلوں آنکھوں وغیرہ پر مر لگا تا اور گناہوں کا معاف کرنا کیا کھیل کی باتیں ہیں؟ قیامت کی رات کو خدا کتاب نکالے گا۔ تو اب وہ کتاب کہاں ہے؟ کیا دکانداروں کے روزنامہ کی مانند خدا لکھتا رہتا ہے؟ یہاں پر غور کرنا چاہئے کہ اگر پہلا جہنم ہی نہیں ہے تو روحوں کے اعمال کہاں سے آگئے اور اعمال نامہ کہاں سے بن سکے گا؟ اور اگر بغیر اعمال کے لکھا گیا تو خدا نے ان پر ظلم کیا۔ نیک و بد اعمال کے بغیر ان کو رنج و راحت کیوں دیا؟ اگر کہو کہ خدا کی مرضی تو بھی ان سے ظلم کیا ہے انصافی اسی کو کہتے ہیں کہ بلا لحاظ نیک و بد اعمال کے کچھ سکھ کا کم و بیش دینا اور کیا اس وقت خدا ہی کتاب پڑھے گا یا کوئی سررشتہ دار خدا سے گا۔ اگر خدا ہی نے مدت کی پڑی ہوئی روحوں کو بلا قصور ہلاک کر دیا تو وہ ظالم ہو گیا۔ جو ظالم ہے وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔

(۱۰۲) **مدقق :**

اللہ رے ایسے حسن پہ = بے نیازیوں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں
کیا کریں ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ ایک ہی سوال کو پیش کیا جاتا ہے۔

ہاں سوامی جی مہاراج! وہی کافر ہیں جو قرآن سے منکر ہیں۔ جیسے وہی ناسک (مذہب) ہیں جو وہی سے منکر ہیں (استیارتھ پر کاش صفحہ ۳۳، ۳۴، ۱۰ نمبر ۸) یا وہی گمراہ ہیں جو وہی کا خلاف کرتے ہیں ایسا صفحہ ۵۳، مفصل نمبر ۳ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

عربی کا محاورہ تو بھلا دور کی بات تھی افسوس کہ ہندو جی اردو کے محاورہ سے بھی ناواقف ہیں۔

سماجیو! اگر اردو سے نفرت نہیں تو سنو! "تیرے احسان سے میری گردن دھنی ہے۔" جیسے یہاں گردن سے مراد خود حکم فرما ہے اسی طرح آیت قرآنی میں معنی (گردن) سے مراد خود صاحب گردن ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک مجرم کے گناہ اسی کی گردن پر لادے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی کسی کا ضامن یا کفارہ ہو سکے۔ جیسا بیسیوں کا خیال ہے سنو!

قرآن اپنی آپ تفسیر کرتا ہے۔ جس آیت کو سوامی جی نے نقل کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔

مَنْ أَهْتَدَىٰ فَأَنَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّا ضَلُّ
عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

ترجمہ "جو کوئی ہدایت پر آتا ہے وہ صرف اپنے ہی لئے آتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی کچھ کھوتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔"

کئے سوامی جی! آگے پیچھے موقع محل مناسب دیکھنے کے بغیر معنی کرنا کھن لوگوں کا کام ہے؟ بھوکا صفحہ ۸۲ دیکھ کر بواب دیں۔

ہمز جنم (تاریخ) کا بواب پہلے کئی دفعہ آچکا ہے۔ افسوس آیت میں صاف لفظ

موتلو ہے۔

إِنَّمَا كِتَابُكَ كُفِّي بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حِسْبَتَا

ترجمہ "تو اپنی نوشت خود ہی پڑھ لے تو ہی حساب کیلئے کافی ہے۔"

مجر بھی سوامی جی پچھتے ہیں خدا اپنے سے گایا کوئی سررشتہ دار سنائے گا۔ سچ ہے۔

ہت دھری ہمیشہ حکم کے خلاف فناء معنی کیا کرتے ہیں۔ "ادبنا چ ستیارتھ صفحہ ۱"

بلا تصور گناہ کا لکھنا تو ظلم ہے قرآن کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم خدا کی عادت نہیں، البتہ وہ کہ تعلیم کا فشاء ہے کہ ایمان نہ ہو کہ سب بندے نیک چلیں ہو جائیں ورنہ پر مشور کو پھر دقت کا سامنا ہو گا (دیکھو الہامی کتاب صفحہ ۱۵۱۵)

(۱۰۳) **ترجمہ** : "اور دی ہم بے ثور کو اونٹنی دلیل۔ اور بھکا جس کو بھکا سکے۔ جس دن بلائیں گے ہم سب کو ساتھ پیشواؤں ان کے کے پس جو کوئی دیا گیا مثل نامہ سچ دہا ہے ہاتھ اپنے کے۔" (سورہ نمل: آیت ۵۷-۶۸)

(۱۰۳) **محقق** : واہ جی واہ! جتنے حیرت انگیز نشان ہیں۔ ان میں سے ایک اونٹنی بھی خدا کے ہونے میں دلیل کا کام دیتی ہے۔ اگر خدا نے شیطان کو بھکانے کا حکم دیا ہے تو خدا اسی شیطان کا سردار اور سب کو گناہ کرائے والا ہوا۔ ایسے کو خدا کتنا صرف کم سمجھ آدمیوں کی باتیں ہیں اور اگر قیامت کے دن انصاف کیلئے پیغمبر اور اس کے معتقدوں کو خدا بلائے گا تو جب تک قیامت نہ ہوگی۔ تب تک کیا دورہ سپرد رہیں گے تو یہ کہ ان کو دورہ سپرد کر کے تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ بلکہ فوراً ان کا انصاف کیا جائے اور یہی منصف کا علی فرض ہے۔ یہ تو پوچھنا بانی کا انصاف ہو گیا۔ مثلاً کوئی عادل کہے کہ جب تک پچاس برس کے چور اور ساہوکار اکٹھے نہ ہونگے تب تک ان کو جزا یا سزا نہ دی جائے گی۔ یہ کس قسم کا انصاف ہے کہ ایک شخص تو پچاس برس تک دورہ سپرد رہے اور دوسرے کا آج ہی فیصلہ ہو جائے۔ ایسا انصاف کا طریق نہیں ہو سکتا۔ انصاف کیلئے تو دیکھ اور منہ سہجی دیکھو جس میں لکھا ہے کہ لمحہ بھر بھی توقف نہیں ہوتا اور جیو اپنے اپنے اعمال کے مطابق سزا یا جزا ہمیشہ پاتے رہتے ہیں اور پیغمبروں کو گواہی میں رکھنے سے خدا کی ہمدانی میں فرق آجائے گا۔ بھلا ایسی کتاب خدا کی بنائی ہوئی اور ایسی کتاب کا ہر آیت کرنے والا خدا کبھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۱۰۳) **مدقق** : اوہو! اوہو!! سوای جی اونٹنی کو کیا کم نشانی سمجھے ہیں۔ سنئے! قرآن بتاتا ہے۔

وَالْحَى الْإِلَهِ كَيْفَ خُلِقَتْ

ترجمہ "مشرک اوث کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا ہے۔"

مفصل بحث اوتنی کی نمبر ۱۱ میں ملاحظہ ہو۔ سوامی بی کو افسوس اتنی خبر بھی نہیں کہ صیغہ امر کا کلی معنوں کیلئے آتا ہے۔ کسی کام کرانے کیلئے جو حکم کے حسب فضا ہو اور کبھی جھڑک اور ناپسندی کیلئے جیسے افسر اعلیٰ ماتحت کو کہیں "ہمارے سامنے سے چلے جاؤ۔" اسی طرح اور بھی کئی ایک معنی میں امر کا صیغہ آتا ہے۔ پذیرت جی نے ان دونوں معنی میں تمیز نہیں کی۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ یہاں پر امر کن معنی سے ہے شیطان کو خدا کا حکم دینا ان معنی سے ہے جن سے افسر اعلیٰ در صورت نقلی کما کرتا ہے کہ "جاؤ جھک مارو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔" اس کلام کے یہ معنی سمجھے کہ افسر جھک مارنے کا حکم دیتا ہے۔ سوامی جی جیسے علم داروں کا کام نہیں ہے! قرآن خود بتاتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ

عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

ترجمہ "کچھ شک نہیں کہ خدا انصاف اور احسان اور قرابت

داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور ناجائز حرکات اور ظلم

اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔"

خاص شیطان کے حق میں یہ حکم موجود ہے۔

لَا مَلَائِكَةَ جَهَنَّمَ بِنُكٍّ وَمِنْهُمْ نَفَسٌ مِّنْهُمُ أَجْمَعِينَ ۝

ترجمہ "اے شیطان تجھے اور تیری چال پر چلنے والوں کو جہنم میں

ڈالوں گا۔"

اسی آیت سے آگے جس کو پذیرت جی نے نقل کیا ہے، صاف مذکور ہے۔ سنو!

وَعَذَابُهُمْ وَمَا يَعَذُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝

ترجمہ "اے شیطان بیشک تو لوگوں کو وعدہ بنا۔ بیشک شیطان کے

وعدے سراسر دھوکا د فریب کے ہیں۔"

سوامی جی کا پرمان بالکل صحیح ہے۔

"آگے پیچھے موقع و محل مناسب کو نہ کچھ کر معنی کرنے والے ناپاک باطن والے

جہاں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بحرہ کا صفحہ ۱۵۲)

قیامت کا مضمون نمبر ۵۵ او فیرہ میں مفصل مرقوم ہے۔ ہاں یہ خوب کمی کہ انصاف کیلئے لمحہ بھر تو قف نہیں ہوتا۔ "سو امی جی! اس جہنم میں اگر کسی مجرم ڈاکو کی عمر تین چار سو برس کی ہو جائے۔ یا اتنی نہ سسی سو سال کی عمر کے تو اب بھی وہ جو وہیں تو ان کے برے عملوں کی جزا سزا تو وہ سرے بخم میں ملے گی۔ پھر آپ انہوں کہتے ہیں کہ لمحہ بھر تو قف نہیں ہوتا یہ عجیب بات ہے کہ آٹھ کسی کی تو آج پھوڑی اور سزا سو سال بعد وہ بھی ایسے حال اور ہوش میں کہ مجرم کو خیر بھی تمہیں کہ یہ سزا جس جرم کی پاہ اش میں ہے۔ حالانکہ خود ہی کہتے ہیں۔

۱۶۔ اپنے سے دعا یہ ہے کہ لوگ بھاری فحشا سے باز آنے کے تاکہ نہ

پائیں۔" استیاء ترجمہ صفحہ ۱۲۳

لیکن جب مجرم کو علم ہی نہیں تو آئندہ کو ایسے جرم سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ مفصل رسالہ بحث بتاؤ صنف فقہ میں دیکھو

غیبروں کی شہادت بھی مجرموں کو قائل کرنے کے لئے ہو گئی نہ کہ خدا کو علم بتانے کے لئے کہ نگ خدا تو عالم الغیب والشہادت ہے۔ سنو!

عَالَمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَثِيرُ السَّغَالِ سَوَاءٌ فَتَكُمُ مَنْ
أَسْرَ الْفُلُ وَمَنْ جَهْرَهُ وَمَنْ هُوَ مُتَخَفٌ بِاللَّيْلِ وَسَارَتْ

بِالنَّهَارِ

ترجمہ "خدا غیب اور شہادت سب کو جانتا ہے۔ بڑی بزرگی والا است بلند مرتبہ والا ہے کوئی تم میں سے اوچے بولے یا چپکے۔ اور جو رات کو چھپا ہوا اور جو دن میں چل رہا ہو۔ اسے سب معلوم ہے۔

پس جہاں معنی میں غیر امکان ہو وہاں استعارہ (یا محجاز) ہو گا۔ (بحرہ کا صفحہ ۱۱۰)

۱۰۳۔ ترجمہ: "یہ لوگ دانستے ان کے ہیں پانچ ہوش، رہنے کے۔ چلتی ہیں جیسے ان کے سر۔ گناہ پلائے جاؤ گے۔

ان کے کلن نے کے سے اور پو شاہ نہیں گے کہنے۔ سزا دہی کے سے اور جمعیت عمیر کے ہوئے چچ اس کے اوپر تختوں کے اچھا ہے ثواب اور اچھی ہے بہشت فائزہ

اٹھانے میں۔۔۔" (سورہ کف: آیت ۱۳)

(۱۰۳) **محقق** : وادجی واہ کیا قرآن کی بہشت ہے۔ جس میں باغ و دریاں، کپڑے، گدے، تختے آرام کے واسطے ہیں۔

کوئی قلعہ یہاں پر غور کرے تو معلوم ہو گا کہ یہاں سے وہاں یعنی مسلمانوں کے بہشت میں زیادتی کچھ بھی نہیں ہے۔ سوائے بے انصافی کے اور وہ یہ ہے کہ اعمال تو ان کے محدود ہیں اور ثمرہ ان کا لامحدود اور اگر انصافی رو نہ دکھایا جائے تو تھوڑے دن میں زہری کا منہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ جب وہ بیٹ سکھ بھوگیں گے تو ان کے لئے سکھ ہی شکل دکھ ہو جائے گا۔ اس لئے ممالک تک مٹی (نجات) سکھ بھوگ کر دو بارہ جہنم پانا ہی چاہیے۔

(۱۰۴) **مدقق** : بیشک یہی مسلمانوں کی بہشت ہے اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ ان کو ملے گی اور اسی سے کافر محروم کئے جائیں گے مفصل نمبر ۵ اور غیرہ میں ملاحظہ ہو۔

ہاں یہ نوپ کسی کہ بیٹ سکھ بھوگیں گے تو ان کے لئے سکھ بھی بہ شکل دکھ ہو جائے گا۔

سماجیو! تمام عمر آرام نہ کیا کرو۔ بلکہ کبھی کبھی بے آرامی اور بے چینی میں بھی قصد اپنا کرو بلکہ بڑے گھر کی سیر بھی کیا کرو۔ ورنہ گرو کی تکذیب تم کو لازم آئے گی جو ہمیں بھی کسی طرح منظور نہیں۔

(۱۰۵) **ترجمہ** : "اور یہ یقیناً کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو جب ظلم کیا انہوں نے اور کیا ہم نے واسطے ہلاک ان کے کے وعدہ گا۔" (سورہ کف: آیت ۵)

(۱۰۵) **محقق** : بھلا کیا تمام بہشتی کے رہنے والے گنہگار ہو سکتے ہیں؟ اور پیچھے وعدہ کرنے سے معلوم ہوا کہ خدا اہمہ وان نہیں ہے۔ کیونکہ سب ان کا ظلم دیکھا۔ تو وعدہ کیا۔ کیا پسے نہیں جاتا تھا۔ ان باتوں سے بے رحمی ثابت ہو ا۔

(۱۰۵) **مدقق** : ”خُن شناس نہ دلبرِ اظہارِ بخت“ سوامی جی!

آپ کی تشریف آوری سے پہلے تمام ہندو بت پرست تھے یا نہیں۔ یا غازی محمود غزنوی کی فوج اور سارا ملک ڈشت تھے یا نہیں؟ پھر ایسا سوال کرنا کہ تمام بستی کے رہنے والے گنہگار ہو سکتے ہیں؟ کیسا دعویٰ ہے۔ علاوہ اس کے جو لوگ ان بستیوں میں ٹنگ ہوتے تھے ان کو بچایا جاتا تھا۔ سورہ ہود میں انبیاء کے مجمل قصے آپ نے پڑھے ہوتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا کہ جو لوگ نبیوں کے تابع ہوتے ان کو نبیوں کے ساتھ بچایا جاتا تھا۔ مگر جو کد ان کی تعداد بھی اسی قدر ہوتی تھی۔ جتنی کہ سماجیوں کی ساتن دھری ہندوؤں کے مقابلہ میں بالخصوص آپ کی زندگی میں تھی۔ اس لئے عموماً کل بستی کی ہلاکت بتلائی گئی۔ یہ تو ایک معمولی شکایت ہے کہ آپ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے اصل لفظ یہ ہیں سنو!

یعنی پہلے پہل لوگوں کو جنہوں نے سرکشی اختیار کی ہم نے تباہ کیا اور ان مکہ کے مشرکوں کی تباہی کا بھی ایک وقت معین ہے۔ پچھلے جملہ کو سوامی جی نے پہلے لوگوں سے متعلق سمجھا اور اگر پہلے لوگوں سے بھی ہو تو یہ جو عمر معلوم ہوا کہ پیچھے وعدہ کیا گیا؟ کیا یہ کلام صحیح نہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کیا اور ان کی تباہی کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس سے تو خدا کی ہمدانی معلوم ہوتی ہے نہ کچھ اور۔ مگر اس کا کیا علاج ہو کہ۔

”بعض ہندو دھرم کی بارگاہی میں عقل کو زائل کر لیتے ہیں۔“ (دیباچہ حیاتِ توحید ص ۷۱)

(۱۰۶) **ترجمہ** : ”اور وہ جو لڑکا پس تھے ماں باپ اُس کے ایمان والے۔ پس ڈرے ہم یہ کہ گرفتار کرے اُن کو

سرکشی اور کفر میں۔ یہاں تک کہ جب پشچا جگہ ڈہنے سورج کے۔ پس پایا اُس کو ڈوبتا تھا چشے کچڑ کے۔ کہا اُنہوں نے اسے ذوالقرنین تحقیق یا جوج اور ما جوج فساد کرنے والے ہیں زمین پر۔“ (سورہ کاف: آیت ۹۷-۹۸)

(۱۰۶) **محقق** : ”بھلا یہ خدا کی کتنی ہدایتی ہے۔ اسے یہ شک ہوا کہ کہیں لوگوں کے ماں باپ مجھ سے باغی نہ کرو گئے ہائیں یہ ہرگز خدا کی بات نہیں اور لامصلیٰ کی بات دیکھئے کہ اس کتاب کا مصنف سورج کو ایک

جہیل میں رات کے وقت ڈوبتا ہوا سمجھتا ہے اور یہ کہ صبح کو پھر نکل آتا ہے۔ سورج تو زمین سے بہت بڑا ہے وہ کسی ندی یا جہیل یا سمندر میں کس طرح ڈوب سکتا ہے؟ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ قرآن کے مصنف کو جغرافیہ یا علم ہیئت نہیں آتا تھا۔ اگر آتا تو ایسی خلاف از علم باتیں کیوں لکھ دیتا۔ اس کتاب کے معتقد بھی بے علم ہیں۔ اگر صاحب علم ہوتے تو ایسی جھوٹی باتوں سے پر کتاب کو کیوں مانتے؟ اور دیکھئے خدا کا انصاف خود ہی تو زمین کا بنانے والا یاد شام اور عاقل ہے اور خود ہی یا جوج اور رما جوج کو زمین پر فساد کرنے دیتا ہے یہ اس کی خدائی کے شایان نہیں۔ ایسی کتاب کو وحشی لوگ ہی مان سکتے ہیں عالم نہیں مانتے۔

(۱۰۶) **مدقق :** کسی پنڈت جی نے ایک آریہ سماجی سے کہا۔ بھائی! خدا حیا کیا کر۔ سماجی بولا۔ صاحب! آپ نے دعوت کی تھی نمک زائد ڈالا تھا۔ پنڈت جی بولے اس کو یہاں کیا تعلق۔ سماجی نے کہا بات سے بات نکل آتی ہے۔

یہی حال ہمارے پنڈت جی سوامی مہرشی جی اور کیا نہیں کیا کا ہے۔ بات سے بات نکالنا تو ان کے بائیس ہاتھ کا کھیل ہے۔ مگر افسوس۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی
سوامی جی! نے یہ کلام خدا کا سمجھا حالانکہ حضرت خضر کا کلام منقول ہے۔ پس آپ کا نارو پود سب لوٹ گیا۔ پس ہمارا انصاف دیکھئے کہ ہم آپ کے کلام پر صاف کرتے ہیں کہ یہ ہرگز خدا کی بات نہیں ہو سکتی۔

ساجیو! ہمارے انصاف کی داد دو اور تم بھی ایسے ہی انصاف کے خوگر بنو۔
سوامی جی! اس فقرہ میں بڑے ناراج (ناراض) معلوم ہوتے ہیں۔ مہاراج کبیر (خیر) تو ہے؟ اتنا تو سمجھئے کہ جس مذہب کو کروڑوں آدمی مانتے ہیں۔ اس کو جھوٹا کہنے والا کون ہے؟ (ستیا رتھ پر کاش دیکھ کر جواب عنایت ہو) لیجئے صاحب ہم آپ کو راجی (راضی) کر لیتے ہیں۔ کفا (خفا) ہونے کی کوئی بات نہیں۔

جس لفظ کا یہاں پر ترجمہ ”پایا“ کیا گیا ہے وہ قرآن میں وَجَدَ کا لفظ ہے عربی

گراہری چھوٹی چھوٹی کتابوں میں اس لفظ کو افعال قلوب سے لکھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس (سکندر یا ذوالقرنین) کو تک اس مقام پر اسی کا قصد مذکور ہے اے جب وہ سمندر کے کنارہ پر پہنچا تو اپنے بی بی میں سورج کو سمندر کے پانی میں ڈوبتا سمجھا یعنی اس کے خیال میں یوں سمایا کہ سورج اس پانی میں ڈوبتا ہے۔ چنانچہ سمندر کے کنارہ پر کھڑے ہونے والے آدھل بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس کلام کی تصدیق خدا کی طرف سے کوئی نہیں ہوئی کہ ہاں واقعی سورج سمندر میں ڈوبتا ہے۔

ساجیو! آگے پیچھے کو بن دیکھئے کلام کے معنی کرنے والے کون ہوتے ہیں (بھومکا صفحہ ۵۲) کو دیکھ کر جواب دینا۔ یا جوج ماجوج کے فساد کو نہ روکنے کا جواب نمبر ۱۱ میں آچکا ہے۔ مختصر یہ کہ افعال اختیار یہ میں خدا اجر نہیں کرتا۔ ہمارے اس جواب پر آپ اپدیش منجری صفحہ ۶۰ پر دستخط کر چکے ہیں ورنہ تلاؤ غازی محمود غزنوی کو آریہ ورت سے ایشور نے کیوں نہ روکا؟

(۱۰۷) **ترجمہ:** "اور یاد کر چک کتاب کے مریم کو۔ جب جاہلی لوگوں اپنے سے مکان مشرقی میں رہیں پکڑا ان سے ادھر پر وہ۔ پس بھیجا ہم نے طرف اس کے روح اپنی کو پس صورت پکڑی واسطے اس کے آدمی سندہ رست کی۔ کہنے لگی تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمن کے تجھ سے اگر ہے تو پر بیزار۔ کہنے لگا سو اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پر دروگارتیرے گانا کہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ۔ گمانیو نگر ہو گا واسطے میرے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار۔ پس حاملہ ہو گئی ساتھ اس کے۔ پس جاہلی ساتھ اس کے مکان دور میں یعنی جنگل میں۔" (سورہ مریم: آیت ۱۸ تا ۲۴)

(۱۰۷) **محقق:** "فہم غور کریں کہ اگر سب فرشتے خدا کی روح ہیں تو وہ خدا سے الگ وجود نہیں ہو سکتے اور یہ علم کہ اس مریم کنواری کے ہاں لڑکا ہوتا جو کہ کسی سے ہم بستر ہوتا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن خدا کے حکم سے فرشتے نے اس کو حاملہ کیا خلاف از انصاف ہے۔ یہاں اور بھی شائستگی کے خلاف بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ ان کو تحریر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

(۱۰۷) **مدقق** : فرشتوں یا کسی اور چیز کا روح اللہ ہونا نمبر ۹۸ میں مفصل مذکور ہے۔ سوامی جی یہ حکم کہ صدیقہ مریم کی

نسبت یہ لکھ مارا کہ کسی سے جماع نہیں کرنا چاہتی تھی، ایسا جھوٹ بولنا سادھوؤں کا کام ہے؟ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کوئی بات خلاف انصاف نہیں بلکہ خدا کی قدرت کا ظہور ہے کہ جس نے انکی وایو وغیرہ کو جو ان بتوان پیدا کیا۔ وہ بے باپ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

افسوس اپنے باقی نفس کو آپ دبا گئے ورنہ وہ بھی دیکھ لیتے شاید نمبر ۱۱۱ والا تو نہیں؟
عیسائیو! کہاں ہو؟

(۱۰۸) **ترجمہ** : ”کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ بھیجا ہم نے شیطانوں کو اوپر کافروں کے پکارتے ہیں ان کو بکارتے

کر۔“ (سورہ مریم: آیت ۷۸)

(۱۰۸) **محقق** : جب خدا ہی شیطانوں کو بکارتے کے لئے بھیجتا ہے تو بکارتے جانے والوں کا کچھ قصور نہیں ہو سکتا اور نہ ان

کو سزا ہو سکتی ہے اور نہ شیطانوں کو کیونکہ یہ خدا کے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کا ثمرہ خدا کو ہونا چاہئے۔ اگر چاہا عادل ہے تو اس کا ثمرہ یعنی دوزخ آپ ہی بھوگے اور اگر عدل کو ترک کر کے بے انصافی کرتا ہے تو وہ طرفدار ہو گیا اور طرفدار ہی کو جتنی رکھتے ہیں۔

(۱۰۸) **مدقق** : نمبر ۱۵۶ وغیرہ میں مفصل جواب ہو چکا ہے۔ سوامی جی کو تو نمبر پڑ جانے کی عادت ہے۔

(۱۰۹) **ترجمہ** : ”اور تحقیق البتہ میں بخشنے والا ہوں واسطے اس شخص کے کہ توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کئے اچھے۔ پھر

راہ پائی۔“ (سورہ طہ: آیت ۷۶)

(۱۰۹) **محقق** : توبہ سے گناہ بخشنے جانے کی بابت وہ قرآن میں لکھی ہے وہ سب کو گناہگار بنانے والی ہے کیونکہ گناہگاروں کو

اس گناہ کرنے کا حق ملتا ہے اس لئے یہ کتاب اور اس کا مصنف گناہگاروں کو گناہ

کرتے ہیں جو صلہ دیتے ہیں۔ پس یہ کتاب کلام اللہ اور اس میں بیان کردہ خدا سچا خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۰۹) **مدقق** : توبہ کا مضمون نمبر ۲۲ میں مفصل مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔
سوامی جی کی طرح ایک ہی بات کو بار بار لکھ کر داناؤں کی نظر میں خیف ہو نا ہم نہیں چاہتے۔

(۱۱۰) **ترجمہ** : ”اور گئے ہم نے بیچ زمین کے پھاڑ ایسا ہو کہ بل جائے۔“ (سورہ انبیاء: آیت ۳۱)

(۱۱۰) **محقق** : اگر مصنف قرآن زمین کی گردش وغیرہ کو جانتا تو یہ بات بھی نہ کہتا کہ پھاڑوں کے رکھنے سے زمین نہیں ہلتی۔ شک ہو اس کے اگر پھاڑ نہ رکھتا تو بل جاتی۔ پھاڑ رکھنے پر بھی نہ ٹولہ کے وقت کیوں بل جاتی ہے؟
www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۱۱۰) **مدقق** : البتہ یہ ضرور سمجھیں کہ آیت کے قابل ہے گو ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ لکھیں گے تاہم اس موقع پر توبہ لکھنا بالکل مناسب ہے۔

تو آسمان نے حقیقت نہ خطا استغاثت
سوامی جی! آیت کا مطلب ہے کہ زمین بوجہ کثرت پانی کے ہلتی تھی جیسے بے لوبا لگے جہاز یا لکڑی کی جڑی پانی پر بے طرح ہلتی ہے۔ پس خدا نے پھاڑوں کو مثل لوہے کی ٹینوں کے گاڑ دیا تو بے ڈول ہلنے سے ٹھہر گئی۔ ان معنی پر دلیل قرآن سے سنی چاہو تو سنو!

الْم تَخْضَلُ الْأَرْضُ مِهَادًا وَالْجِبَالُ أَوْتَادًا
”ہم (خدا) نے زمین کو رہنے کیلئے مثل گواہ کے بتایا اور پھاڑوں کو اس کی میٹھیں۔“

پس اگر انگریزی علوم طبعی کے اصول کو مان کر (جن کے ماننے کیلئے ہمیں مذہب کی دوسے کوئی امر مانع نہیں ہے) ہے تو علمی طریق سے ہے کہ دلیل قطعی نہیں رکھتے، ابھی ہم غفلت کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت موصوفہ ان کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ جڑی کی حرکت بغیر لوہے کے جس طرح ڈانوا ڈول ہوتی ہے۔

اگر پہاڑ نہ ہوتے تو اسی طرح زمین کی حرکت ڈالوا ڈول ہوتی۔ پہاڑوں کے جمانے سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ زمین کی حرکت باقاعدہ ہو۔ پس جس حرکت کا ثبوت موجودہ علم سے ہوتا ہے اس کا رد اور انکار قرآن نے نہیں کیا ہے اور جس کا رد اور انکار کیا ہے وہ اس علم طبعی سے ثابت نہیں ہوتا۔

ہماری مذکورہ تقریر سے ذہنوں کا جواب بھی آگیا۔ کیونکہ جس حرکت کا انتظام پہاڑوں سے قرآن نے بتلایا ہے وہ ایک غیر معمولی ڈالوا ڈول حرکت ہے۔ جیسے پانی پر ہلکی سی چیز کو مومنا ہوا کرتی ہے اور زلزلے اس جسم سے نہیں بلکہ یہ تو کسی خاص وقت میں کسی آتشیں معدن کی حرارت سے کسی خاص موقع کو حرکت ہوتی ہے۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ ”مگر ناپاک باطن والے جاہلوں کو علم کہاں۔“ (بھومہ کا صفحہ ۵۲)

(III) **ترجمہ:** ”اور ہدایت دینی اس عورت کو کہ محافظت کی اس نے شرم گاوا اپنی کو پس پھونک دیا ہم نے سچ ان کے روت اپنی کو۔“ (سورہ انبیاء: آیت ۸۰)

(III) **محقق:** ایسی فحش باتیں خدا کی کتاب میں خدا کی تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہو سکتیں۔ جبکہ انسان ایسی باتوں کا لکھنا اچھا نہیں سمجھتے تو خدا کے سامنے کیونکر اچھا ہو سکتا ہے؟ ایسی باتوں سے قرآن بدنام ہو گیا ہے۔ اگر اس میں انہی باتیں ہوتیں تو اس کی بہت تعریف ہوتی جیسی کہ ویدوں کی ہوتی ہے۔

(III) **مدقق:** سوامی جی! ٹیٹو ہے؟ ایسی فحش کی باتیں ایک تو بتائی ہوئی کیا نیوگ کا ذکر آگیا؟ مرنے تو کسی ماں اب سمجھے۔ عورت کا ذکر آگیا۔

سوامی جی! کہیں روح پھونک دینے تو فحش نہیں کہتے! نہیں ایسا یوں کہتے تھے جب خود ہی ان باتوں کا ذکر کیا کرتے ہیں اور لوگوں کو دیا حین او حظ بتایا کرتے ہیں۔

سماجیو! سنو!

بعض کے کہنا اور ہوس کے پانچویں دن سے لیکر سولہویں دن تک ہم بستی کا وقت بتا رہے ہیں۔ پھر کے چار دن ترک کر دیتے ہیں باقی دوبارہ دن رہے۔ ان میں سے زیادہ عرصے اور پانچویں دن رات کو بھول کر باقی ان راتوں میں عمل متعلقہ عمل اچھا ہے۔ بعض کے کہنا اور ہوس کے دن سے لیکر سولہویں دن تک کے بعد ہم بستی میں کرنی چاہئے اور جب تک کہ دوبارہ وقت سینہ ہم بستی کا بیسہ گہ بیان کیا گیا ہے نہ آوے۔ تب تک یہ عمل ٹھیک رہنے کے بعد ایک برس تک صحبت نہ کرے۔" (ستیا رتھ پرکاش باب ۲ نمبر شروع)

اور سنو!

جسے عامیہ جاوے یہ عامیہ نیوگ جس طرح یا عین نیک اشخاص کی صلاح اور دولہمن دولہائی رضامندی ہوتی ہے ویسے نیوگ میں بھی ہونی چاہئے۔ یعنی جب عورت مرد کا نیوگ (نیوگ کی تعریف نمبر ۳۸ میں دیکھو) ہو گا تو تب اپنے خاندان میں مرد عورتوں کے سامنے ظاہر کریں۔ کہ ہم دو نیوگ اولاد پیدا کرنے کی غرض سے کرتے ہیں۔ جب نیوگ کا دعویٰ ہو جائے گا۔ تب ہمارا قطع تعلق ہو گا۔ اگر اس کے خلاف کریں تو گناہگار اور ذلت یار رہیں گی سزا کے مستوجب ہوں۔ مینے میں ایک یار گر بھادان (بھانج) نہیں معلوم اس لفظ کا ترجمہ غلط فہم کیوں کیا گیا کا کام کریں گے (توبہ توبہ ایسا فحش؟ سو امی جی کہاں ہیں؟) حمل کے قیام کے ایک برس بعد تک جدا رہیں گے۔ (ستیا رتھ پرکاش باب ۲ نمبر ۱۴۳)

آریہ بھنوں! تم کہو گے سو امی جی کا کیا؟ وہ تو ایک غیر الہامی آدمی تھے۔ الہامی نوشتوں میں ایسا نہ ہونا چاہئے۔ تمہارا اگر یہ خیال ہو تو سنو! تمہارے الہامی نوشتے میں پرانا کاقول ہے۔

"پاراش، مرد، لائق اور بستی (مرد) کی یونی (خون) میں گھسنے پر خصوصیت سے غلط سمجھا جاتا ہے۔" (انجیو باب ۱۹ نمبر ۱)

سماجیو! بتاؤ! جب انسان ایسی باتوں کا لکھنا اچھا نہیں سمجھتے تو خدا کیوں سمجھنے لگا

یقین نہ ہو تو دو نو مبار تیں (قرآن اور وید) کسی شریف پر ہمو وغیرہ کو سنا کر آؤ مالو۔

(۱۱۲) ترجمہ : ”کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو مجھہ کرتے ہیں واسطے اس کو جو کوئی سچ آسمانوں اور زمین کے ہیں سورج“

چاند سورج پہاڑ اور رخت اور جانور پہنائے جائیں گے۔ سچ ان کے کلن سونے سے اور موتی اور لباس ان کا سچ اس کے ریشمی ہے اور پاک رکھ گھر میرے کو واسطے گرد پھرنے والوں کے اور گھڑے رہنے والوں کے پھر چاہئے کہ نور کریں میل اپنی اور پوری کریں نذریں اپنی اور گرد پھریں گھر قدیم کے تو کہ یاد کریں نام اللہ کا۔“ (سورہ ج: آیت ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴)

ناظرین! ترجمہ کا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو سوامی جی کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ جنہوں نے غت ربود کیا ہے

(۱۱۳) محقق : ”غیر ذی روح اشیاء ہیں وہ خدا کو جان ہی نہیں سکتیں تو پھر وہ اس کی عبادت کیو کر سکتی ہیں اس لئے یہ

کتاب کلام ربانی نہیں ہو سکتی۔ البتہ کسی گمراہ کی بنائی ہوئی معلوم دیتی ہے وہ بڑی اچھی ہشت ہے کہ جہاں سونے موتی کے زیورات اور ریشمی لباس پہننے کو ملتے ہیں۔ یہ ہشت تو یہاں کے راجاؤں کے گھر سے کچھ بڑھ کر نہیں ہے اور جب خدا کا گھر ہے تو وہ اس گھر میں رہتا بھی ہو گا پھر بت پرستی کیوں نہ ہوئی اور دوسرے بت پرستوں کی تردید کیوں کرتے ہو؟ جب خدا نذر لیتا ہے اور اپنے گھر کا طواف کرنے کا حکم دیتا اور جانوروں کو غروا کر کھلا سکتا ہے تو یہ خدا مہر روا لے۔ بھر و ذر لگا کی مانند نہیں ہوا اور سخت بت پرستی کا باعث بھی ہے۔ جنوں سے مسجد بڑا بت ہے اس لئے خدا اور مسلمان بڑے بت پرست اور پرانی اور جینی چھوٹے بت پرست ہیں۔“

(۱۱۴) مدقق : ”سوامی جی کی زبان بھی حجاب کی تھوڑے کم نہیں۔ مگر کیسا پانی ہے وہ منش جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر حکم کے

خلاف منشا معنی کرتا ہے۔ (دیباچہ ستیا رتھ صفحہ ۷۱)

سوامی جی کی یہ عادت بڑی بیدار ہے کہ مختلف جگہوں سے مختلف مشاہین کی آیات ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جس سے ان کی اصلی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ قرآن

شریف کی بابت اپنے چیلوں کو بدگمان کریں۔ کہ اس میں مضامین ایسے گزری ہو ہیں کہ کچھ سمجھ نہیں آتا طریق نہیں جانتے کہ دن میں تاج کو نظر نہ آئے سے وہ ان کا قصور ثابت نہیں ہوتا۔

سوامی جی! حق! سجدہ کے معنی فرمانبرداری "فردوسی کے ہیں" (دیکھو صراح) ہاں ہر چیز کی اطاعت اور فردوسی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ "زمین و آسمان کی سب چیزیں خدا کی فرمانبرداری ہیں۔ جو جو کام ان کی سپرد ہیں وہ ان کی عمدہ طرح سے پورے کر رہی ہیں۔" قرآن سے شہادت ان "حق کی سنی ہو تو سنو! کُلُّ لَدُنْهَا ثَنُونَ اہر ایک چیز خدا کی فرمانبرداری ہے بالکل سچ ہے۔

نہارو ہوا تاتہ گوئی بیار
زمین تاورو تاتہ گوئی بیار

بشت کا جواب پہلے کئی دفعہ آچکا ہے۔ یہاں پر اتنا ہی کافی ہے کہ سوامی جی! راجاؤں کے گھر بار سونے چاندی کے پتنگ وغیرہ بھی تو تاج کے قاعدہ سے نیک اعمال ہی کا نتیجہ ہیں (دیکھو ستیارتھ پر کاش صفحہ ۳۳۳) پھر آپ ہی بتائیے کہ مسلمانوں کی بشت میں اگر سب کو ایسے ہی پیش و عشرت ہوں تو کیا آپ کی بشت سے کچھ کم ہیں۔ ہاں ایک بات زائد ہے وہ یہ کہ اس دنیا کی ایک تو زندگی ٹاپا کمار ہے۔ دوم کوئی بھی ہو بحکم (ناٹک) دکھیا سب سنسار) راجا کیا اور پر جا کیا اپنے اپنے حال میں سب دکھی ہیں۔ مگر بشت والے ان سب جاؤں سے بے خوف گزاریں گے یقین نہ ہو تو سنو!

لَا تَضَلُّهُمْ فَنِيهَا نَصَتْ وَ مَا ظَنَّمْ مَنِيهَا بَشَخُو جَنِي

ترجمہ: "نہ بشتیوں کو کسی قسم کی تکلیف ہو گی۔ نہ وہ بشت سے ٹکالے جائیں گے۔"

سوامی جی! خدا کا گھر کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ بیت الحقیق بے شک ہے جس کا ترجمہ ہے گھر قدیم یعنی پرانہ ت کا بنا ہوا آپ نے خود ہی نقل لیا ہے۔ سادھو ہو کر ایسی چالاک تو مناسب نہیں۔ کہیں آپ سادھو تو نہیں جو بالائی سمیت چا کر رہے ہیں؟ نذر پر بھی آپ نے اپنی نگر شفقت سے کام لیا ہے۔ مطلب آیت کا صاف ہے کہ جو جو کسی نے نذر دیا وہ قیصرہ خیرات کرنے کی مافی ہو وہ پوری کرے۔ مگر آپ اس پر ایسا بجاو بندہ سے کام لیں تو اس کا کیا علاج؟

بٹ پرستی کا جواب نمبر ۳ میں آچکا ہے۔

سوائی جی! بچارے بندوں سے آپ کو اتنا رنج کیوں ہے کہ ہم بھنگاروں کو ان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آخر وہ بھی تو آپ کے بھائی ہیں ویدک متی ہیں۔ بلکہ وید بھگوان آپ سے دو چند مانتے ہیں۔ آپ نہ سہی آپ کے باپ دادا تو آخر وہی ہیں۔ شاید ہی مصلحت کو آپ نے تمام مراپے باپ کا نام بھی نہ لگایا۔ جس سے تعلق مخالفوں کو بدگمانی پیدا ہوئی۔ (دیکھو سوانح عمری سوائی جی)

(۱۱۳) **ترجمہ :** "حقیق دن قیامت کے اٹھائے جاؤ گے۔" (سورہ مومنون: آیت ۱۶)

(۱۱۳) **محقق :** کیا قیامت تک مردے قبروں میں رہیں گے یا کسی اور جگہ؟ اگر ان میں کھڑے رہیں گے تو سڑے ہوئے بدبودار جسموں میں رہ کر نیک آدمی بھی تکلیف اٹھائیں گے؟ یہ انصاف نہیں بلکہ ظلم ہے اور بدبودار مٹونٹ زیادہ پھیلا کر بیماری پیدا کرنے کے موجب ہونے سے خدا اور مسلمان پاپی ہو گئے۔

(۱۱۳) **مدقق :** سوائی جی آپ سے تو معقول سوال اس شرک کا تھا جس نے کہا تھا۔

مَنْ يُخَيِّ الْعِظَامُ وَهِيَ رَجِيمَةٌ (قرآن)

ترجمہ : "کون مردہ اور کٹی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔"

جس کا جواب اس کو اسی وقت ملتا تھا کہ۔

قُلْ يُخَيِّهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ

ترجمہ : "تو اے محمد کہہ دے وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلے بنایا تھا وہ اپنی سب مخلوق کو خوب جانتا ہے۔"

جسموں کا سزا تو جب ہو کہ وہاں موجود بھی ہوں۔ یوں کہنے کہ ریڑھ ریڑھ ہوئے جسموں کو کیونکر خدا تیار بنائے گا۔ جس کا جواب اوپر کی آیت میں موجود ہے۔ پہلی مردے یعنی ان کی روحیں جسموں سے الگ ہو کر اپنی جگہ عالم ارواح میں رہتی ہیں۔ نیک بھگوان کیلئے وہی جگہ ہے جہاں پر مکتی انبیاات ایااتوں کا رہنا آپ بھی مانتے ہیں البتہ بدکاروں کے

لئے اسی کے مقابل پر جگہ ہے۔ پس کچھ وقت نہیں۔

(۱۱۳) ترجمہ:

”اس دن گواہی دیں گے اُس پر ان کی زبانیں اور ہاتھ اُن کے اور پاؤں اُن کے ساتھ اُس حج کے کہ تھے کرتے۔ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا مثال نور اُس کے کہ مانند طاق کے ہے کہ حج اُس کے چراغ ہو اور وہ چراغ حج قدیل شیشہ کے ہے۔ وہ قدیل شیشہ کا گویا وہ چراغ ہے۔ چمکتا روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ وہ سخت مبارک زیچون کے سے کہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے۔ نزدیک ہے تیل اُس کا کہ روشن ہو جائے۔ اگرچہ نہ لگے اُس کو آگ روشن اُس پر روشنی کی راہ دکھلاتا ہے اللہ طرف اپنے جس کو چاہتا ہے۔“ (سورہ نور: آیت ۲۳-۳۵)

(۱۱۴) محقق:

ہاتھ پاؤں وغیرہ بیان ہونے سے گواہی ہرگز نہیں دے سکتے یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہونے سے بھونی ہے۔ کیا وہ آگ ہے یا بجلی جیسا کہ چراغ وغیرہ سے اسے تشبیہ دے گئی ہے۔ یہ مثال ضد ابر حائق نہیں آسکتی ہاں کسی شکل والی چیز پر صادق آسکتی ہے۔

(۱۱۵) مدقق:

قانون قدرت آپ کو بہت سوچتا ہے۔ مگر یہ تو بتلائیے کہ کئی ارب سال بعد پر لے ابا نکل فی مثل قیامت کبھی اولیٰ الکائنات کس قانون کا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی اسی بنا پر آپ کے پر لے سے انکاری ہو کہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ تو کیا جواب؟ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ہر ایک کام کیلئے ایک ایک وقت ہوتا ہے وہ اُس میں غلو رہنے پر ہو جاتا ہے۔ گو وہ کئی لاکھ بلکہ کئی کروڑ سال بعد بھی کیوں نہ ہو۔ اُس کے وقت کے ایام میں نہ ہونے سے خلاف قانون قدرت کہہ دینا یہ بھی خلاف قانون ہے۔ جبکہ قیامت کے آثار اور قانون ہی الگ ہیں۔ جو آج تک کسی قانون کی ذیل میں آئے ہی نہیں تو اُن کو خلاف قانون قدرت کہنا سہمی ہی جیسے دودانوں ہی کا کام ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ کا مطلب بالکل وہی ہے جو برگ وید مندرجہ بالا میں

۳۸ کا ہے حقو! پریشور پرمان دیتا ہے۔

"میں برتر جلال و شہرت رکھنے والا سورج کی مانند تمام عالم کو نور بخشنے والا ہوں۔"
(اندگوید)

پس آیت کا مضمون - شہادت و عید بالکل صاف ہے کہ تمام آسمان و زمین کی روشنی کا موجب اور موجب خدا ہی ہے۔ پھر اپنی روشنی یعنی محبت کی مثال خدا نے بتلائی ہے کہ اہل درد کے دل میں خدا کی محبت ایسی چمکتی ہے اور سب چیزوں پر غالب آتی ہے۔ جیسے قندیل کی روشنی جس میں اعلیٰ درجہ کا صاف شفاف تیل پڑا ہو۔ تمام غلطیات اور اندھیروں پر غالب آتی ہے۔ ان معنی کی شہادت قرآن سے چاہتے ہو تو سنو!

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

ترجمہ "ایمانداروں کو خدا کے ساتھ سب چیزوں سے بڑھ کر محبت ہوتی ہے۔"

اور اگر اپنے ہی کلام سے تصدیق چاہتے ہو تو سنو! یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ایثار کو چھوڑ کر خود کو کیسے ہی اعلیٰ دوسرے کام کے جائیں۔ لیکن ان سے جیہ آتما بھی بھی نکتہ نہیں ہوتا۔ مکتی (نجات) کا ذریعہ صرف ایک ایثار پر اپنی (محبت و اخلاص) ہی ہے۔" (ادب الیش مجتہدی صفحہ ۵۸)

سوامی جی! سچ ہے۔ آگے پیچھے کو بن دیکھے کام کے معنی کرنے والے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھو، کا صفحہ ۱۵۲)

(۱۱۵) ترجمہ : "اور اللہ نے پیدا کیا ہر جانور کو پانی سے، پس بعض ان میں سے وہ ہے کہ چلتا اوپر پیٹ اپنے کے اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول اس کے گی۔ کہ فرمانبرداری کرور رسول کی تاکہ تم رستم کے جاؤ۔" (سورہ نوہ - آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵)

(۱۱۵) محقق : یہ کونسی فلاحی ہے کہ جن جانوروں کے جسم میں سب عناصر پائے جاتے ہیں۔ ان کی بابت کہنا کہ صرف پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ محض لاعلمی کی بات ہے۔ جب خدا کے ساتھ پیغمبر کی فرمانبرداری کرنی ضروری ہے تو کیا خدا کا شریک ہوایا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو خدا کو کیوں قرآن میں کافر شریک کہا اور لکھا جاتا ہے؟

(۱۱۵) **مدقق** : قربان ایسی سمجھو۔ سوامی جی بلا سے قرآن کو آپ کسی استاد سے پڑھ لیتے۔ آپ مجھے پاک باطن والے سا دھو

سے ایسے اعتراض میں کر دیں کہ وہ جانتا ہے۔ یہ شکایت تو ہم کرتے ہی نہیں کہ آپ دانستہ مختلف جگہ کی آیتیں یکساں ذکر کیوں نقل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کی سمجھ بوجھ آپ کو یہی سکھاتی ہے۔

سوامی جی! پانی سے مراد اس جگہ مٹی ہے۔ سنو! دوسری آیت میں قرآن مجید خود بتاتا ہے۔

الَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ

(ترجمہ) " (خدا) فرماتا ہے (کیا ہم نے تم کو ذلیل پانی (مٹی) سے پیدا نہیں کیا؟ "۔

پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ کل جانداروں کی پیدائش کا سلسلہ خدا نے مٹی سے رکھا ہے۔ بتلائیے صحیح ہے یا غلط؟ اگر اعتبار نہ ہو تو تھیوگسٹ پر خود کہتے ہیں کہ استری (عورت) انیوگ کیوں کرتی ہے؟ گربھ (مفل) کیوں ہوتا ہے؟

بیفیمبر کے اتباع کا جواب نمبر ۲۱، ۵۳ اور ۵۵ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔ یہ تو آپ کی معمولی بات ہے۔

(۱۱۶) **ترجمہ** : "اور جس دن کہ پھٹ جائے گا آسمان ساتھ بدلی کے اور آسمان سے جانیں کے فرشتے۔ پس مت کماؤں

کافروں کا اور جھگڑا کر ان سے ساتھ اس کے جھگڑا بدلا اور بدل ڈالو ہے۔ اللہ برائیوں ان کی کو بھلائیوں سے اور جو کوئی تو بہ کرے اور عمل کرے اچھے۔ پس تحقیق وہ ربوب کر تا ہے طرف اللہ کے۔ " (سورہ فرقان، آیت ۲۳، ۵۰، ۶۸، ۶۹)

(۱۱۶) **محقق** : یہ بات کبھی درست نہیں ہو سکتی۔ کہ آسمان ہواؤں کے ساتھ پھٹ جائے اگر آسمان (اکاش) کوئی مجسم شے ہو

تو پھٹ سکتا ہے۔ مسلمانوں کا قرآن امن میں خلل انداز نہ ہو کر نذر و بخیر اکرانے والا ہے۔ اس لئے دیندار عالم لوگ اس کو نہیں مانتے۔ یہ خوب انصاف ہے کہ کنا دھوڈ آپ کا تاولہ ہو جائے گا۔ کیا یہ تل اور ارد ہیں کہ ان کا تاولہ ہو سکے۔ اگر تو بہ کرنے سے

گناہ چھو نہیں اور خدا ملے تو کوئی بھی گناہ کرنے سے کیوں ڈرے گا۔ اس لئے یہ سب باتیں خلافِ ازلِ علم ہیں۔

(۱۱۶) **مدقق** : اس آیت کو بھی آپ کسی دودان سے پوچھ لیتے تو یہ پرشن (سوال) آپ کو نہ سو بھتا "مطلب آیت کا یہ ہے کہ قیامت سے پہلے جتنی پرکے کے وقت کل دنیا فنا ہو جائے گی تو اس وقت زمین و آسمان اور بادل سب فنا ہو جائیں گے۔ حکماء فلسفہ آسمان کو اثناوی و قدیم مانتے تھے ان کا کہنا ہے کہ رو کرنے کو خدا اتنے فرمایا کہ قیامت سے پہلے آسمان مع بادلوں کے بھٹ جائیں گے۔ یہ نہیں کہ بادل ان کو پھاڑیں گے، بلکہ بادل بھی ان کے ساتھ ہی بھٹیں گے۔ ان معنی کی دلیل قرآن سے سننی چاہو تو سنو!

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ

www.onlyfor3.com

www.onlyoneorthree.com

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ترجمہ "جس روز آسمان و زمین میں تغیر و تبدل کیا جائے گا اور لوگ سب کے سب خدا کے زیرِ دست غالب کے حضور آئیں گے۔" آسمان کے مجسم ہونے کی بحث نمبر ۱۸۸ اور ۱۴۹ میں ملاحظہ ہو۔

مسلمانوں کے فناء سے سوائی کسی بڑے ڈرتے ہیں۔ تاہم بار بار ان کو فناء ہی سوچتا ہے۔ ہماری شرافت دیکھئے کہ ہم نے نمبر ۲۵ میں آپ کے فناء کا مقابلہ کر کے اس کا نام تک نہیں لیتے۔ جس طرح دوا میں بعض گرم اور بعض سرد ہیں۔ چہ ان میں بھی مختلف مراتب ہیں بعض گرمی میں ایسی ہیں کہ ان سے بعد سرد چیزوں کے استعمال سے ان کی گرمی زائل ہو سکتی ہے۔ بعض ایسی گرم بھی ہیں کہ ان سے بعد کتنی ہی سرد دوائیں کیوں نہ لیں ان کی گرمی زائل نہیں ہو سکتی۔ جیسے زہر، ٹھیک اسی طرح گناہوں کی مثال ہے کہ اپنی درجہ کے گناہ اعلیٰ درجہ کی نیکیوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک ایسے بڑھ کر جرم بھی ہیں کہ کسی نیکی سے زائل نہیں ہوتے۔ جب تک ان سے توبہ ہو۔ جیسے شرک، کفر، ان معنی کی دلیل قرآن سے سننی چاہو تو سنو!

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِينَ

ترجمہ "اے اللہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ نصیحت دینے

والوں کیلئے نصیحت ہے۔"

پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ تو بہ (جو اعلیٰ درجہ کا خدا سے اخلاص ہے) اسے گناہ معاف ہونے کے علاوہ گاہے حسب مراتب اخلاص ایسا بھی ہوتا ہے کہ بجائے گناہ کے تائب گنہگار نیکوں کا عطر مل پاتا ہے۔ (مفصل نمبر ۲۲ میں ملاحظہ ہو)

(۱۱) ترجمہ: "اور وہی کی ہم نے طرف موسیٰ کے یہ کہ رات کو لے چل بندوں میروں کو تحقیق تم چچا کے باؤ گئے۔

پس بھیج لوگ قرون نے بیچ شہروں کے جمع کرنے والے اور وہ ۱۰ شخص کہ جس نے پیدا کیا مجھ کو پس وہی راہ دکھاتا ہے اور وہ تو کھلاتا ہے مجھ کو اور پلاتا ہے مجھ کو اور وہ شخص کہ امید رکھتا ہوں میں کہ بخشے واسطے میرے خطا میری دن قیامت کے۔" (سورہ شعراء: آیت ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵)

(۱۲) محقق: جب خدا نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی تو پھر وہ وحی میں اور محمد صائب کی طرف کتاب یوں بھیجی کہ وہ نیک خدا

کی باتیں ہمیشہ یکساں اور بے خطا ہو کر آتی ہیں اور اس کے بعد قرآن مجید کتابوں کا بیجا ظاہر کرتا ہے کہ پہلی کتاب نامکمل اور غلطیوں سے نہ تھی۔ اگر یہ تین کتابیں سچی ہیں تو قرآن مجید ٹاٹا ہو گا۔ چاروں کتابیں جو کہ باہم متضاد ہیں۔ وہ بالکل صحیح نہیں ہو سکتیں۔ اگر خدا نے روح پیدا کی ہیں تو وہ مر بھی جائیں گی۔ یعنی ان کا کبھی عدم بھی ہو گا۔ جو خدا ہی انسان وغیرہ کی روحوں کو کھلاتا پالتا ہے تو کسی کو بیماری نہ ہونی چاہئے اور سب کو برابر خوراک ملنی چاہئے اور رد رعایت سے ایک کو عمدہ اور دوسرے کو خراب جیسا کہ بادشاہ کا عمدہ اور غریب کو خراب ملتی ہے نہ ملتی چاہئے۔ جب خدا ہی کھلانے پلانے اور پرہیز کرانے والا ہے تو بیماری نہ ہونی چاہئے۔ لیکن مسلمانوں کو بھی بیماریاں لگتی ہیں۔ اگر خدا ہی بیماری دُور کر کے آرام کر دینے والا ہے تو مسلمانوں کے جسموں میں بیماری نہ رہنی چاہئے۔ اگر رہتی ہے تو خدا پورا طبیب نہیں۔ اگر طبیب حاذق ہے تو پھر مسلمانوں کے جسموں میں بیماری کیوں رہتی ہے؟ اگر وہی مارتا ہے اور نہ کچھ کرتا ہے تو

۱۰ تا عین اب سہانی کی لیاقت اور بات ہے کہ مختلف مقامات سے القاء لکھنؤ، چارپٹے جی دیکھے۔
مضمون کماں سے کماں لایا جیسے کہ مجھے کے کونٹ میں از دی وال۔

پھر اسی خدا کے ذمہ تناؤ و ثواب ہونا چاہئے اگر جنم و ممانات کے اعمال کے مطابق انصاف کرتا ہے تو وہ کچھ بھی گناہ کا ذمہ دار نہیں ہے اگر وہ گناہ بخشا اور انصاف قیامت کی رات کو کرتا ہے تو خدا گناہ پر جانے والا ہوئے سے گنہگار ہو جائے گا۔ اگر بخشش نہیں کرتا تو قرآن کی یہ بات جھوٹی ہو گے سے بچ سکتی ہے ۲

(۱۱) **مدقق** : اس نمبر کا جواب دینے کو تو بی نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کا جواب یہ خود ہے سو امی جی بھی ایسے سوالوں کے

جواب دینے سے مانع ہیں کیونکہ فرماتے ہیں۔

”ایسے سالوں کے سامنے عقلمندوں کو بے حس و شے کی طرح ہو رہنا چاہئے۔“ استیارتہ صفحہ ۵۵۰ باب ۱۰ نمبر ۱۳

مگر کیا کریں ہمارے سماجی دوست بزبان حال گفتا کر رہے ہیں۔ جن کی خاطر بھی ہمیں سو امی جی سے بڑھ کر نہیں تو کم بھی نہیں۔ اس لئے مجبوری آن کو حصہ اول (وحی انبیاء) کے متعلق گذشتہ نمبر ۵۴ کتاب ہذا اور مباحثہ ”الغامی کتاب“ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

سو امی جی! روحوں کا نہ مرنے کا کسی آیت قرآنی سے ثابت ہوتا ہے؟ ہو آپ کو یہ سوچھی دیکھ اگر خدا ان کو جاؤ اور فنا کرنا چاہے گا تو کر دے گا۔

خدا کے کھلائے پلانے کے بھی وہی معنی ہیں جن معنی سے آپ نے لکھا ہے۔

”یونکہ اس فی ہد کے بغیر بچے و عظیم کائنات اعظم اور راسخات پابندی اور کیل نہیں ہو سکتی اسلئے ہر ایک انسان کو ان امور سے اس طرح مدد ملنی چاہئے۔ (جو ماک صفحہ ۱۶۷)

سو امی جی! ابھی تو آپ کہیں یہ من کر پاتے کہ مسلمان یہ بھی کہتے ہیں۔

فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ

(ترجمہ) ”پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سب چیزوں کی حکومت ہے۔“

تو خدا معلوم آپ پر کیا گزرتی اور کیا لیا لقا ب مسلمانوں کو دیتے۔

ناظرین! یہی وہ مہر ہے جس کا ذکر خدا نے اپنے کلام میں کیا ہے۔ اس کا اثر یہی

ہوتا ہے کہ آدمی سیدھی بات بھی ٹیڑھی سمجھتا ہے۔ اگر زیادہ تشریح اس کی چاہو تو گزشتہ نمبر ۳۳۷ء ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ ہے کہ دنیا کے سب کاموں کی کنجی اسی واحد نراکار سرب علیقی مان قادر مطلق لا الہ الا ہُو کے ہاتھ میں ہے۔ بیچک وہی رزق دیتا ہے وہی بند کر لیتا ہے۔ سو امی بی! اگر زندہ ہوتے ۱۸۹۷ء میں قحط سے بھارت ورش (ہندوستان) کی بوگت ہوئی ہے۔ ہم اُن کو دکھاتے اور پوچھتے۔

قُلْ مَنْ يَدِّعُ عِلْكَوٰتُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ يُحْيِيْهِ وَلَا يُحَاۓزُ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ ”سب چیزوں کا اختیار کسی کے ہاتھ میں ہے اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس سے بھاگے کو پناہ نہیں ملتی۔ اگر تم کو علم ہے تو جواب دو۔“ (قرآن)

اگر سو امی بی بھی عرب کے مشرکوں کی طرح
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ

ترجمہ ”اللہ ہی کا اختیار ہے۔“
کہتے تو ہم بھی اُن کی خدمت میں عرض کرتے۔

فَاَنۡتٰی تُسَحَرُوْنَ

ترجمہ ”پھر کہاں کو ہنسے جاتے ہو۔“ (کہ اس کی طرف نسبت کرنے کو برا جانتے ہو) عربی الفاظ قرآن شریف کی عبارت ہے اور نیچے ترجمہ ہے۔

اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو وید پر مان سنے! پریشہندوں کو تعلیم کرتا ہے۔

اے بھگوان تو قائم بالذات مخلوقات کا من مانا سکھ اور اقدار عطا کرنے والا ہے۔

ہمیں بھی ایسا رہنمائی کر۔ (اتھروید کا نڈ ۹، انوداک ۱۰، تورگ ۶۸، سنہ ۱۱)

ناظرین! سو امی بی کے اس سوال سے آپ متعجب نہ ہوں۔ اُن کو ایسی ہی

سوچا کرتی ہے، اعتبار نہ ہو تو نمبر ۵۳ ملاحظہ کریں۔

گلابوں کی بخشش کا مضمون نمبر ۴۴ میں دیکھو۔ تناخ کار دای کتاب میں کنی ایک

جگہ پاؤ گے۔ ملاوہ اس کے مباحث الہامی کتاب اور بحث تناخ دیکھو۔

(۱۱۸) **ترجمہ :** "تمہیں تو مکر آدمی مانند ہمارے ایسے لے آچکے انسانی
اگر ہے تو بچوں سے کہنا یہ اوٹنی ہے وہ اچھے اُس کے
پانی پینا ہے ایک بار" (سورہ شعراء آیت ۱۵۰-۱۵۱)

(۱۱۸) **محقق :** بھلا اس بات کو کوئی مان سکتا ہے کہ پتھر سے اوٹنی نکلے
وہ لوگ وحشی تھے جنہوں نے اس بات کو مان لیا اور
اوٹنی کا نشان دینا صرف وحشی ہیں کا کام ہے نہ کہ خدا کا۔ اگر یہ کتاب کلام الہی ہوتی تو
ایسی لغو باتیں اس میں نہ ہوتیں۔

(۱۱۸) **مدقق :**

اللہ رے ایسے حسن چہ یہ بے نیازی!
وہ رے مہذب سوامی جی کو وحشی پنہ سے بڑی وحشت ہے۔ اس ہم قیمت
است

سوامی جی! آپ تو اسی کتاب کے صفحہ ۶۶۹ میں ۱۳ میں لکھ آئے ہیں۔
"مسلمانوں کے مذہب کی بابت جو لکھا ہے وہ صرف قرآن کی رو سے لکھا گیا ہے۔ کسی
اور کتاب کے مطابق نہیں۔"
یہاں کس الفاظ سے "اوٹنی کا پتھر سے اٹکنا" سمجھے ہیں؟
سماجیو! بتلاؤ تو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام پاؤ۔
ایسے وحشی پنہ کا مہذب۔ بجز اس کے کچھ اور بھی ہے؟
"ہم مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو ذرا کی کر لیتے ہیں۔"
ستیا رتھ صفحہ ۷

(۱۱۹) **ترجمہ :** "اے مومنی بات یہ ہے کہ تحقیق میں ہوں اللہ غالب
اور ذال دے عصا اپنا پس جس وقت کہ دیکھا اُس کو
بتا جاتا ہے گویا کہ وہ سنا ہے۔ اے مومنی مت ڈر تحقیق نہیں ڈرتے نزدیک میرے
غیر۔ اللہ نہیں کوئی مہبود مگر وہ پروردگار عرش بڑے کا۔ یہ کہ مٹ سرگشی کرو اور
میرے۔ اور چلے آؤ میرے پاس مسلمان ہو کر۔" (سورہ نمل: آیت ۱۰۹-۱۱۰)

(۳۲)

محقق

اور دیکھتے اپنے ہی من سے آپ اللہ باری و رحمت باری
ہے۔ اپنے من سے اپنی تعریف کرنا جب شریف آدمی کا
کام نہیں ہو سکتا۔ تو خدا کا کیونکر ہو سکتا ہے۔ شعبہ ہدایت کی بھلکھلا کر جنگلی آدمیوں
کو قابو کر کے آپ جنگیوں کا خدا بن بیٹھا ہے۔ ایسی بات خدا کی کتاب میں ہرگز نہیں
ہو سکتی۔ اگر وہ عرش معلیٰ یعنی ساتویں آسمان کا مالک ہے تو وہ محمد و آلکان ہونے سے
خدا نہیں ہو سکتا۔ اگر سرگشی کرنا برا ہے تو خدا اور محمد صاحب نے اپنی حمد و مدح سے
کتاب کیوں بھر دی؟ محمد صاحب نے بت سے انسانوں کا خون کیا۔ کیا اس سے سرگشی
ہوئی یا نہیں؟ یہ قرآن باہم نقیض باتوں سے بھرا ہوا ہے۔

مدقق

بلا سے کوئی ادا آگئی بد نما ہو جاو
کسی طرح سے تو مٹ جائے حوصلہ دل کا
کیسا نور رکھ ہے وہ شخص ہوا اپنا گھر ٹیشوں کا بنا کر دو مردوں پر پتھر برسائے۔
ساجیو! پریش بندوں کو سکھاتا ہے۔

"میں اس محافطہ کائنات صاحب چاہو طول نہایت زور آور فائن کل تمام لائنات کے
راجا قادر مطلق اور رب کو قوت عطا کرنے والے پر میثور کو جس کے آگے تمام
ذات دست بناو رہا اطاعت تم کرتے ہیں اور ہوا صاف سے تھو قات کی طاقت
کرنے والا اور قادر مطلق پر میثور ہے۔ ہر جگہ میں حق پانے کے لئے مدد کرنا ہوں
اور بنا دیتا ہوں۔" (ایک رویداد جیسا کہ ۲۰ صفحہ ۱۵)

ساجیو! دیکھا؟ اپنے ہی من سے آپ پر میثور زبردست راجہ بنتا ہے۔ اپنے من
سے اپنی تعریف کرنا جب شریف آدمی کا کام نہیں تو پریشم راجہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ کون جی
کون و ہرم ہے؟ سوالی جی کو خبر نہیں کہ خداوند تعالیٰ باب بندوں کی ہدایت کیلئے
کتاب بھیجتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنی صفات کا ذکر بھی کرے تاکہ بندوں کو اس کی صفات
معلوم ہو سکیں۔ پس آسمانی کتابوں میں جہاں جہاں صفات خداوندی کا ذکر آتا ہے اس سے

یہی مراد ہوتی ہے کہ بندے ان صفات کے معتقد ہوں نہ یہ کہ خدا کوئی شئی بھارتا ہے
جیسے ہمارے سوامی، بی مارا، کجے ہیں۔

شعبہ کے کاغذ اب نمبر ۱۴۲۲ میں اور عرش کاغذ اب نمبر ۷ میں ملاحظہ ہو۔
تو نرینی کیلئے نمبر ۲ دیکھو۔

(۱۲۰) **ترجمہ :** ”اور دیکھے گا تو پہاڑوں کو ٹکمان کرتا ہے تو ان کو بٹے
ہوئے اور وہ چلتے جاتے ہیں مانند گزرنے والے

بادلوں کے سارنگری اللہ کی جس نے مقام کیا ہر چیز کو تحقیق وہ خبردار ہے ساتھ اس چیز
کے کہ کرتے ہو۔“ (سورہ نمل: آیت ۱۸۸)

(۱۲۰) **محقق :** بادلوں کی مانند پہاڑوں کا چلنا مصنف قرآن کے ملک
میں ہوتا ہو گا اور جگہ نہیں اور خدا کی خبر داری تو

باقی شیطان کو نہ پکڑنے اور سزا دینے سے ہی ظاہر ہوتی ہے جس نے ایک باقی کو اب
نکد نہ پکڑا اور نہ سزا دی۔ اس سے زیادہ بے خبری کیا ہو گی۔

(۱۲۰) **مدقق :**

اللہ رے ایسے صن پے یہ نیلایاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

سوامی جی! اگر موجودہ علم طبعی سے واقف ہو کر زمین کی حرکت کو مانے ہوتے
تو اس آیت کو طبیعت سمجھ کر مسلمانوں کو اس کے منوانے پر زور دیتے مگر یہ قسمت
کمال ہیچ ہے۔

یہ تو قسمت میں کہاں تھا کہ کروں کمال
یہ عالی میں بھی اقصاں میں کمال نہ ہوا

سناؤ! اس آیت کا مطلب صاف ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے اٹھانے کے وقت
پہاڑوں حرکت کرتے ہوئے پھریں گے جیسے ہال بلک من سے بھی تیز اور انسان بنو اسی
زمین پر ہونگے اور ہر قسم حرکت زمین کے ایسا نہ آجکل اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے

ہیں اس وقت بھی پیازوں کو اپنی جگہ سے ہونے سمجھیں گے یہاں تک کہ کل دنیا کی چیزیں سرسبز حرکت سے ملبہ ہو جائیں گی۔ ان معنی کی دلیل قرآن سے سنی چاہو تو سنو!

يَسْتَلْزِمُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا
مُفَصَّلًا لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا اَمْتًا

ترجمہ ”تو ہے اے محمد! عترتِ قیامت پیازوں کی بابت پوچھتے ہیں کہ خدا ان کو ایسا کر دے گا کہ زمین پر اونچ نیچ نہ رہے۔“

سوامی جی کا مقولہ ترجمہ ایک تو اس قدر بڑا ہے لفظی نہ نے کے مطلب نیچ بھی نہیں دوم سوامی جی نے اس کو سمجھا بھی نہیں۔

سنو! ہم تم کو ایک واضح ترجمہ سناتے ہیں۔
”تو سمجھتا ہے پیازوں کو جانتا ہے وہ ہم رہے ہیں اور وہ عکس کے جیسے
ہوئی۔“ (ازہد شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی)

مگر آگے چلے اور عمل مناسب نہ دیکھ کر معنی کرنے والے جاہلوں کو علم
کمال (جولہ ۱۵۲۵)

شیطانِ باقوں کا جواب نمبر ۱۱ اور ۲۲ میں ملاحظہ ہو۔

”پس مکالمہ اس کو موسیٰ نے پس تمام کی زندگی اس
کی کہا اسے رب میرے تحقیق میں نے قلم کیا جان اپنی

کو پس بخش مجھ کو پس بخش دیا اس کو تحقیق وہ بخشے والا مہربان ہے اور پے در و کار تیرا
پیدا کرتا ہے جو کچھ کہ چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔“ (سورہ قصص: آیت ۱۴، ۱۵)

مسلمانوں اور عیسائیوں کے پیغمبر اور خدا کی رحم دلی کا
حال دیکھتے موسیٰ پیغمبر ایک انسان کا خون کرے اور

(۱۲۱) محقق:
خدا اسحاق کرے کیا یہ دونوں ظالم ہیں یا نہیں؟ کیا خدا اپنی مرضی ہی سے جیسا چاہتا ہے
ویسا پیدا کرتا ہے؟ کیا اس نے اپنی مرضی ہی سے ایک کو بادشاہ اور دوسرے کو غریب
ایک کو عالم اور دوسرے کو جاہل پیدا کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو نہ قرآن سچا اور نہ ظالم
ہونے کے باعث یہ خدا سچا خدا ہو سکتا ہے۔

(۱۲۱) **مدقق :** آگے چلے کو نہ دیکھنے والو ذرا غور سے سنو! اصل قصہ

یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہونے سے پہلے جب مصر میں فرعون کی ماتحتی میں تھے۔ ایک روز دو پیر کے وقت شہر میں آنے تو دیکھا کہ دو آدمی (ایک فرعون کی قوم کا اور ایک حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کا) آپس میں لڑ رہے ہیں۔ فرعونی چونکہ اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی اور اپنی مدد کو بلایا۔ حضرت موسیٰ نے فرعونی کا صریح ظلم و ٹیجہ کر ایک منکر سید کیا تو اتفاقاً اسی مکہ سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ حضرت موسیٰ کا اس کو جان سے مارنے کا قصد نہ تھا بلکہ معمولی و حوال و چپا جس کا وہ ہر طرح سے مستوجب تھا۔ مگر قضا سے اس کا اسی مکہ سے کام تمام ہو گیا۔ اسی پر حضرت موسیٰ کو سخت رنج ہوا تو خدا نے ان کو معاف کر دیا گو حضرت موسیٰ کا یہ کوئی گناہ نہ تھا۔ کیونکہ ماردینے کا نہ تو قصد تھا اور نہ ہی کسی منکر ہتھیار سے مارا تھا۔ تاہم انہوں نے اپنی علوشان کے مناسب اسے بھی گناہ سمجھا۔ جس کی نسبت معافی کی اطلاع خدا نے ان کو دی۔ کہتے ان پر کیا سوال ہے؟ یوں صاف کیوں نہیں کہتے کہ تو یہ سے ہمیں رنج ہے جو ہم بھی نمبر ۲۲ کا سوال آپ کو سنائیں :

سماجیو! اگر اپنے سوامی کے قول کی تائید میں ہو کر بیٹھ کا مکھ بھی دکھ ہو جاتا ہے نمبر ۱۰۳۔ تو کوئی اور تاکہ خدا اسے ٹانگہ لو۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔

بلکہ خدا اپنی مشیت سے امشیت اور رضا کا فرق نمبر ۴۰ میں ملاحظہ ہوا جسے چاہے امیر کرے اور جس کو چاہے غریب کرے۔ ظلم تو تب ہو کہ کسی کا اس پر حق ہو اور نہ دے۔ جب کوئی حق نہیں تو پھر جس حالت میں اپنی حکمت کے تقاضا سے رکھے۔ اسی میں اس کا عدل اور دینی اس کا رحم ہے۔ سوامی بنی چونکہ بیٹھ بھیر جنم اتناخ کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ جس کو ہم بوجہ اس کے کہ اسی کتاب میں کئی ایک جگہ آپ کی مفصل بحث مل سکتی ہے مانتے رہتے ہیں۔ مگر یہاں پر تو ہماری بھی رال تپتی باقی ہے کہ ہم بھی سوامی بنی اور ان کے پیلوں سے اس کے متعلق ایک سوال پوچھیں۔

سماجیو! نمبر ۱۶ میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ دنیا کو خدا نے ایک خاص وقت سے پیدا کیا ہے جس سے پہلے نہ تھی۔ مفصل بحث نمبر ۱۶ میں دیکھو تو بتاؤ ابتداء میں خدا نے

سب لوگوں کو امیر اور حاکم ہی بنایا تھا۔ پس اور سب کو آدمی بنایا تھا۔ پس کونسا ان میں سے
اور اگر تمہارے اصول کی زیادہ پابندی کرنا تو یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ سب کو مرد بنایا تھا
تو رتیں بھی؟ اکیونیکہ عورت مرد کی تفریق بھی افعال کا نتیجہ ہے اور اسوقت کہ جواب دینا
جلدی نہ کرنا۔

(۱۲۲) **ترجمہ** : ”اور حکم کیا ہم نے انسان کو ساتھ ماں باپ کے بھائی
کرنا اور جھڑا کرنا تھوڑے دنوں میں شریک لائے تو

ساتھ میرے اس جتنے کو کہ نہیں واسطے تیرے ساتھ اس کے علم۔ پس مت کہنا ان
دونوں کا طرف میری ہے اور اہستہ تحقیق بھیجا ہم نے قوح کو طرف قوم اس کی کے
پس رہا پنج اس کے ہزار برس مگر پچاس برس کم۔“ (سورہ العنکبوت: آیت ۱۳)

(۱۲۲) **محقق** : ماں باپ کی خدمت کرنا تو اچھا ہے۔ اگر خدا کے ساتھ
شریک کرنے کیلئے وہ کس تو ان کا کمانہ ماننا یہ بھی ٹھیک

ہے۔ لیکن اگر ماں باپ و روح کو فی وغیرہ کرنے کا حکم دیں تو کیا مان لینا چاہئے؟ اس لئے
یہ بات نصف اچھی اور نصف بری ہے۔ اگر قوح وغیرہ و تغیروں کو خدا ہی دنیا میں بھیجا
ہے تو اور روحوں کو کون بھیجتا ہے۔ اگر سب کو وہی بھیجتا ہے تو سب ہی تغیر کیوں نہیں؟
اور اگر پہلے آدمیوں کی عمر ہزار برس کی ہوتی تھی تو اب یوں نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ
بات صحیح نہیں۔

(۱۲۲) **مدقق** : ”سوائی نبی کا یہ مان سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ
روح کو فی میں ماں باپ کا حکم نہیں ماننا چاہئے۔“

پس سوائی نبی سنئے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ شرک بھی اس لئے منع کیا ہے کہ
جسوت ہے اسی سے ایک باریک اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ لا طاعۃ لمخلوق
فی معصیۃ الخالق۔ ایک حدیث مضمون ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی مخلوق نے منع کیا ہو
اس میں مخلوق کی اطاعت نہ کرنا۔ پس اگر قرآن شریعت سے مٹ جائے تو سب

① سید ابو قریب رحمانی نے اپنی کتاب ”الاسلام والاسلامیہ“ میں لکھا ہے کہ قرآن شریعت کا منبع ہے۔
پس اگر قرآن مٹ جائے تو شریعت بھی مٹ جائے گی۔ اس لئے قرآن کو مٹانے
والے لوگ مٹتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
أَوْ إِخْوَانَهُمْ

ترجمہ "کوئی قوم ایماندار خدا کے حکموں سے مخالفت کرنے والوں

کے ساتھ محبت نہیں کیا کرتی گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا بھتیجے ہیں۔

بھیننے کے معنی آپ نے غلط سمجھے ہیں۔ یہاں بھیننے کے معنی الٹام کرنے کے ہیں۔
سب تک بغیروں کے ساتھ اور دونوں کو خدا سے نہیں بھیجا یعنی الٹام نہیں کیا۔

عمر کی بات تو اب بھی کوئی قاعدہ مقرر نہیں۔ جب تک آپ کوئی حد مقرر نہ
کریں ہم بواب نہیں دیر کے باں پر پیشور کی آگیا بھی سنے جو بندوں کو ہدایت کرتا ہے۔

اسے جلد پیشور آپ کی عنایت سے ہماری آنکھوں اور ہون کی غلطی یعنی سوسہ کی
مہر ہو جس پر آپ اس کی بیانیہ اور بد وقت نے یہ اجازت لیا ہے اس منہ سے ایک اور
آپ کی اصل حاصل ہو گا۔ یعنی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر یہ ہم جتنے دیکھو
موجود اصول کی پابندی کی جائے تو انسان کی عمر سوسہ سے غلطی تک یہ حد ملتی
ہے۔" (المعجم ص ۱۵۶)

پس حضرت نوح علیہ السلام نے اس آپ کی غلطی کو غلطی کر کے ہزار سال عمر والی بو تو
آپ کا اس پر سوال کیا ہے۔ یہ ہم جہ یہ ظاہر ہے کہ ان کو آخر معلوم ہو گا۔ بلکہ وید کے بتائے
دوسرے طریق سے اچھا۔ پندت جی کے جیسو! نکلا! شیشوں کا۔ کان بنا کر پتھر پر سائے والے
ہوتے ہیں!

(۱۲۳) ترجمہ: "اللہ جی بار کرتا ہے پیدا کس پھر دوبارہ کریں اس کو

پھر اس کی طرف پھیر سے چاہے اور جس وقت نہ

ہو کی قیامت نہ امید ہو تھے کہ کار پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے انہیں پس وہ

نئی بات سے بناؤ کرو اسے چاہیں گے اور اگر بھیج دیں ہم ایک پاؤ۔ پس دیکھیں اس کی کہ حقیقی

نہاں ہوئی اس طرح ہر دیکھتا ہے اللہ اوپر دونوں ان کے کے ایک نہیں

ہے۔" (سورہ روم آیت ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵)

(۱۲۲) محقق

اگر اللہ دوبارہ پیدائش کرتا ہے اور تیسری بار زمین
 کرنا تو پیدائش کے پہلے اور دوسری بار پیدائش کے
 بعد بیکار بیٹھا ہو گا اور ایک دوبارہ پیدائش کرنے کے بعد اس کی قدرت یعنی طاقت
 علمی اور زائل ہو جاتی ہو گی اور اگر روزِ عدل گنہگار لوگ ناامید ہو گئے تو اچھی بات
 ہے۔ مگر اس کا مطلب نہیں یہ تو نہیں ہے کہ مسلمانوں کے سوا سب گنہگار سمجھ کر ناامید
 کئے جائیں گے؟ کیونکہ قرآن میں کئی مقاموں پر گنہگاروں سے عرا وغیرہ سب والوں
 سے لی گئی ہے۔ اگر باغ میں رکھنا اور سنگار کرنا بھی مسلمانوں کی بہشت ہے تو اس دنیا کی
 مانند ہی ہے اور کیا وہاں یاغبان اور زرگر بھی ہونگے یا خدا ہی یاغبان اور زرگر وغیرہ
 کا کام کرتا ہے۔ اگر کسی کو کم زور ملتا ہو گا تو چوری بھی ہوتی ہو گی۔ اور وہ بہشت میں
 سے نکال کر چوری کرتے والوں کو دوزخ میں بھی ڈال دیا ہو گا۔ اگر ایسا ہو گا تو یہ بات کہ
 بیش بہشت میں رہیں گے جھوٹ ہو جائے گی اگر کسانوں کی کھیتی پر بھی خدا کی نظر ہے تو
 علمِ ذراعت بھی کھیتی کرنے کے تجربہ بغیر کیسے آیا اور اگر فرض کیا جائے کہ خدا نے اپنے
 علم سے سب باتیں جان لی ہیں تو ایسا زور دکھانے سے وہ اپنا غرور ظاہر کرتا ہے۔ اگر اللہ
 نے دونوں کے دلوں پر مہر لگا کر گناہ کرایا ہے۔ تو اس گناہ کا جواب دہوتی ہو گا۔ روح
 نہیں ہوتی جس طرح کہ قلع و قلم کا ذمہ دار ہے سالار ہوتا ہے۔ ویسا ہی سب گناہ
 خدا کو حاصل ہو گئے۔

(۱۲۳) مدقق

اس بھولے پن پر قربان! حج ہے لو لا الحفقاء
 لبطلت الدنيا ① اس نمبر کی کئی باتوں کا جواب
 سابقہ نمبروں میں آچکا ہے۔ سو امی بی کو تو پانی بلونے کی عادت ہے خدا کی بیکاری یا
 باکاری کی بحث نمبر ۱۶ میں دیکھو۔ بیشک مجرم وہی ہیں جو خدا کے ساتھ شریک کریں اور جو
 اس کے حکموں کی جو اس نے اپنے بچے نبیوں کے ذریعے بندوں کیلئے بھیجے ہیں کھلے سب
 کریں۔ اس کا ذکر بھی کئی دفعہ آچکا ہے۔

سوامی جی! کہیں دیکھوں کاسٹر ملڈ تو نہیں؟ ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۳۴ دیکھ کر جواب دیں۔ بہشت کا جواب نمبر ۱۳۶ اور ۶۱ وغیرہ میں آچکا ہے۔ سب کچھ خدا کی مہربانی سے ہو گا۔ مگر یہ بھی سن رکھئے۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ "کافروں پر بہشت کی نعمتیں حرام ہیں۔"

نہ کوئی کسی کا زیور چھائے گا نہ کسی کو برا بھلا کہے گا۔ بلکہ سب کے سب پریم اور محبت سے رہیں گے سنا!

أَخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ

ترجمہ "بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے۔"

سوامی جی! پر میٹھور نے سرٹھی (دنیا) کے پرمانوں (اجزاء) کو جمع کر کے موجودہ صورت میں اتچن (پیدا کیا) اتنا بڑا کام بے تجربہ کیسے کیا ہو گا؟ آپ کے اس سوال کا جواب قرآن نے ان لفظوں میں دیا ہے۔

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ

ترجمہ "کافر خدا کی شان کے مناسب اس کی قدر نہیں کرتے۔"

ہائے ایسی سمجھ پر چڑھ جاتا بھی نہیں جانتا

ہمیشہ کے ہاتھ نہیں۔ لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو ہلاکا اور قابو رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں۔ لیکن چھپا ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحبِ مہرمت ہے۔ آنکھ نہیں۔ لیکن سب کو ایک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں۔ پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے۔ ستیا رتھ صفحہ ۲۴۴ باب ۷ نمبر ۱۳۶

مرنگانے کا جواب نمبر ۶۷ و نمبر ۱۵ میں آچکا ہے۔

ترجمہ: "یہ آیتیں ہیں کتابِ حکمتِ وائی کی۔ پیدا کیا آسمانوں

کو بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو تم ان کو اور ڈالے سچ زمین کے پہاڑ ایمان ہو کہ مل جائے کیا نہ دیکھاتو نے یہ کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو سچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو سچ رات کے۔ کیا نہ دیکھاتو نے یہ کہ کشیاں چلتی ہیں

بچہ دریا کے ساتھ نعمتوں اللہ کے تاکہ دکھائے تم کو لکھائیوں اپنی سے۔ " (سورہ لقمان آیت ۴۸، ۴۹، ۵۰)

(۱۲۳) **محقق** : واہ صاحب واہ! حکمت والی کتاب خوب ہے کہ جس میں بالکل علم سے خلاف اکاش کی پیدائش اور اس میں ستون لگانے اور زمین کو قائم رکھنے کے واسطے چار رکھنے کا ذکر ہے۔ تھوڑے علم والا بھی ایسی تحریر ہرگز نہیں کر سکتا اور نہ ایسی باتیں مان سکتا ہے اور حکمت کی بات دیکھئے کہ جہاں دن ہے وہاں رات نہیں جہاں رات ہے وہاں دن نہیں اور اسکو ایک دوسرے میں داخل کرنا کھٹا ہے۔ یہ تو سخت بے علمت کی بات ہے اس لئے یہ قرآن علم کی کتاب نہیں ہو سکتی کیا یہ خلاف از علم بات نہیں ہے۔ کشتی کو آبی غلوں اور اوزاروں سے چلاتے ہیں یا خدا کی مہربانی سے۔ اگر کو ہے یا پھر کشتی بنا کر سمندر میں چلائی جائے تو خدا کا نشان ڈوب تو نہ جائے گا۔ یہ کتاب نہ کسی عالم اور نہ خدا کی مہربانی ہو سکتی ہے۔

(۱۲۴) **مدقق** : ماراج! دہن ماراج ایسا ہے۔

"ہندو دھرم کی عقل زدگی ہو جاتی ہے۔" (ادبیات اسلامیہ پر فائن صفحہ ۱)
آسمان کی پیدائش وغیرہ کا ذکر نمبر ۸۸ اور ۱۴۹ میں اور زمین کی حرکت کا ذکر نمبر ۱۱۰ میں ہے۔

ناظرین! سو امی بی کی دینا مذاہنی کو دیکھئے ایسی چالاکی کہ قرآن میں تو "بغیر ستونوں" کے ہو چنا تچہ ہم نے سو امی بی کے منقول ترجمہ پر غلط دیدیا ہے اور سو امی بی اس پر جھوٹا ستون لگاتے ہیں۔ پھر اس پرستے پر سا دھو اور یو کی؟ اور غیبی اور سو امی بی مہاراج اور کیا نہیں کیا۔ سچ ہے۔
کھلا کہوں ستم سبیا میں بھی آپ نے ہم پر خدا کا خواستہ کر خشکیں ہوتے تو کیا کرتے

دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کر کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دن کی روشنی نہیں رہتی اور رات آجاتی ہے۔ اسی طرح رات کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو دن کی روشنی ہو پاتی ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ کبھی دن چھوٹا اور کبھی رات پھولتی۔

بال کشتی کا موقعاں خوب لیا۔ سماجیو! پر میٹرو رکاوٹ مان ستو!

”جس ملک میں علم اور حرم کی ترقی ہو۔ اشدت ہو تو ہے وہ میرا ہے میٹرو کا مقام ناف ایچ را وطن اپنے۔ میں اس رانی میں فوج کے گھوڑوں اور ریلوں کی قوت ملاحظہ کرنا ہوں۔“ (انگریز اور جیسا کے ۲۰ ستمبر ۱۹۰۰ء)

بتلاؤ! اس وقت تمام دنیا میں ویدک ملت اور دھرم کا سوال کیا ہے۔ ایسا کہ بقول سوامی تی ویدوں کی توحید کویت پرستوں نے ملینا میلہ کر دیا اور گرہ رہے ہیں۔ اب تو پر میٹرو رہے گھر اکیس لاکھیں مارا مارا پھرتا ہو گا۔ کیاں نہ ہو (چیمبرز)

داہلی واہ! گھوڑے، بیلوں کے مالک پھارے تو اشد پانی اور گھاس قیمت سے لیکر نکلتے ہیں۔ جن سے وہ قوت پائیں اور پھر میٹرو کیس میں قوت دیتا ہوں! ایسا کسی ویران عالم کی بات ہے (۱۲ دہلی چیمبرز)

سماجیو! انصاف سے کہہ۔ ایسا سوال کرنا کسی آتشک (خدا کے قائل) کا کام ہے یا آتشک (ہرے) کا؟ سچ کہتے ہو بے کسی کی رعایت نہ کرنا۔ ورنہ تمہارا چوتھا اصول منسوخ ہو جاتے گا۔

(۱۲۵) **ترجمہ:** ”تذکرہ کتاب کام کی آسمان سے طرف زمین کے پھر

چڑھ جاتا ہے۔ طرف اس کے سچ ایک دن کے کہ تقبی
مقدار اس کی ہزاروں اس ان برسوں سے کہ گنتے ہو تم یہ جاننے والا غالب کا اور ماضی کا
غالب مہربان۔ پھر تمہارے کیا اس کو اور پھول کا سچ اس کے روح اپنی سے کہ قبض کر لیا
تم کو فرشتہ موت کا وہ جو مقرر کیا گیا ہے۔ ساتھ تمہارے اور اگر عجیب ہے ہم۔ البتہ دیتے
ہم ہر ایک روح کو ہدایت اس کی۔ لیکن ثابت ہوئی بات میری طرف سے یہ کہ البتہ
بھروں گا میں دو آتش کو جنوں اور آدمیوں سے اٹھنے۔“ (۱۲۵ سچہ: آتش ۱۲۵ء)

(۱۲۵) **محقق :** اب تو ٹھیک ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کا خدا مثل انسان کے محدود امکان ہے۔ کیونکہ اگر محیط کل ہوتا

تو ایک جگہ سے انتظام کرنا اور اترنا چڑھنا۔ یہ باتیں نہ ہوتیں۔ اگر خدا فرشتے کو بھیجتا ہے تو خود بھی محدود امکان ہوا۔ کیا آپ آسمان پر لٹکا بیٹھا ہے اور فرشتوں کو دھڑاتا رہتا ہے۔ اگر فرشتے رشتے لیکر کوئی معاملہ بگاڑ دیں یا کسی مردہ کو پھوڑا یا کیں تو خدا کو کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ معلوم تو اس کو ہو جو ہر ران اور محیط کل ہو۔ سو وہ تو ہے ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو فرشتے کے بھیجے اور کئی لوگوں کے مختلف طور پر آزمائش لینے کا کیا کام تھا۔ پھر ایک ہزار برس کا عرصہ لگنا اور آنے جانے کا انتظام کرنا۔ یہ باتیں بتاتی ہیں کہ وہ قادر مطلق نہیں ہے۔ اگر موت کا فرشتہ ہے تو اس کا مارنے والا کوئی نساہلا کو ہے؟ اگر وہ ہمیشہ سے ہے تو حیات ابدی میں خدا کے برابر شریک ہو گیا۔ ایک فرشتہ ایک ہی وقت میں دو درخ بھرنے کے لئے روحوں کو ہدایت نہیں کر سکتا اور اگر ان کو بلا گناہ کئے اپنی مرضی سے دو درخ بھر کے ان کو تکلیف دے کر قتل کر دیتا ہے تو خدا کا شمار ادا رہے رحم ہو گا۔ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں نہ وہ عالم اور نہ خدا کی بنائی ہو سکتی ہے اور جو رحم اور انصاف نہیں رکھتا وہ ہر گز خدا ہو نہیں سکتا۔

(۱۲۵) **مدقق :** تدبیر خداوندی کے معنی نمبر ۸۸ میں گزر چکے ہیں۔ کسی چیز کا خدا کی طرف چڑھنا اس کے قبول ہونے سے افراد

ہے ستو!

إِلَّهِ يَضَعُ الذِّكْرَ الطَّيِّبُ

”خدا کی طرف نیک باتیں چڑھتی ہیں۔“ (یعنی وہ قبول کرتا)

ہے

فرشتوں کو آپ نہیں بانٹتے دیکھ سکتے ہیں۔ جس دن دیکھ لئے پھر آپ کی خبر

ہیں۔

يَوْمَ يَرْوِي الْغَلِيظَ لَا يُشْرِي يَوْمَئِذٍ لِلْمُغْمَرِينَ

”مگر لوگ جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے۔ اس دن ان کی

خبر نہ ہوگی۔ (یعنی عذاب میں پھنسیں گے)۔“

وہ اہل نفس نہیں کہ کسی سے رشوت لیں۔ آپ خاطر جمع رکھیں۔ ان کی تعریف یہ ہے۔

لَا يَغْضِبُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ

ترجمہ: "فرشتے خدا کی بے فرمانی کسی طرح نہیں کرتے۔"

اگر قرسار رشوت لیکر کسی مجرم پر بے وجہ رحم کر بھی جائیں تو خدا اے عالم الغیب سے دونوں (وہ مجرم اور فرشتہ) نہیں بخش سکتے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ خدا کو کیا معلوم ہو سکتا ہے معلوم تو اُسے ہو جو ہمہ دان ہو۔

ناظرین! سوامی جی کا "سادھو چٹا" دیکھئے کہ "وردی گویم یہ روئے تو" سے بھی نہیں ڈرتے۔ ہم نے انہیں کے منقول ترجمہ پر خط کھینچ کر دکھا دیا ہے کہ خدا کو سب کچھ معلوم ہے اور مقامات تو جانتے دو۔ ذرا نظر اٹھا کر اسی نمبر کا منقول ترجمہ زیر خط ملاحظہ کریں جس طرح خدا نے ظاہری سامان یا ریش روئیدگی وغیرہ کے اسباب بتا رکھے ہیں۔ اسی طرح باطنی امور بندوں کی ہدایت وغیرہ کے متعلق بھی ذرائع مقرر کر رکھے ہیں سوامی جی! تعصب اور غد میں آئے ہوئے نظام عالم پر بھی غور نہیں کرتے ہزار سال کے دن کے ملحق سوامی جی زندہ ہوتے تو ان سے کڑا ہر شاد لئے بغیر ہم نہ بتلاتے۔ مگر کیا کریں سوامی دوستوں کی خاطر ہے۔ سنو!

ہزار سال اور پچاس ہزار سال سے کوئی خاص دن یا زمانہ مراد نہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن کی تو کوئی انتہائی نہیں۔ ابد کا لفظ قرآن میں موجود ہے۔ نہ ان جگہوں میں جہاں پر یہ لفظ وارد ہیں قیامت کا کوئی ذکر ہے۔ بلکہ ان مقامات میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ خداوند تعالیٰ عالم دنیا میں جو تدابیر اور احکام نافذ کرتا ہے ان کی تعمیل اور تکمیل ایک دن میں اتنی ہوتی ہے جتنی کسی تہہ دوست سے زیر دست بادشاہ کے حکموں اور تدبیروں کی ہزار سال میں۔ ہزار سال بھی تمثیلاً ہے۔ اسی لئے دوسرے مقام میں پچاس ہزار سال فرمائے ہیں (دیکھو نمبر ۱۳۶) قرآن کی دوسری آیت خود ان معنی کی شہادت دیتی ہے سنو!

اِنَّ يَوْماً عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفَ سَنَةٍ مِّنْ قَبْلُ تَعْدُوْنَ

ترجمہ ”تمہارے پروردگار کا ایک دن تمہارے حساب سے ہزار سال کے برابر ہے۔“

یعنی اس کے ایک دن کے کام اتنے ہیں کہ تم سب مخلوق مل کر ہزار سال جملہ پچاس ہزار سال تک بھی کرنا چاہو تو نہ ہو سکیں۔ پس اس آیت کے معنی اور آیت کن کے معنی ایک ہی ہیں۔ (دیکھو نمبر ۱۴)

مگر آگے پیچھے محل وقوع مناسب نہ دیکھنے والے جاہلوں کو علم کہاں؟ (بھومکا صفحہ ۱۵۲)

اعتبار نہ ہو تو منوبی کا پرمان سنو!

”دتیا کے موبو دیا قدیم رہنے کا نام خدا کا دن سے وپرے (فتا کی اصطلاح خدا کی رات ہے۔“ (بھومکا صفحہ ۱۴)

پس خدا کی دنوں کو بھی اسی طرح قیاس کر لو۔

سوامی جی! مادہ اور روح تو قدیم ہو کر خدا کے شریک نہ ہوں اور فرشتہ خدا کی مخلوق ہو کر گوشت و راڈ تک زندہ رہیں۔ وہ کیونکر خدا کا شریک ہو جائے؟
(کو جی کون و ہرم ہے؟)

خدا کسی کو بلا جرم و ورث میں نہیں ڈالے گا۔ سنو! إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا

ترجمہ ”خدا نے تعالیٰ ایک ذرہ بھر بھی لوگوں پر ظلم نہیں کیا۔“

(۱۲۶) ترجمہ : ”کہہ ہرگز نہ فائدہ دے گا تم کو بھانکنا۔ اگر بھاگو گے تم موت سے یا قتل سے۔ اے بیبیو نبی کی جو کوئی آئے تم

میں سے ساتھ بے حیائی ظاہر کے۔“ (سورہ احزاب: آیت ۱۶-۳۰)

(۱۲۶) محقق : یہ محمد صاحب نے اس واسطے لکھا یا کہا ہو گا کہ جنگ میں کوئی نہ بھاگے اپنی فتح ہو اور مرنے سے بھی نہ ڈریں۔

میش و عشرت کے سامان بوجھیں مذہب کی اشاعت ہو۔ اور اگر بی بی بے حیائی سے نہ آئے تو کیا بغیر صاحب بے حیا ہو کر انہیں بیبیوں پر عذاب ہو اور بغیر صاحب پر عذاب

(۱۲۶) **مدقق :** حصہ اول کا جواب نمبر ۲ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ جہاں جہاد کی تحقیق ہو چکی ہے جہاد سے نہ بھاگنے کی تعلیم منوجی کے الفاظ میں ہے :

”کشتی (جہاد) امید ان جہود میں تو کشتی نہیں۔“ (منوہ ۹۸۴)
سوامی جی! آپ کو گرو نے یہی تعلیم دی تھی کہ جس بات کو نہ سمجھو اس پر اعتراض کر دیتا؟

”کیسا پائی اور ہے حیا ہے وہ شخص جو ضد اور نفسانیت سے سوال کرے۔“ (ستیا رتھہ ص ۳۵۰)

غیر کی بیویوں کو اس لئے سمجھایا گیا ہے کہ انہیں گھمنڈ نہ ہو کہ ہم جو چاہیں کریں ہمیں کوئی مواخذہ نہیں۔ جیسا عموماً شتراویوں کو ہوا کرتا ہے۔ اس میں غیر کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں اور کئی ایک مقامات میں غیر صاحب کو بھی گناہ ہونے پر ایسا ہی دھمکایا گیا ہے۔ سنو!

لَيْتَ أَشْرَكَتَ لِيخْبُطَنَّ عَصْلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ
ترجمہ : ”اگر تو بھی شرک کرے گا تو حیرے نیک عمل سب ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا کئے آگے پیچھے کونہ دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟“

(۱۲۷) **ترجمہ :** ”اور انکی رہو سچ گھروں اپنے کے اور فرما تمہواری کرو اللہ کی اور رسول کی سوائے اس

کے نہیں۔ پس جب ادا کر لی رہے اُس سے حاجت دیا وہ یا ہم لے تجھ سے اس کو تاکہ نہ ہو۔ اوپر ایمان والوں کے سچے پیروں لے پانگوں اُنکے کے جب ادا کر لیں اس سے حاجت اور ہے حکم خدا کا کیا گیا۔ نہیں ہے اوپر نبی کے کچھ سچے اس چیز کے۔ نہیں ہے محمد صاحبِ پاپ کسی مرد کا اور حلال کی عورت ایمان والی جو بخش دیں بغیر ہم کے جان اپنی واسطے نبی کے۔ ڈھیل دیں تو جس کو چاہے اس میں سے اور بیکہ دیں طرف اپنی جس کو چاہے۔ پس تمہیں گناہ اوپر تیرے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت داخل ہو سچ گھروں وغیرہ کے۔“ (سورہ احزاب: آیت ۳۲ تا ۳۸، ۵۰، ۵۱، ۵۳)

① یہ ۲ جہد قرآن پاک میں لکھا کہ اللہ کو عیب اور ہے نہ وہی کی بات ہے اور عیب کی راہ ہو کہ نہیں رہے کہ وہی کی آواز ہو اور صاحبِ کلام نے اسے لکھ دیا ہے

(۱۱۷) محقق :

یہ بڑے عظیم کی بات ہے کہ عورت گھر میں مثل قیدی کے رہے اور آدمی کھٹے رہیں۔ کیا عورتوں کا دل

صاف ہوا۔ صاف جگہ میں سیر کرنا اور دنیا کی بیشمار اشیاء دیکھنا نہیں چاہتا ہوگا؟ اسی واسطے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر آوارہ گرد اور اشیاء کے شوقین ہوتے ہیں۔ کیا اللہ اور رسول کے احکام ایک دوسرے کے موافق ہیں یا مخالف؟ اگر موافق ہیں تو یہ کتنا کہ دونوں کا حکم مالوہ فضول ہے۔ اگر مخالف ہیں تو ایک کا حکم صحیح اور دوسرے کا غلط ہوگا۔ ان دونوں میں سے ایک خدا اور دوسرا شیطان ہو جائے گا اور ایک کا شریک دوسرا بن جائے گا۔ واہ قرآن کے خدا اور پیغمبر آپ نے ایسے قرآن کو جس کی رد سے دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنی مطلب برآری کی جائے بنایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔ اگر نہ ہوتے تو لے پالک بیٹے کی جو رو کو اپنی جو رو کیوں بناتے اور طرفہ یہ کہ ایسی باتوں کے کرنے والے کا خدا بھی طرفدار بن گیا اور بے انصافی کو بھی انصاف قرار دیا۔ انسانوں میں وحشی سے وحشی انسان بھی بیٹے کی جو رو کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ کیسا سخت غضب ہے کہ نبی کو شہوت رانی میں کچھ بھی رکاوٹ نہیں ہوتی اگر تمہی کسی کا باپ نہ تھا تو زید لے پالک بیٹا کس کا تھا؟ جب بیٹے کی جو رو کو بھی گھر میں ڈالنے سے پیغمبر صاحب نہ رک سکے تو اوروں سے کیونکر بچے ہو گئے۔ ایسی چالاکی بھی بری بات کرنے والے کی بدنامی ہونے سے رک نہیں سکتی۔ کیا اگر غیر عورت بھی نبی سے خوش ہو کر بیاہ کرنا چاہے تو بھی حلال ہوگی؟ اور یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کہ نبی جس عورت کو چاہے چھوڑ دے اور محمد صاحب کی عورتیں پیغمبر صاحب کے قصور وار ہوئے پر بھی اس کو بھی نہ چھوڑ سکیں۔ اگر پیغمبر کے گھر میں کوئی دوسرا ناکامی کی نیت سے داخل نہ ہو تو ویسے ہی پیغمبر صاحب کو بھی کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا چاہئے۔ کیا نبی جس کسی کے گھر میں چاہے بے خوف داخل ہو سکے اور پھر معزز بھی بنارہے؟ بھلا کون عقل کا اندھا ہو گا کہ جو اس قرآن کو خدا کا بنایا ہوا اور محمد صاحب کو پیغمبر اور قرآن کے بتلائے ہوئے خدا کو سچا خدا مان سکے۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ ایسے غیر مدلل خلاف و محرم مذہب کو اہل عرب نے قبول کر لیا۔

(۱۲۷) **مدقق :** عورتوں کو گھروں میں قید رکھنے کا کوئی حکم شریعت اسلام میں نہیں۔ حکم صرف یہ ہے کہ غیر محرموں سے

جن سے نکاح درست ہے۔ اپنے آپ کو چھپائیں کہ وہ دیکھ کر فریفتہ نہ ہوں۔ یا کم سے کم انہیں برا خیال پیدا نہ ہو تاکہ زنا کاری جی المقدور بند رہے گو یہ مطلب کسی تائید کا محتاج نہیں تاہم اپنے سماجی دوستوں کی خاطر سو اسی جی کے قول سے اس کی تائید دکھاتے ہیں۔ تاکہ سماجیوں کو پندت جی کی تمنایت کا اعتراف ہو کہ جس بات کو خود ہی بڑے مبالغہ سے بیان کرتے ہیں۔ اگر وہی حکم اسلام میں دیکھیں تو میساختہ اعتراض سوچ جاتا ہے۔ پس سنو! پندت جی کا پرمان ہے۔

"لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسہ میں مرد ہوں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ پانچ سالہ لڑکیوں میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پائے۔" (استیارتھ صفحہ ۳۴، ۳۵ نمبر ۳)

اور سنئے!

"عورت مردوں کا مدرسہ میں مل جلنے سے زنا کاری اور لڑکیوں کی لڑکیوں اور لڑکوں کی لڑکیوں سے پوچھنے کا پڑھنا کیوں ہے کہ پانچ پانچ برس کی لڑکی اور لڑکے بھی آپس میں نہ ملیں۔ اس عمر میں ان کو ہوش ہی کیا ہو گا؟ تو شاید (شاید کیا یقیناً) پندت جی بھی کہیں گے کہ مرد و عورت کی مثال سینڈ ۱۰ لیٹر پوڈر کی ہوتی ہے جو الگ الگ تو کچھ نہیں مل کر خوش پیدا کرتی ہے سچ ہے۔"

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں

بس آنکھیں کھار ہوتی ہیں محبت آتی جاتی ہے

اور سنئے! سو اسی جی اور منو جی کیا پرمان دیتے ہیں؟

۱۰ ایک دو کام ہیں جن کی وجہ سے لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ایک الگ، ایک محمول کہ جس میں ان کو نہ ملے نہ جلیں نہ ہو اور اول سا کام ہے اگر تکلیف سے چاہیں یا اگر نہ چاہیں تو ان کے تعلیم یافتہ اس کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں

”ساری اندریوں کو بناو سے بس میں رکھنا۔ اندریوں کو بڑے قاعدہ سے قابو کرنا
ہاچنے اندریوں کی کشش یا بھی تعلق سے ہوتی ہے۔ چنانچہ منوی نے فرمایا ہے۔
اندریاں اس قدر زبردست ہیں کہ ماں، باپ، ساس اور لڑکی وغیرہ کے ساتھ بھی
ہو شکاری سے رہنا چاہئے اور سروں کو تو کیا کتا۔“ (آپ اپنی پھر ہی صفحہ ۷۱)

سوائی بی نے اس آیت پر غور نہیں کیا

وَلَا تَبْزُجُنَّ نِزْجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

ترجمہ ”بے دینی کے طریق سے باہر نہ نکلا کرو۔ جیسے پہلے کفر کی حالت
میں نکلا کرتی تھیں۔“

سوائی جی اگر آج زندہ ہوتے تو ہم اُنھیں ان عورتوں کا حال دکھاتے جو زبور
اور لباس سے آراستہ و چار استہ ہو کر بازاروں میں پھرتی ہیں اور جو اس وقت جو ان سے
لے کر بوڑھے بازاری دکانداروں پر بموجب پرمان منوی حالت گزرتی ہے، ان کی زبانی
داستان سنوا دیتے۔ سماں اگر چاہیں تو ہم اُن نیم مقولوں کی طرف سے (بجائے نقل کفر کفر
نہا شد) غفلتوں میں ادا لے مضمون کر دیے ہیں۔ ناظرین معاف رکھیں۔
سنو! کوئی اس وقت آہ و بکا کرتا ہوا کہتا ہے۔

”ہائے یہ زلف سیاہ دس گئی ناگن بن کے“

کوئی چلاتا ہوا کہتا ہے۔

دیکھو اس چشم یار کی شوچی جب کسی پار سے لڑتی ہے
کوئی اپنے درد کی گمانی یوں شروع کرتا ہے۔

مارا مغرہ کشت و فشار اہانت ساحت خود سوئے مامد و حیار اہانت ساحت
بکسی کو یہی سوچتی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے ان ہی زلفوں کے سپ اسیر ہوئے
اگر ان سے کہیں بھائیو! اپنی نکالیں نیچی رکھو تو اس کا وہ مقول جواب دیتے ہیں
سنو! وہ کہتے ہیں۔

کون رکھتا ہے بھلا ایسا جگر دیکھیں تو یار ہو سائے دیکھے نہ اوہ مرد دیکھیں تو
اور اگر ان کو زیادہ ہی وق کرتے ہیں تو وہ اور بھی بگڑ جاتے ہیں اور منہ کھٹ ہو

کو گنتے لگ جاتے ہیں۔

بل بے خود بھی زائد کہ جس سے دیکھنے کو منع کرتا ہے تو یہ اور تماشا دیکھو
فرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ حق تو یہ ہے کہ ایسی باتوں کے اٹھار میں بازاری آدمی
کسی قدر معذور بھی ہیں گیو لگ۔

دیدار سے نمائی و پرہیز سے کئی بازار خویش و آتش ماسخ میسگی
سبحان اللہ! انہی خرابیوں کے مٹانے کو بانی فطرت نے جو انسان کی فطرت
سے پورا پورا واقف ہے انسانی فطرت کا لالہ رکھ کر ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يَبْدِيْنَ رَبَّنَّهِنَّ الْاُنْحَاظُ مِنْهَا وَلِيَصْنَعْنَ
عَلَىٰ جُنُوبِهِنَّ

ترجمہ "خواتین اپنی زیب و زینت چہرہ کو ظاہر نہ کریں، سوائے
اتنے کے جو کسی طرح چھپ نہیں سکتی ایسے ہر وقت اور ہر جگہ میں چلتے
وقت کپڑوں سے اوپر ایک بھاری چادر لیا کریں۔"

خدا اور رسول کے حکم کے ماننے کے یہ معنی ہیں کہ جو حکم خدا یا رسول اللہ
رسول پر پہنچے اور رسول ہم کو بتلا دے یا کسی مجمل کی تفصیل کر کے سنا دے یا عمل کر کے
دیکھا دے جیسے نماز وغیرہ تو اس کا ماننا فرض ہے اور اگر کوئی حکم دنیاوی باتوں کے متعلق کے
تو اس کے ماننے نہ ماننے کا ہمیں اختیار حاصل ہے۔ جیسے اور مشوروں کا حضور نے خود فرمایا
ہے اَللّٰهُمَّ اَعْلَمْ بِاَمْرِ دُنْيَاكُم ۝ اگر یہ شب ہو کہ بغیر اپنے پاس سے کوئی ایسی
بات نہ دے جو خدا کی تعالیٰ کے خلاف ہو تو آپ بھی مٹنے اور اس کا جواب دینے کہ جن
رشیوں میں رسول پر دیدار اللہ ہوئے تھے جب وہ خود ان کو نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ خود
تاکل ہیں۔

"انہی واضح و غیر رشیوں نے مراعات کے تو یہ مشورے ان کو دیے اور کا مطلب
تاکل۔" استیارت پر کاوش صفحہ ۲۶۵ احادیث ۱۷ نمبر ۱۷

اگر یہ رشی ویدوں کے مضمون میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیتے تو آپ کیا کرتے اس کو بھی مانتے یا نہ اور آپ کو اس ملائے ہوئے کی تمیز کیونکر ہوتی؟ سنو! قرآن تو اس سوال کا جواب آپ دیتا ہے۔

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ

ترجمہ ”اگر رسول ہمارے اھدا کے اذمہ کو کوئی بات لگائے۔ جس کا ہم نے اسے حکم نہ دیا ہو تو فوراً ہم اس کو مار ڈالیں۔“

آپ بھی کوئی وید منتر اس مضمون کا سنا ہے۔ پیغمبر کے شریک بننے کا جواب نمبر ۵۲ اور ۵۵ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

زید کا قصہ جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ایسا نہیں کہ کسی کو معظوم نہ ہو۔ عیسائیوں نے تو اس کے متعلق بہت سے ورق سیاہ کئے ہیں۔ اس لئے ہم بھی اس کا بیان کرتے ہوئے دونوں قوموں (عیسائیوں اور آریوں) کو جو درحقیقت اس قمن میں استاد شاگرد ہیں مد نظر رکھیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ زینب ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ میں رشتہ دار تھی۔ شریف الملب 'صاحب جمال' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا تھا۔ جو کسی زمانہ میں غلام تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے خرید کر اسے آزاد کیا تھا اور اپنے پاس ہی مثل بیٹوں کے رکھا۔ یہاں تک کہ لوگ اس کو زید بن محمد بھی کہتے تھے۔ یعنی زید محمد کا لے پالک بیٹا ہے۔ صاحب خصال پسندیدہ تھا۔ مگر خوبرو نہ تھا۔ اسی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے جس کو بیوی خاوند ہی جانتے ہیں اور دوسرے کو اس پر پوری اطلاع نہیں ہو سکتی وہ تو (میاں بیوی) میں لکھنا پنی رہا کرتی تھی۔ آخر نبوت ہائے ہمارے کہ زید اس کو چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ چونکہ پیغمبر خدا نے خود یہ رشتہ زور دیکر گرایا تھا اور مشہور بھی تھا کہ زید حضرت کا لے پالک بیٹا ہے۔ اس لئے آپ نے اسے بہت سمجھایا کہ تو زینب کو چھوڑ نہیں۔ اس معاملہ میں خدا سے ڈر۔ کسی شریف عورت کو معمولی سی خفگی پر طلاق دیکر رسوا کرنا اچھا نہیں۔ آخر جب وہ چھوڑنے پر جی جھنڈ

ہوا۔ تو آپ نے زینب کے اس زخم کا علاج بجز اس کے نہ سوچا کہ اسے حرم محترم بنایا جائے۔ کیونکہ اس وقت کسی مسلمان عورت کی عزت اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ پیغمبر کی بیوی ہو۔ مگر ملک کی رسم تھی کہ لے پالک کی بیوی مثل صلیبی (سکے) بیویوں کے کبھی بیاتی تھی۔ لیکن شریعت اسلام میں یہ حکم اس طرح نہیں تھا۔ اسلام میں صلیبی بیوی کی بیوی حرام تھی۔ لے پالک کی نہیں۔ بلکہ لے پالک وارث بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تعلق کا تعلق اس میں نہیں۔ اس لئے پیغمبر صاحب دو تین طرح کی مکملش میں آگئے۔ زینب کی خاطر داری اور دلجوئی کا تقاضا۔ ملک کی رسم کا خیال۔ اس ناجائز رسم کو بحال رکھنے میں خدا کا خوف۔ اس لئے آپ نے جہاں ملک کی اور رسموں کو تیاگ (چھوڑ دیا تھا۔ مستقل ریٹائر مینوں کی طرح اس کی بھی کوئی پروا نہ کی اور زینب کو بعد چھوڑنے زید کے حرم محترم بنالیا۔ سنو! قرآن خود اس قصہ کو مختصر مگر پورا بیان کرتا ہے۔

اِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَسْتَ عَلَيْهِ أَفِيكَ
عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ
وَتُخْفِي النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَمَا قُضِيَ زَيْنَدُ مِنْهَا
وَطَرًا زَوْجًا مَكْهَا لَكِنِّي لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي
أَزْوَاجِ أَزْوَاجِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ
مَفْعُولًا

یعنی جب تو نے اے محمدؐ اس شخص کو جس پر اللہ نے اور تو نے بھی احسان کئے تھے۔ بت کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے جی میں (اس کے نکاح کرنے کے متعلق خواہش کو اچھپاتا تھا۔ جو خدا کو ظاہر کرنا تھا۔ اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ سے ڈرنے کا حق زیادہ ہے۔ پس جب زید اثیرے لے پالک اے اے چھوڑ دیا تو ہم (خدا) لے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا یعنی اجازت دی تاکہ مسلمانوں کو لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں جب وہ انھیں چھوڑ دیں۔ حرج نہ ہو۔ اور اللہ کے حکم کے ہوئے ہوتے ہیں۔

بعد اس کے ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے مخاطبوں سے کچھ پوچھیں۔

عیسائیو! اور ویانند یو! بائبل کا کوئی درس یا وید کا کوئی مستر اس کے منع کا دکھا سکتے ہو؟ جس کا مطلب یہ ہو کہ لے پالک بیٹے کی بی بی سے نکال کر تامل ہے۔ دکھاؤ تو ہم تم کو منہ مانگا انعام دیں۔

عیسائیو! تمہیں تو خاص طور سے شرم چاہیے کہ تم رومیوں کے ۴ باب کی ۵۱ کو بھی نہیں دیکھتے سنو!

”جہاں شریعت نہیں وہاں نافرمانی بھی نہیں۔“

جہاں قانون نہیں وہاں مواخذہ اور جرم کیسا کیا تو کوئی آیت قرآن کی اتھاری رعایت سے ہم یہ بھی کہتے ہیں بائبل کی تلافی اس افترا پر دائری اور بستان بازی کو واپس لو۔ ویانند یو! اپنے استاد عیسائیوں کی طرح ہوا کے پیچھے نہ پڑو۔ کوئی وید مستری اس مضمون کا تلافی ورنہ وید کی اطاعت کا نام لینے سے شرم کرو۔

اگر کسی دوسرے دھرم شاستر سے تلافی تو پہلے یہ کہہ لو کہ وید اس بیان میں قاصر ہے ورنہ وید کو سب سچائیوں کی کان اور سب علوم کا خزانہ کہ کر یہ کہنا محال ہے۔

سو امی جی! یہ بھی پوچھتے ہیں کہ زید جی کس کا تھا۔ پنڈت جی اگر جیتے ہوتے تو مٹھائی لئے بغیر ایسا مشکل سوال ہم کبھی نہ تلاتے۔ اب دیانندیوں کی خاطر ہمیں مجبور کرنا ہے۔ لو سنو!

حارث کا بیٹا تھا۔ چنانچہ جب قرآن میں لے پالکوں کی بابت حکم آیا کہ

اَذْعُوهُمْ لِاٰنَاءِہُمْ

تو زید بن محمد کی بجائے زید بن حارث اس کو کہا کرتے تھے۔

پیشک جیسا اوروں سے پردہ ہے۔ ویسا ہی نبی سے ہے۔ آپ نے کوئی آیت اس مضمون کی لکھی ہوئی۔ جس کا یہ مطلب ہو تاکہ تم سے پردہ نہیں تو ہم جواب دیتے۔

پنڈت جی ایسی چالاکی سے بڑھ کر بھی کوئی بری بات ہو سکتی ہے کہ آپ بیٹے اور لے پالک میں فرق نہیں کر سکتے اور دھوکا دینے کو کہتے ہیں کہ ”جب بیٹے کی جو رو کو کھر میں ڈالنے سے پیغمبر صاحب نے رک سکے تو اوروں سے کیونکر بچے ہو گئے۔“ یو کی اور سادھو ہو کر ایسا مخالطہ اور فریب دہی؟ سچ ہے۔

پڑھتے آتے مشابہی دونوں کو ملے ہو اس گرن او جاولا آپ ہندو سے ورنہ
صاحبو! سوامی جی کی خوش فہمی کی داد دو لکھتے ہیں کہ "غیر عورت بھی نبی سے
خوش ہو کر بیاہ کرنا چاہے تو طحال ہو گی۔" پڑھتے ہی چونکہ ہمیشہ مجبور رہے ہیں۔ انہیں اتنا بھی
معلوم نہیں کہ غیر عورت ہی سے بیاہ ہوتا ہے۔ بیاہ سے پہلے وہ اپنی عورت کیسے ہو سکتی
ہے؟ غیر صاحب کی عورتیں بھی غیر سے ناخوشی پر اسی طرح خلع کر کے الگ ہو سکتی ہیں۔
جس طرح عام مسلمانوں کی۔ ہاں غیر صاحب کو خاص کر منکوحہ عورتوں کے خود چھوڑنے
سے قرآن میں منع آیا ہے۔

پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس بیوی کو سفر میں ساتھ لیجانا چاہو یا چھپے چھوڑنے
کا خیال ہو تو یہ بھی کر سکتے ہو اور رہیں۔

نہیں معلوم پڑتے ہی نے یہاں پر تعدد ازواج سے کیوں بحث نہیں کی۔ ایسا نرم
شکار کیوں چھوڑ دیا۔ بعد غور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ پڑھتے ہی کوئی میں شرمندگی آتی ہو گی کہ
تعدد ازواج تو یہ میں بھی منع نہیں۔ پھر میں جس جو صلہ منع کا دعویٰ کروں خاص کر
ایسے لوگوں کے لئے جو یہ کا صریح منکر لئے بغیر میری جان نہیں چھوڑیں گے۔
ساتھی مترو! کوئی منکر تعدد ازواج کے منع کا ہو تو دکھاؤ۔

دیکھ منکر مند رہے جو مکالمہ ۱۳۴ کافی نہیں سہل سوامی جی کی صحیح جان ہے۔
غور سے دیکھو تعدد ازواج کی فلاسفر نہ تحقیق دیکھنی ہو تو تفسیر ثانی جلد ثانی حاشیہ نمبر ۸
ملاحظہ ہو یا رسالہ تعدد ازواج نیوگ اور طلاق دیکھو۔

(۱۲۸) **ترجمہ:** "اور میں لائق واسطے تمہارے یہ کہ ایذا دو

رسول اللہ کے کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو بیچو یا اس
کی کو بیچو اس کے بھی تحقیق یہ ہے نزدیک اللہ کے بڑا گناہ۔ تحقیق جو لوگ ایذا دیتے
ہیں اللہ کو اور رسول اس کے کو لعنت کی ہے ان کو اللہ نے اور وہ لوگ کہ ایذا دیتے
ہیں مسلمانوں کو اور مسلمان عورتوں کو بھی اس کے کہ بڑا گناہ انہوں نے پس تحقیق
انہوں نے ہتان ظاہر لعنت مارے جہاں پاسے جائیں۔ پکڑے جائیں اور قتل کئے
جائیں۔ خوب قتل کرنا۔ اسے رب ہمارے سے ان کو اگناہ اب اور لعنت کر ان کو

لعنت پڑی۔" (سورہ احزاب: آیت ۵۳، ۵۴، ۵۸، ۶۲، ۶۸)

(۱۲۸) محقق :

واہ! کیا خدا اپنی خدائی کو دھرم کے ساتھ دکھلا رہا ہے۔ رسول کو ایذا رسانی سے منع کرنا تو ٹھیک ہے۔ لیکن دوسرے کو ایذا دینے سے رسول کو بھی روکنا منسب تھا تو کیوں نہیں روکا؟ کیا کسی کو ایذا دینے سے اللہ بھی روکھی ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیا اللہ اور رسول کا ایذا دینے کی ممانعت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہو تا کہ اللہ اور رسول جس کو چاہیں۔ ایذا دیں اور لوگ بھی سوائے ان کے جن کو چاہیں ایذا دیں۔ جیسا مسلمان مرد و زن کو ایذا دینا پیرا ہے۔ ویسا ہی غیر مذہب والوں کو بھی ایذا دینا بہت برا ہے۔ ہوا سے نہ مانے تو ان کو مستحب سمجھو۔ واہ! رے خدا پرستوں! اے خدا اور ہی تم سے تو بے رحم دنیا میں بہت تھوڑے ہو گئے ہو یہ لکھا ہے کہ غیر لوگ جہاں ملیں ان کو پکڑو اور ویسا ہی اگر مسلمانوں کے ساتھ غیر مذہب والے پرستوں کو کریں تو ان کو یہ بات بری لگے گی۔ یا نہیں؟ واہ! کیسے موذی غیبر ہیں کہ خدا سے دوسروں کو روکنا کچھ دینے کی رعایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کی طرف داری خود غرضی اور سخت قلم کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی وجہ سے اب تک بھی مسلمان لوگوں میں سے بہت سے یہ قوف لوگ ایسا ہی عمل کرنے سے نہیں ڈرتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تعلیم کے بغیر انسان حیوان کے برابر رہتا ہے۔ (سنت چن ماراج!)

(۱۲۸) مدقق :

ماراج و ضن ماراج! ایک شخص کو کسی مولوی صاحب نے دعا دی تاکہ کسی تو یہ لا خدا فرماتا ہے۔
www.onlyfor3.com
www.onlyoneorthree.com

لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ

یعنی نماز نہ پڑھو۔ مولوی صاحب نے کہا۔ تم بھت اس کے آگے و آٹھ سکاڑھی بھی تو ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تش میں نماز مت پڑھو۔ وہ شخص یہ لاسارے قرآن پڑھنے سے باپ نے عمل کیا ہے جو میں کروں میں تو اسی ایک قسم پر عمل کر سکتا ہوں۔ یہی حال پندت کی ماراج کا ہے۔ چشمہ دور۔
سوامی جی! بس طرح ہم مسلمان قرآن کے ماتحت رعایت ہیں۔ اسی طرح غیر

صاحب بھی ان عقلموں کے تکلف تھے۔ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ کسی کی ایذا سے اللہ بیگنہ دکھی ہو تا ہے۔ مگر یاد رہے کہ

”جہاں معنی میں فیرا مکان ہو وہاں استعارہ (مجاز) ہوتا ہے۔“ (ابو نواسہ ص ۱۱۰)

پس اللہ کے دکھی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسے کاموں سے ناراض ہو تا ہے۔ بیگنہ غیر مذہب والوں کو بھی ایذا دینا دیرپا ہی بر ہے۔ جیسا مسلمانوں کو اگر غیروں سے جنگ جہاد ہے تو اس کیلئے بھی موقع و محل مناسب ہیں۔ جس کی تفصیل نمبر ۲ میں ملاحظہ ہو۔ نہیں معلوم سوامی جی کی رال اعتراضوں پر ایسی کیوں چلتی جاتی تھی کہ قرآن شریف کی موجودہ آیت کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔

”ہائے گیس پاپلی ہے وہ مثل جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو ذرا نکل کر دے۔“ (ادبیات ستیارتھ صفحہ ۷)

ہم سماجی بھائیوں سے داد خواہی کے لئے وہ آیت پوری کی پوری نقل کرتے ہیں جس پر پینڈت جی نے اعتراض کیا ہے کہ ”کیسے موذی وغیرہ ہیں کہ خدا سے دوسروں کو دگنا دکھ دینے کی دعا مانگتے ہیں۔ پس سنو!

وَقَالُوا رَبَّنَا اِذَا اَظْلَمْنَا سَادَتنَا وَكُنْبرَاءَنَا فَاصْلُوَاَنَا السَّبِيْلَا

رَبَّنَا اِيْهِمْ جَنَعْنٰمِنْ مِّنَ الْعَذَابِ وَالْعَنِيْمُ لَعْنَا كَبِيْرَا

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو بوجہ شامت اعمال جنم میں ڈالے جائیں گے۔ تو اس وقت یوں کہیں گے ”اے ہمارے مولا! ہم نے بری باتوں میں اپنے رئیسوں اور بڑوں پیروی کی تو انہوں نے ہم کو گمراہ کیا، اے ہمارے خدا تو ان کو ہم سے دگنا عذاب دے اور بڑی بھاری لعنت اور پھٹکار کر۔“

ساجیو! بتا دیے بغیر ہی وعاب یا شریروں، کذابوں اور کافروں کی؟ قرآن کا مقام مذکور فور سے چاہو۔ افسوس سوامی جی اعتراض کرتے ہوئے بھول کر صفحہ ۵۲ کو ہیٹ بھول جاتے ہیں جہاں فرمایا ہے کہ:

”اے بیچے موقع محل مناسب سوچ کر معنی کرتے چاہئیں۔“

کیوں جی! اپنے ہی کلمے پر عمل نہ کرنا کہو جی کون دھرم ہے؟

ساجیو! اگر قرآن شریف کی آیت کا وہ مطلب ہو جو سوامی جی لکھتے ہیں تو ہم

تسارے گروکل (دینی مدرسہ) اور کالج کے لئے مبلغ پانچ سو روپے نقد دیں گے۔ مرد میدان بنو ایسے ایک دو مقامات کا ثبوت ہی دکھاؤ۔ مانا کہ تمہیں روپے کی طبع نہیں۔ اپنے گرو کی عزت تو چاہتے ہو۔ ورنہ دنیا کیا کبھے گی اور سوامی جی پر لوگ (دوسری جون) میں تم کو کیا کہیں گے؟

(۱۲۹) ترجمہ: "اور اللہ وہ شخص ہے کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو پس اٹھاتی ہیں بادلوں کو پس ہانک لاتے ہیں ہم اس کو طرف شہر مردے کے۔ پس زندہ کیا ہم نے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے موت اس کی کے۔ اسی طرح قبروں میں سے نکالتا ہے۔ جس نے اتارا ہم کو سچ گھر بیٹھ رہنے کے۔ مریانی اپنی سے۔ نہیں لگتی ہم کو سچ اس کے محنت اور نہیں ہم کو سچ اس کے نامگی۔" (سورہ فاطر: آیت ۳۵)

(۱۲۹) محقق: واہ! کیا انوکھی فلاسفی خدا کی ہے۔ خدا ہوا کو بھیجتا ہے۔ وہ بادلوں کو اٹھاتی ہے اور خدا اس سے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ باتیں خدا کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ خدا کا کام بے کم و کاست یکساں رہتا ہے جو گھر کا ہو گا وہ بناوٹ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور جو بناوٹ کا ہے وہ ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ جو جسم رکھتا ہے وہ بلامنت کیسے رکھی رہتا ہے اور جسم والا بیمار ہوئے بغیر ہرگز نہیں بچتا۔ جب ایک عورت سے مباشرت کرنا بیماری کا باعث ہے۔ تو جو کئی عورتوں سے مباشرت کرتا ہے۔ اس کی کیا ہی بری حالت ہوتی ہوگی؟ اس لئے مسلمانوں کا بہشت میں رہنا۔ ہمیشہ آرام وہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۲۹) مدقق: بے ایمانوں 'ناسکون' و ہرلوں اور ملحدوں سے جب کبھی گفتگو ہوتی اور خدا کا ثبوت خدا کی افعال سے پیش کیا تو یہی جواب سنا۔ "واہ خدا کی انوکھی فلاسفی" مولانا سلیمان شہید دہلوی کے ایک صاحب مخالف تھے۔ ملا ہے انہوں نے عہد کر لیا تھا کہ جو بات اسٹیفیل کہے گا۔ اس کا خلاف کروں گا۔ مولانا شہید کو بھی خبر ملی فرمایا اسے کہ اسٹیفیل والہ اسے نکال کر با حرام بتاتا ہے۔ اس کا خلاف کر۔ "موسیٰ حال سوامی جی کا ہے۔ قرآن کی سیدھی سادھی

تھکنا مہارت کو بھی اندھوں کی کھیر بنانا چاہتے ہیں۔ سچ ہے۔

جو نکلے جہازان کا بیج گر بھور سے تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھور کے پنڈت جی! سنئے! یہ میثور پرمان دیتا ہے۔

"اس پرش اپر میثور را کے من یعنی وچار یا غور و فکر کرنے والی سامرغیہ (قدرت) سے چاند پیدا ہوا۔ اور پکٹو یعنی پانور قدرت سے سورج ظاہر ہوا اور شرور یعنی اکاش صورت قدرت سے اکاش آسمان پیدا ہوا اور ابلیس جو اصول قدرت سے ہوا اپر ان انکاس اور قیام حواس پیدا ہوئے اور کھجینی اعلیٰ و پر جلال قدرت سے آگ پیدا ہوئی۔" (مکتوبہ ادھائے ۲۱ صفحہ ۱۱۲) اس پر کوئی بے ایمان نہیں اڑا دے کہ

واہ پر میثور کی انوکھی فلاسفی کہ اکاش پیدا ہوا۔ حالانکہ اکاش کوئی مجسم چیز نہیں بلکہ ایک غیر مرکب ازنی شے ہے۔ اس کی پیدائش کھنسنے سے تحقیق ہوا کہ مصنف دید علم بعینہات کو بھی نہیں جانتا تھا۔

نمبر ۸۸ ضرور دیکھو اور سوامی جی کو چیئر زدو۔

تو ایسے اعتراض کے جواب میں غالباً سوامی جی صاف کہہ دیں گے۔

"جو کوئی خدا اور خدا سے سوال کرے۔ اس کا جواب نہیں دیتا چاہئے بلکہ اس کے سامنے بے حس شے کی طرح خاموش رہنا چاہئے۔" (استیارتھ صفحہ ۳۹۰ باب ۱۱۰) پس ہم بھی اسی جواب پر دستخط کرتے ہیں اور بس۔ کیونکہ اخلاقی فقرہ "جواب جاہلان باشد غموٹی۔" ایسے ہی موقع کے لئے ہے۔

ہاں اتنا کہتے ہیں کہ سوامی جی کا یہ قول کہ "خدا اس سے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔" آدمی مردہ مراد نہیں بلکہ شرمردہ یعنی خشک زمین مراد ہے۔ اس لئے کہ جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ قرآن شریف میں بلند قیمت ہے۔ جس کے معنی خشک زمین کے ہیں۔

برشت کی بابت سوال و جواب کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔ جبکہ ہم اسی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بہت سے آدمی ایک ہی قسم کی غذا کھاتے ہیں۔ جن میں سے بعض صحیح و سالم رہتے ہیں اور بعض اسی غذا سے مریض ہو کر مر بھی جاتے ہیں۔ تو جس جگہ پر یہ قانون ہی نہ ہو گا کہ کوئی غذا کسی جسم کو مستحکم ہو سکے۔ وہاں پر یہ اعتراض کرنا کہ جسم والا بیمار ہوئے بغیر ہرگز

نہیں رہ سکتا۔" بالکل اسی کے مشابہ ہے جو گرمیوں میں شملہ یا کشمیر والوں کی حالت من کر کہ وہ گرم کپڑے پہنتے ہیں۔ سوال گرمے کہ گرمیوں میں بغیر کپڑے کے کوئی کیونکر گزارہ کر سکتا ہے اور گرم کپڑے کس طرح پہن سکتا ہے؟ لہذا شملہ اور کشمیر کا قصہ لکھا ہے۔

جو کئی عورتوں سے جماع کی طاقت نہ رکھتا ہو گا۔ اس کو کئی عورتیں نہ ملیں گی۔ بلکہ اگر کسی کو ایک عورت سے بھی (مثل آپ کے) تکلیف پہنچے گی تو ایک بھی نہ ملے گی۔ غرض جو چیز موجب تکلیف ہو سکتی ہے وہاں نہ ہوگی اور بس۔

سماجیو! سنئے ہو؟ سو امی جی کیا فرماتے ہیں ایک عورت سے بھی مباشرت کرنا بیماری کو باعث ہے۔ اگر ہماری دانے لفظ نہ ہو تو سو امی جی چاہتے ہیں کہ تم لوگ اپنی استریوں کو چھوڑ چھاڑ کر پنڈت مہاراج کی طرح لنگوٹ باندھ لو۔ انصاف سے کہنا۔ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے قتلاناکہ نیچر کی تعلیم یہی ہے۔

"حکم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو اہل بیت سے ہوؤں سے
(۱۳۰) ترجمہ : ہے۔ اوپر راہ سیدھی کے آثار اب خدا غالب
مردمان نے۔" (سورہ یسین: آیت ۴۲)

اب دیکھئے اگر یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا ہوتا تو وہ اس
(۱۳۰) محقق : کی قسم کیوں کہتا اگر نبی خدا کا بھیجا ہوا ہوتا تو لے

پالک بیٹی کی جو رو پر فریفتہ کیوں ہوتا یہ کہنے ہی کی بات ہے کہ قرآن کے ماننے والے راہ راست پر ہیں۔ کیونکہ سیدھی راہ وہی ہوتی ہے کہ جس میں سچ ماننا سچ بولنا۔ سچ کرنا قصب چھوڑ کر انصاف و حرم کی پیروی کرنا وغیرہ ہوں اور ان سے خلاف عمل کو ترک کیا جائے۔ سو نہ قرآن میں نہ مسلمانوں میں اور نہ ان کے خدا میں ایسے نیک عادات ہیں۔ اگر خلیفہ محمد صاحب سب پر غالب ہوتے تو سب سے زیادہ عالم اور نیک چلن کیوں نہ ہوتے؟ اس لئے جس طرح میوہ فردش اپنے بیروں کو کھٹا نہیں بتاتے۔ ویسے ہی یہ بات سمجھنی چاہئے۔

قسم کا مضمون نمبر ۱۰۰ میں آچکا ہے یہ عجیب بات کہ
(۱۳۰) مدقق : قرآن خدا کا بنایا ہوتا تو وہ اس کی قسم کیوں کھاتا جس

کا مطلب یہ ہے کہ خدا اگر بندوں کو سمجھانے کیلئے بندوں کے محاورہ میں کلام کرے اور قسم کھائے تو کسی ایسی چیز کی کھائے۔ جو اس کی بنائی ہوئی نہ ہو (تھینکس انوب کئی لے پالک بیٹے کی بیوی کا جواب نمبر ۱۲ اس آچکا ہے۔

پندت جی نے سیدھی راہ کی خوب تعریف کی جو سب مذاہب پر صادق آسکتی ہے۔

سوامی جی! کون مذہب دنیا میں ہے جو سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے کا اصول نہ رکھتا ہو یہ تو دیوانوں کی بڑے برابر ہے۔ کہ قرآن میں نہ ان کے خدا میں ایسی نیک عادات ہیں۔ ہاں یہ خوب کئی کہ "اگر پیغمبر صاحب سب پر غالب ہوتے تو سب سے زیادہ عالم اور نیک چلن کیوں نہ ہوتے۔" اس سوال کا جواب تو ہم چھپے دیں گے۔ پہلے سماجیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ کسی مہارت قرآنی پر یہ سوال کیا گیا ہے۔ اور ہو! ہم بھولے۔ مقلد ترجمہ میں غالب کا لفظ ہے۔ جس پر ہم نے غلط بھی دیا ہے۔ جس پر اوستاد غالب کا ایک شعر بھی ہمیں یاد آیا جو بعد قدرے ترمیم کے واقعی سوامی جی کے سب حال سے غور سے سنو!

غالب برا نہ مان جو پندت برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ یہ اچھا کہیں جسے
سماجیو! انصاف سے تلاؤ! اپنے چوتھے اصول ۱۰ کو جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔ یاد کر کے تلاؤ کہ ترجمہ قرآن میں غالب کس کی صفت ہے۔ خدا کی یا پیغمبر کی؟ پھر یہ مسئلہ بہت جلد طے ہو جائے گا کہ پیغمبر صاحب کیسے عالم تھے کہ ان کے الہام کا ترجمہ وہ بھی اردو پھر اردو سے ناگہری کیا ہوا بھی آپ لوگوں کے سوامی مرثی بالقاب کی سمجھ میں نہیں آیا۔ و حرم سے کہو کیا علم ہے۔ سنو! قرآن نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دی ہوئی ہے۔
لَا يَأْتِيَنَّكَ يَهْلِي الْأَجْنَاسُ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنُ تَفْسِيرًا
ترجمہ "جو بیات اور کلمات تیرے سامنے بطور اعتراض پیش کریں

۱ آریوں کا پورا اصول ہے کہ سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے کو بیش مسئلہ حل ہے
اصول باقی کے اہل

کے ہم اس کے متعلق جی اور عمدہ تفسیر تھے سنائیں گے۔

سماجیو! اب بھی پیغمبر صاحب کے علم کے قائل ہوئے یا نہیں۔ نیک چلتی کی بابت یہ کیفیت ہے کہ آپ جیسے دشمن کو بھی باوجود عیسائیوں کی کاسہ لسی کے تمام عمر کے واقعات میں رتبہ کے نکاح کا ایک واقعہ ملا۔ جس کا جواب نمبر ۱۲ ہو چکا ہے۔ سچ ہے۔

حسن یوسف دم لکھی ید بیننا واری

آنچہ خواہاں ہر دارم تو تھا واری

”اور چھوٹا جائے گا چھ صور کے پس ناگماں وہ قبروں میں سے طرف پروردگار اپنے کے دوڑیں گے اور

گو اسی دین کے پاؤں ان کے بسپ اس کے کہ تھے کھاتے سوائے اس کے نہیں کہ حکم اس کا جب چاہے پیدا کرنا کسی چیز کا یہ کہتا ہے اس کے لئے کہ ہو پس ہو باقی ہے۔“ (سورہ سجن: آیت ۵۰، ۵۱، ۵۲)

”محقق“ (۱۳۱) : سنئے اوٹ پناگ بائیں۔ کیا پاؤں بھی گواہی دے سکتے ہیں؟ خدا کے سوائے اس وقت کون تھا کہ جس کو حکم

دیا اور کس نے سنا اور کون بن گیا؟ اگر کوئی چیز نہ تھی تو یہ بات بھوتی ہے اور اگر تھی تو وہ بات کہ سوائے خدا کے کچھ نہ تھا اور خدا نے سب کچھ بنا دیا جھوٹی ہوگی۔

”مدقق“ (۱۳۱) : دیکھو پاگماں بڑا۔ ایک ہی بات کو بار بار کہے جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کی شہادت کا جواب نمبر ۳ وغیرہ میں اور خدا

کا حکم کس نے سنا اس کی تحقیق نمبر ۳ میں ہو چکی ہے۔

”ترجمہ“ (۱۳۲) : ”پھر پایا جائے گا اس کے ہاتھ کے پیالہ شراب لطیف کا سفید مزہ پینے والی واسطے پینے والوں کے نزدیک

ان کے میٹھی ہو گئی نیچے نظر رکھنے والیاں نہ بھورت آنکھوں والیاں گویا کہ وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے۔ کیا پس ہم نہیں مریں گے اور تحقیق لو اب ہمہ غیبروں سے تھا۔ جس وقت ہم نے نجات دی اس کو اور لوگوں اس کے کو اور رب لوگ اور ایک چھپے رہنے والوں سے تھی۔ پھر ہلاک کیا ہم نے اور وہ کو۔“ (سورہ صافات: آیت ۴۲)

سرہی میں ہر پٹے کی چیز کو شراب کہتے ہیں۔ شربت کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے اور غمر انگور کے عجمی ڈکو کہتے ہیں۔ پس جب جنت کی غمر میں نہ نشہ ہوا نہ سرور تو پھر ہو گا کیا؟ جو اس کے ساتھ ہی بتایا۔

www.Only1or3.com

www.OnlyOneOrThree.com

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ

جس کا ترجمہ چذت جی نے نقل کیا ہے ”سفید مزہ دینے والی پینے والوں کیلئے۔“
پس جنت کی شراب کو دنیا کا میٹھا اور لذیذ دودھ سمجھنا چاہئے۔ نمبر ۱۳۰ میں سوامی جی کا منقولہ ترجمہ زیرِ خط دیکھو۔

سماجیو! کہو کیا اعتراض ہے۔ افسوس ہے اس قرآنِ دانی پر اور اس سے بڑھ کر افسوس ہے چذت جی کے سو رکھ چیلوں پر جو اپنے سوامی کی بدنامی دفع کرنے کی بجائے خود اُن کے کلام کو نقل کر کے کبھی پرکھی مار دیا کرتے ہیں۔ جن کی بحث کئی دفع ہو چکی ہے۔ نمبر ۵ وغیرہ دیکھو۔ بائبل کے متعلق نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام بیشک نبی تھے مگر بائبل میں جو کچھ اُن کی نسبت لکھا ہے۔ صحیح نہیں۔ اس کا جواب عیسائیوں سے پوچھو۔ ہم سے نہیں۔ جیسے پرانوں کے جو ابدہ آریہ نہیں دیئے بائبل کے جو ابدہ مسلمان نہیں۔

”بہشیں ہیں بیٹھ رہنے کی کھولے ہوئے واسطے اُن کے دروازے اُن کے گلے کئے ہوئے ہونگے بیچ ان کے منگوادیں گے بیچ ان کے میوے بہت اور پینے کی چیزیں اور نزدیک ان کی ہو گئی بند رکھنے والیاں نظر کو اور طرف سے ہم عمر ہیں سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے۔ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا کافروں سے۔ کہا اے ابلیس کس چیز نے منع کیا تجھ کو یہ کہ سجدہ کرے تو واسطے اُس چیز کے کہ بتایا میں نے ساتھ دونوں ہاتھوں اپنے کے تکبر کیا تو نے یا تھا تو بلند رتبہ والوں سے کہا کہ میں بستر ہوں اس سے پیدا کیا ہے تو جنت مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا ہے اس کو مٹی سے کہا پس نکل ان آسمانوں سے پس تحقیق تو راستہ گیا ہے اور تحقیق اوپر تیرے لعنت ہے میری و ن جزا تک کہا اے پروردگار میرے پس ذلیل دے مجھ کو اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے قہر دے کہا کہ پس تحقیق تو ذلیل ایسے گیوں میں سے ہے و ن اس وقت معلوم تک کہا کہ پس قسم ہے عروہ تیری کی البتہ میں گمراہ کروں گا۔ انکو

(۱۲۳) ترجمہ

اٹھتے۔" (سورہ عن: آیت ۵۱ تا ۵۴-۸۲ء)

(۱۳۳) محقق

اگر وہاں جیسا کہ قرآن میں بائبل یا غیچہ میں مکان وغیرہ لکھے ہیں۔ ویسے ہی ہیں تو وہ نہ ہمیشہ سے تھے اور نہ ہمیشہ رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ جو اتصال سے چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ مرکب ہونے کے پہلے نہ تھیں۔ افعال کے بعد ضرورت رہیں گی۔ جب وہ ہمیشہ میں نہ رہیں گی تو اس میں رہنے والے ہمیشہ کیونکر رہ سکتے ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ گدے ٹکٹے میوے اور پیٹے کی اشیاء وہاں ملیں گی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت مسلمانوں کا مذہب چلا۔ اس وقت عرب کا ملک زیادہ دولت مند تھا۔ اسی واسطے محمد صاحب نے تکیہ وغیرہ کی کمائی سنا کر غریبوں کو اپنے مذہب میں پھنسا لیا اور جہاں عمر تھے ہیں وہاں ہمیشہ آرام کماں ۲۰۰۰ عمر تھے وہاں کماں سے آئی ہے۔ کیا ہمیشہ کی رہنے والی ہیں۔ اگر آئی ہیں تو جائیں گی اور اگر وہیں کی رہنے والی ہیں تو قیامت کے پہلے کیا کرتی ہو گی؟ کیا غمی اپنی عمر گزار رہی ہیں؟ اب دیکھئے خدا کا جلال کہ جس کا حکم اور سب فرشتوں نے تو مانا اور آدم کو سجدہ کیا۔ لیکن شیطان نے نہ مانا۔ اس کا سبب پوچھا اور کہا کہ میں نے اس کو دونوں باتوں سے بتایا ہے۔ تو تکبر مت کر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا خدا وہ ہاتھ والا آدمی تھا۔ پس وہ محیط کل اور قادر خدا ہر گز نہیں اور شیطان نے سچ کہا کہ میں آدم سے افضل ہوں۔ اس پر خدا نے فصد کیوں کیا؟ کیا آسمان ہی میں خدا کا گھر ہے؟ زمین پر نہیں۔ اگر نہیں تو کعبہ پہلے خدا کا گھر کیوں لکھا۔ بھلا خدا اپنی مملکت سے شیطان کو کیسے نکال سکتا ہے؟ کیا ہر ایک جگہ خدا کی نہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کا خدا ہمیشہ کا ہی مالک ہے۔ خدا نے شیطان کو لعنت کی اور قید کر لیا اور شیطان نے کہا اے پروردگار مجھ کو قیامت تک چھوڑ دے۔ خدا نے خوشامد سے قیامت کے دن تک چھوڑ دیا۔ جب شیطان چھوٹا تو خدا سے کہتا ہے کہ اب میں خوب بہکاؤں گا اور غدر مچاؤں گا۔ تب خدا نے کہا کہ جن کو تو بہکائے گا میں ان کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ اور تجھ کو بھی۔ شر قاغور کریں کہ شیطان کو بہکانے والا خدا ہے یا وہ آپ سے آپ گمراہ ہوا۔ اگر خدا نے بہکا یا تو وہ شیطان کا شیطان فحیرہ اگر شیطان خود گمراہ ہوا اور انسان بھی خود گمراہ ہو سکتے ہیں۔ شیطان کی ضرورت نہیں اور اس باغی شیطان کو کھلا چھوڑ دینے سے خدا

بھی اذہم کرنے والا اور شیطان کا ساتھی ثابت ہوتا ہے۔ اگر خدا خود چوری کرنے کی تحریک کرے اور پھر خود ہی سزا دے تو ایسی صورت میں اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے؟

بہشت کی بحث نمبر ۹ میں ہو چکی ہے۔ شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۱۱۱ اور نمبر ۱۳۲ اور حیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۳۳) مدقق

خدا کے ہاتھوں کے وہی معنی ہیں جو بخروید کی عبارت مندرجہ جواب نمبر ۱۳۹ میں خدا کے کلمہ کے معنی ہیں۔ یعنی قدرت کاملہ۔ کیونکہ۔

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں استعارہ ہوتا ہے۔" (ہوم کا سلسلہ ۱۱۰)

بیت اللہ یا خدا کے گھر کا جواب پہلے ہو چکا ہے کہ "بیت" اور "اللہ" میں مترادف مفہوم ہے۔ یعنی بیت عبادۃ اللہ۔ خدا کی عبادت کا گھر۔ باقی تقریر فضول۔ جواب پہلے ملاحظہ ہو۔

"اللہ بخشا ہے کناہ۔ تحقیق وہی ہے بخشے والا مہربان اور زمین ساری معنی میں ہے اس کے دن قیامت

کے اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھ اس کے کے اور چمک جائے گی زمین ساتھ نو پروردگار اپنے کے اور رکھے جائیں گے اٹھائے اور لایا جائے گا و غیروں کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جائے گا۔" (سورہ زمر: آیت ۵۳، ۵۴، ۵۵)

اگر سب گناہوں کو بخشا ہے تو سمجھو کہ تمام دنیا کو بخشا رہتا ہے اور ظالم ہے کیونکہ ایک بد معاش پر

(۱۳۴) محقق

رحم اور بخشش کی جائے تو وہ زیادہ شہادت کرے گا اور بہت شریفوں کو تکلیف پہنچائے گا۔ اگر ذرا بھی گناہ بخشا جائے، تو گناہی گناہ دنیا میں پھیل جائے۔ یا خدا آسمانی مانتہ نور والا ہے؟ اعمال ناسے کہاں جمع رہتے ہیں؟ اور کون لکھتا ہے۔ اگر نیکیوں اور گناہوں کے بحر دے خدا انصاف کرتا ہے تو وہ نہ تو ہمہ دان اور نہ قدرت والا ہے اگر وہ ظلم نہیں کرتا۔ انصاف ہی کرتا ہے تو اعمال کے مطابق کرتا ہو گا۔ وہ اعمال اگلے پچھلے اور موجودہ جنموں کے ہی ہو سکتے ہیں تو پھر بخشاؤ۔ دلوں پر مہربان لکنا چاہیے

نہ کرنا شیطان کے ذریعہ ہلکانا۔ دورہ سپرد رکھنا۔ یہ سب باتیں اس کے انصاف سے بعید ہیں۔

(۱۳۴) **مدقق** : خدا کن کو بخفا ہے نمبر ۲۲-۳۲ وغیرہ میں دیکھو۔

اعمال نامے وہاں رہتے ہیں۔ جہاں زوجوں کو بعد ملتی (نجات) کے رہنے کی آپ بھی اجازت دیتے ہیں فرشتے لکھتے ہیں اور حساب کے وقت بندوں کو دکھایا جاتا ہے اور قیامت کے روز دکھایا جائے گا۔ نمبر ۱۰۳ ملاحظہ ہو۔ کل باتوں کے جواب پہلے آچکے ہیں کہ نمبر ۶۰، ۱۱، ۱۵، ۱ اور ۳۲ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

خدا کے نور کا جواب نمبر ۱۱۳ میں دیکھو۔ چنڈت جی کو تو پانی پلوٹنے کی عادت ہے۔ مگر ہمیں کیا ضرورت کہ وقت ضائع کریں۔

(۱۳۵) **ترجمہ** : ”آئنا کتاب کا اللہ تعالیٰ جاننے والے کی طرف سے ہے۔ بخشنے والا گناہ کا اور قبول کرنے والا توبہ کا

ہے۔“ (سورہ مزہز آیت ۳۱)

(۱۳۵) **محقق** : یہ بات اس واسطے ہے کہ سادہ لوح آدمی اللہ کے نام سے اس کتاب کو قبول کر لیں کہ جس میں تھوڑی

سی سچائی کے علاوہ باقی سب جھوٹ بھرا ہے اور وہ سچائی بھی جھوٹ کے ساتھ مل کر خراب ہو رہی ہے۔ اس لئے قرآن کا خدا اور اس کو ماننے والے گناہ بدھائے والے اور گناہ کرنے والے ہیں۔ کیونکہ گناہ کا منش بھاری اور حرم ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان لوگ گناہ اور فساد کرنے سے کم ڈرتے ہیں۔ (استیعین ماراج)

(۱۳۵) **مدقق** : کیسا پانی ہے وہ منش جس کا اپنا گھر شیشوں کا ہو اور دو سروں پر پتھر پر سائے سنو! ایٹو رہا ان دیتا ہے۔

”میں برہم یعنی دیو کو ظاہر کرتے والا ہوں۔“ (منہر گنگا) سورہ سنی پرتھ صفحہ ۳۲۱-۳۲۲

ساجیو! تم تک ہے کہ ”برہم“ کا نام اس لئے لیا کہ سادہ لوح منش پر پیشور کے نام سے جلد مان لیں گے۔ گناہ بخشنے کا مسد نمبر ۲۲ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔

(۱۳۶) **ترجمہ :** "پس مقرر کیا ان کو سات آسمان بچ دو دن کے اور
 وال دیا بچ ہر آسمان کے کام اس کا۔ یہاں تک کہ

جب جائیں گے اس کے پاس گواہی دیں گے اس پر کان ان کے اور آنکھیں ان کی اور
 چڑے ان کے یہ سب اس کے کہ تھے کرتے اور کہیں گے واسطے چڑوں اپنے کے کیوں
 گواہی دی تم نے اوپر ہمارے کہیں گے وہ کہ بیا یا ہم کو اللہ نے جس نے بیا یا ہر چہ کو۔
 البتہ زندہ کرتے والا ہے مردوں کو۔" (سورہ سجدہ: آیت ۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹)

(۱۳۷) **محقق :** واہ جی واہ مسلمانو! تمہارا خدا جس کو تم قادر مطلق
 مانتے ہو وہ سات آسمانوں کو دو دن میں بنا سکا اور جو

قادر مطلق ہے وہ تو کچھ تمہارے سب کو بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ آنگہ اور چڑے کو خدا نے
 بچان بیا یا ہے۔ وہ گواہی کیونکر دے سکیں گے؟ اگر گواہی دلائے گا تو اس نے پہلے بیان
 کیوں بنائے اگر کوئی کہے کہ وہ اس وقت طاقت عطا کرے گا تو کیا خدا اپنا قانون توڑے گا؟
 ایک اس سے بھی بڑھ کر جھوٹی بات یہ ہے کہ جب روحوں پر گواہی دی تو وہ روحیں
 اپنے اپنے چڑے سے پوچھنے لگیں کہ تو نے ہمارے اوپر گواہی کیوں دی۔ جیسے کوئی نے
 کہ عقیرہ کے بیٹے کا منہ میں نے دیکھا۔ اگر بیٹا ہے تو عقیرہ کیونکر ہوئی۔ اگر عقیرہ ہے تو اس
 کے ہاں بیٹا ہو نہ ہی غیر ممکن ہے۔ اس قسم کی یہ بھی جھوٹ بات ہے۔ اگر وہ مردوں کو
 زندہ کرے تو پہلے مارا ہی کیوں کیا آپ بھی مردہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہو سکتا
 تو مرنا ہر ایکوں بھٹا ہے؟ اور قیامت کی رات تک مردہ روحیں کس مسلمان کے گھر
 میں رہیں گی اور ان کو خدا نے دورہ سپرد بلا قصور کیوں کر رکھا ہے؟ فوراً انصاف کیوں
 نہیں کیا؟ ایسی ایسی باتوں سے خدا کی خدائی میں نہ لگتا ہے۔

(۱۳۸) **مدقق :** واہ جی سماجیو! تمہارا سوامی مرشی الہامی کتابوں کے
 محاوروں سے ایسا ناواقف ہے۔ جیسا کوئی دیانندی

بڑے گوشت کے بھاؤ سے۔ آسمانوں کی پیدائش کا بیان نمبر ۸۸ میں دیکھو۔ اعضاء کی
 شہادت کا جواب خود آپ ہی نے دیدیا کہ وہاں ان کو قوت عطا ہوگی۔ البتہ خلاف
 قانون باتوں کا جواب نمبر ۱۴۹ وغیرہ میں ہے۔

ہاں یہ خوب کہی کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو مار رہی کیوں ہے؟ یہ ایسا سوال ہے کہ جی میں آتا تھا کہ اپنے ملحق دوستوں کو خوش کرنے کے لئے اس کا جواب نہ دینا۔ تاکہ وہ نہ سمجھیں کہ ہمارے گرد کے کل سوال اگرچہ ودیہ علم سے غالی ہیں۔ مگر یہ سوال تو ضرور معقول ہے۔ جو جواب نہیں دیا۔ اس لئے مختصر سی گزارش کئے دیتے ہیں۔ کہ مردوں کو زندہ اس لئے کرتے تاکہ ان کو اعمال کا پورا پورا بدلہ دے۔

ستوا! قرآن شریف ملاحظہ فرمائیے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ آتَاكَ﴾ ہر نفس کو پورا پورا بدلہ ملے اقامت کا مضمون نمبر ۵ اور غیرہ میں دیکھو۔ البتہ یہ بڑا ہی ادق اور لائیکل سوال ہے کہ خدا آپ بھی مردہ ہو سکتا ہے۔ نمبر ۷۳ ملاحظہ ہو۔ باقی اعتراضوں کے جواب کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔

(۱۳۷) **ترجمہ:** ”واسطے اسکے ہیں کھجیاں آسمانوں کی اور زمین کی کشادہ کرتا ہے رزق واسطے جس کے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جو کچھ چاہے دیتا ہے۔ جس کو چاہے بیٹیاں اور دیتا ہے جس کو چاہے بیٹے۔ یا ملا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں اور دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ اور نہیں ہے طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے اللہ مگر جی میں ڈالنے کر یا پیچھے پردے کے سے یا فرشتہ بھیجے پیغام لانے والا۔“ (سورہ شوریٰ: آیت ۱۱۷-۱۲۸)

(۱۳۷) **محقق:** خدا کے پاس کنبیوں کا خزانہ بھرا ہوا ہو گا؟ کیونکہ سب جگہوں کے نکل نکلے پڑتے ہوئے۔ یہ لڑکیں کی بات ہے کہ جس کو چاہتا ہے اس کا بیٹا نکو و بد احوال کے رزق کشادہ یا تنگ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ غیر مصنف ہے اور دیکھئے مصنف قرآن کی چالاکی کہ جس سے عورتیں بھی فریفتہ ہو کر رہیں۔ اگر جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو وہ سرے خدا کو بھی پیدا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا تو مطلق قدرت کیا یہاں تک جتنی؟ ملاحظہ فرمائیے کہ جس کو چاہے خدا بیٹے بیٹیاں دیتا ہے۔ لیکن مرغ، مچھلی، سورہ وغیرہ جن کے بہت سے بیٹے بیٹیاں ہوتے ہیں ان کو کون دیتا ہے؟ اور مرد عورت کے ہم سفر ہوئے بغیر کیوں نہیں دیتا۔ کسی کو اپنی مرضی سے بانجھ رکھ کر دکھ کیوں دیتا ہے؟ واؤ کیا خدا احوال والا

ہے کہ اس کے سامنے کوئی بھی بات نہیں کر سکتا۔ لیکن اس نے پہلے کہا ہے کہ پر وہ ذوال
کریات کر سکتا ہے اور فرشتے خدا سے بات کر سکتے ہیں یا پیغمبر۔ اگر ایسی بات ہے تو فرشتے
اور پیغمبر خوب اپنا مطلب نکالتے ہوئے اگر کوئی کہے کہ خدا ہمہ دان محیط کل ہے تو پر وہ
ال کریات کرنا یا ذالک کی مانند خبر منگ کر جاننا فضول ٹھہرتا ہے اور اگر ایسا ہے تو وہ خدا
کی نہیں بلکہ کوئی چالاک آدمی ہو گا۔ اس واسطے یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا ہرگز نہیں
ہو سکتا۔

۱۳۷) مدقق : ساجیو! ابھی تک سوامی کے ناشتک (دہریہ) ہونے
میں کچھ شبہ ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کی ذات اور

صفات کے متعلق ان کو وہی شبہات ہوتے ہیں جو ان بے ایمانوں (دہریوں) کو ہوا
کرتے ہیں۔ اس نہر کا جواب ہم کبھی بھی نہ دیتے۔ کیونکہ کوئی آشک (خدا کا قائل)
ایسے سوال نہیں کیا کرتا۔ مگر بایں خیال کہ شاید ہمارا ہی خیال صحیح ہو (خدا اگرے صحیح نہ
ہو) کہ پنڈت جی ناشتک ہیں۔

کھیاں خدا کے قبضے میں ہونے سے وہی مراد ہے۔ جو رگوید میں پر میثور کا پرمان
ہے سنو!

"ہم اس پر میثور کو جو تمام دنیا کا جانے والا ساکن و متحرک کائنات کا مالک متعل کل کو
روشن و منور کرنے والا ہے۔ اپنی طاقت کیلئے بدھو کرتے ہیں۔" (رگوید اشک ۱)
اور ہیا ۶ اور گ ۱۵ منتر ۵)

پس آیت زیر بحث کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا سب کائنات کا مالک ہے۔ کیونکہ
عرب کا بلکہ سب ملکوں کا محاورہ ہے کہ فلا نے کے ہاتھ میں فلا نے کی کٹی ہے۔ یعنی وہ اس پر
ایسا تصرف رکھتا ہے۔ جیسے مالک کو ہوتا ہے۔

چونکہ تاج باطل ہے (دیکھو نمبر ۱۲) اس لئے جو کچھ خدا دیتا ہے محض اپنی مہربانی
اور فضل سے دیتا ہے اور جو چیز جس کو نہیں دیتا اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے۔ کیونکہ وہ
متعل کل ہے۔

ہاں یہ خوب کہی کہ "جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو دوسرے خدا کو بھی پیدا
کر سکتا ہے۔" ٹھیک اسی طرح کسی بے سمجھ منور کہ نے پنڈت جی پر سوال کیا تھا اس کا غصہ

اس آیت میں قرآن شریف نے ہمیں اس اصول تک پہنچایا ہے کہ جو چیز دوسرے سے اثر قبول کرے اور اس سے منفعل ہو جائے وہ الوہیت کے قابل نہیں ہیں جس قدر اس میں کھسکاؤں کے جواب میں سوائی جی نے خدا کی شان کے خلاف باتیں کی ہیں یا آیت قرآنی پر سوال کئے ہیں۔ سب کا جواب یہی ہے کہ یہ امور سب کے سب ایسے ہیں کہ ان سے ذات باری بجل جلالہ کا منفعل اور متاثر ہو گا لازم آتا ہے اس لئے یہ امور اپنی ذات میں مرثا وغیرہ اسب محال ہیں۔

ناظرین! چذت جی کے اس لفظ بلا سوال سے ہمیں ایک حکایت یاد آتی ہے۔
جس سے آپ لوگوں کو بھی دلچسپی ہو گی۔ ایک چذت جی شاید ہمارے سوائی جی کے چیلے تھے کسی راجہ کے پاس مدت سے ملازم تھے۔ وطن مالوف میں جانے کا مدت تک اتفاق نہ ہوا۔ آخر ان کی استری الادی انے ایک تہوج ان کو بلانے کی سوچ کر خط لکھا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا راج کی استری راضی ہو گئی۔ جس طرح وہ سکے جلد ہی تشریف لا کر گھر کا انتظام کیجئے چذت جی تو ایسے مبہوت ہوئے اور سر کے بال تو پتے ہوئے ڈیرے پر آئے۔ نہایت غم و الم میں سر پیچھے ڈالے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن پر ارٹھنا کر رہے ہیں مارا راج! خیر اخیر آو ہے؟ چذت جی نہایت برا فروخت ہو کر بولے۔ ہاں صاحب! جس پر کڑا رہی ہے وہی جانتا ہے۔ تمہیں کیا؟ آخر مارا راج! کہنے تو سہی بات کیا ہے؟ چذت جی نے کہا نہایت غم کی بات ہے۔ آج گھر سے ساچار آؤں گی لایا ہے کہ مہرانی (چذت جی کی بیوی) راضی ہو گئی۔ دوستوں نے ایک فرمائشی قلم لکھا کہ ہمارا راج! آپ کی زندگی میں وہ کیسے راضی ہو گئی۔ اسنے پر چذت جی کو بھی ہوش آیا تو بولے۔

تم بھی کہتے ہو سچ اسے بھائی

پہلے گھر سے آیا ہے معتبر بھائی

یہی حال ہمارے سوائی دیواندگی کا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ دوسرے خدا کو پیارا کر سکتا ہے؟ اور یہ نہیں جانتے کہ جس خدا کا خدا پیدا کر لگا وہ تو حادث ہو گا اور خدا کی کیلئے تو قدیم ہونا ضروری ہے۔ مخلوق کسی خالق کے وجود پر پہنچ سکتی ہے؟ اصل پوچھو تو چذت جی بھی معذور ہیں۔ قرآن شریف تو پڑھا نہیں کہ انہیں ایسے باریک مساکل پر اظہار

ہوتی

ساجیو! سنو! قرآن مشرکوں کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ

ترجمہ "یعنی تمہارے مسموعی معبود کچھ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود بنے ہوئے ہیں۔"

جس سے اس نتیجہ پر پہنچایا منظور ہے۔ جس کا ہم نے ذکر کیا کہ مخلوق کبھی خدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ مخلوق حادث اور خدا اقدیم ہے۔

سوامی جی کی طرح لٹھ مار سوال کرنے کو ہمیں بھی گنجائش ہے۔ اگر یہ کام جن کا ذکر سوامی جی نے سائل کے جواب میں کیا ہے۔ جن کو ہم نے نقل کیا ہے۔ پر مشور نہیں کر سکتا تو سرب شکتی مان کی مطلق قدرت کیا یہاں پر اٹک گئی؟ کسی دید منتر سے جواب

دیتا۔

ہاں مرثی، پھلی کا خوب ذکر کیا۔ شاید کھانے کو جی چاہتا ہو گا۔ ورنہ موقع تو کوئی نہ تھا جس کا جواب مختصر یہ ہے کہ آیت میں آدمیوں کا ذکر ہی نہیں۔ دیکھو ترجمہ زیر خط

ساجیو! انصاف سے کہنا کہ ہم اس کئے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟

"خن شناس نہ دلبر اخطا۔ بنجاست"

ہاں اس بات کا جواب آپ ہی دیں کہ مرد و عورت کے ہم ہوتے بغیر کیوں نہیں دیتا؟

ساجیو! برا نہ مانیو۔ ہمارے یہ کسی آٹک خدا کے قائل کا سوال ہے؟ بعینہ بھی سوال آریں! بھنگے قلب امرت سر میں خدا کی ہستی پر بحث کرتے ہوئے ایک دہریہ نے کیا تھا۔ کہ اگر خدا ہے تو کیا اسکی مرانی ہے کہ عورت اس تخلیق سے بچہ جنیتی ہے کہ الامان بغیر ایسے ملاپ کے کیوں تو والد و نسل نہیں ہوتا۔ جس کا جواب میں نے دیا تھا کہ پوری حکمت تو اس کی وہی جانتا ہے۔ مگر ہمیں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اگر بغیر ملاپ کے بچہ پیدا ہوتا تو اس کی پرورش کا کوئی ذمہ دار نہ ہوتا۔ کیونکہ اس سے کسی کو خاص محبت ہی نہ ہوتی

اس میرے جواب کو یہ جان ساری نے بہت پسند کیا تھا۔ مگر اس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ اصل میں پوچھے ہوئے کے سوال اور اصل سوالی جی ہی کا ایسا ہے۔ ورنہ یہ وہاں بھی عجیب سا سوال نہ ہو گا۔ یہ سب سے پہلے ہی کہ اتنی بھی خبر نہیں کہ میں اس وقت اسلام پر متحول ہونے میں تھکا ہوا تھا۔ یہ سب سے پہلے ہی کہ مجھے یہ بھی وہی سوال تھا۔ یہ سب سے پہلے ہی کہ اس کا جواب ہے۔ یہ اس کا درست جواب ہے۔

یہ سب سے پہلے ہی کہ اس کے متعلق جو اب خود اسی آیت میں سمجھائی جا رہا ہے۔ مگر یہ سب سے پہلے ہی کہ اس کو نقل کرتے سنو!

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

”اِنَّ عِدَّةَ الْاَشْهُارِ اثْنَا عَشَرَ مَوْسِمًا“

ترجمہ: ”تحقیق خدا اپنے سے علم والا ہونے کی مدت دواہ ہے۔“

تاریخ کے بھٹان کے بعد اس سے عہدہ جواب ہو تو ہمارے بھی اس پر دستخط کرالو۔
 ایک غیر اپنا مطلب نکالتے ہیں کیا معنی؟ یعنی خدا ان کے اخلاص اور صفائی قلب کی وجہ سے ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ یہ کچھ انہی کا خاصہ نہیں جو کوئی اس کا بہرہ و سب کی سزا اور مناسب حکمت سوال پورا بھی کرتا ہے۔ ستوا خدا فرماتا ہے۔

”اُجِبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا“

ترجمہ: ”میں دعاگو کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔“

خدا کا محیط کل ہونا آپ کے معنی میں ہمیں مسلم نہیں دیکھو (نمبر ۱۳۷)

”اور جب آیا جیسی ساتھ دلیلوں ظاہر ہے۔“ (سورہ زخرف آیت ۵۵)

ترجمہ: (۱۳۸)

اگر جیسی بھی خدا کا بھیجا ہوا ہے تو اس کی تعلیم کے برخلاف خدا نے قرآن کیوں بتا دیا اور قرآن کے

محقق: (۱۳۸)

برخلاف انجیل ہے۔ اس لئے یہ کتابیں خدا کی بتائی ہوئی نہیں ہیں۔
 (نمبر ۵ وغیرہ دیکھیں)

مدقق: (۱۳۸)

”پڑھو اس کو پس تمہیں اس کو پتہ چلے گا۔“ (سورہ زخرف آیت ۵۵)

ترجمہ: (۱۳۹)

جاء مٹی سے گدج لکھتا ہے ہوڑ سے ہمار
گو یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں کہ جو ہستی خدا کے رسول کی جنگ عزت کر کے
نکال دے وہ مستوجبِ بلاست ہو۔ مگر اس تو یہ مطلب ہی نہیں کیا جس پاپی نے سوامی جی
کو زہر دیکر مارا وہ سزا پائے گا۔

(۱۳۱) **ترجمہ** : "جس وقت بلائی جائے گی زمین بلائے جائے گا اور
اوڑائے جائیں گے پھاڑ اوڑائے جائے کر۔ پس ہو
جائیں گے بھٹکے پر اگندہ۔ پس صاحبِ داہنی طرف کے کیا ہیں صاحبِ داہنی طرف کے
اور بائیں طرف والے کیا ہیں بائیں طرف کے اور پر پٹک سونے کے تاروں سے بنے
ہونے کے ہیں۔ نکلیے گئے ہونے اور ان کے آسنے سامنے اور پھرین گئے اور ان کے
لڑکے بیٹے رہنے والے ساتھ آنوروں کے اور آفتابوں کے پیالوں کے شراب صاف
سے۔ نہیں سرو کھائے جائیں گے اس سے اور نہ بیچ بھالیں گے اور جمع ہے اس قسم کے
کہ پسند کریں اور گوشت جانوروں اور پرندوں کے اس قسم سے کہ چاہیں گے اور
واسطے ان کے عورتیں ہیں گوری بڑی آنکھوں والیاں مانند موتیوں پھپھائے ہوئے
کے اور پچھونے بلند تحقیق پیدا کیا ہم نے عورتوں ان کی کو پیدا کرنا پس کیا ہے ہم نے
ان کو پاکرہ خاوند والیاں ہم عمر واسطے داہنی طرف والوں کے۔ پس بھرنے والے ہو
اس سے پٹنوں کو۔ پس قسم کھاتا ہوں میں ساتھ گرنے تاروں کے۔" (سورہ واقعہ)
آیت ۴۵ تا ۵۳

(۱۳۱) **محقق** : اب دیکھئے مصنف قرآن کی کار سازی بھلا زمین تو ہلتی
رہتی ہے۔ اس وقت بھی ہلتی رہے گی۔ اس سے یہ
حاجت ہوتا ہے کہ مصنف قرآن زمین کو ساکن جانتا تھا۔ بھلا پھاڑوں کو کیا مثل پرند کے
اڑائے گا؟ اگر بھٹکے ہو جائیں گے تو پھر بھی لطیف جسم والے رہیں گے۔ تو پھر ان کا
دوسرا جہم کیوں نہیں؟ واپسی؟ اگر خدا مجسم نہ ہوتا تو اس کے دائیں طرف اور بائیں
طرف کیونکر کھڑے ہو سکتے؟ جب وہاں پٹک سونے کی تاروں سے بنے ہوئے ہیں تو
بڑھتی۔ سنار بھی وہاں رہتے ہوئے اور کھٹل کانتے ہوئے اور ان کو رات کو بھی نہیں

سوئے ویسے ہو گئے۔ کیا وہ کلیہ لگا کر بہشت میں بیٹھے رہتے ہیں یا کچھ کام بھی کرتے ہیں؟ اگر بیٹھے ہی رہتے ہو گئے تو ان کو کھانا ہضم نہ ہونے سے وہ بیمار ہو کر جلد ہی مر بھی جاتے ہوں گی اور اگر کام کیا کرتے ہوں گے تو جیسی محنت مزدوری یہاں کرتے ہیں ویسے ہی وہاں محنت کر کے گزر رہتے ہو گئے۔ پھر یہاں سے وہاں بہشت میں زیادہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اگر وہاں لڑکے بیٹھ رہتے ہیں تو ان کے ماں باپ بھی رہتے ہو گئے اور ساس سسر بھی ہو گئے۔ تب تو بڑا بھاری شہریت ہو گا اور بول و بداز کی بدبو کے باعث بیماریاں بھی بہت سی ہوتی ہو گی۔ کیونکہ جب میوے کھائیں گے۔ گلاسوں میں پانی پیئیں گے اور پیالوں سے شراب پیئیں گے تو کیا ان کا سر نہ دھوئے گا اور کیا کوئی بے جا نہ بولے گا؟ خوب میوے اور جانوروں اور پرندوں کے گوشت بھی کھائیں گے۔ تب تو طرح طرح کی تحلیفات ہو گی اور جب وہاں پرندہ اور چرند ہوں گے تو خونریزی بھی ہوتی ہو گی اور استخوان جہاں تھماں بکھری پڑی ہو گی اور قصایوں کی روکائیں بھی ہو گی۔ واہ کیا کتنا اچھے بہشت کی تعریف کرو وہ ملک عرب سے بڑھ کر نظر آتی ہے !!! اور اگر شراب کباب پی کھا کر مست ہوتے ہیں تو حور و غلمان بھی وہاں ضرور رہنے چاہئیں۔ تمہیں تو ایسے نشہ باز سر میں گرمی چڑھ جانے سے پاگل ہو جائیں گے بہت عورتوں کے بیٹھنے سونے کیلئے ضروری بچھونے بڑے بڑے چاہئیں۔ جب خدا باکرہ عورتوں کو بہشت میں پیدا کرتا ہے تب ہی تو کنوارے لڑکوں کو بھی پیدا کرتا ہے۔ بھلا باکرہ عورتوں کا بیاہ تو یہاں سے امیدوار ہو کر گئے ہیں ان کے ساتھ خدا نے لکھا۔ لیکن ہمیشہ رہنے والے لڑکوں کا کسی بھی باکرہ عورت کے ساتھ بیاہ ہونا نہ لکھا تو کیا وہ بھی انہیں امیدواروں کے ساتھ مثل باکرہ عورتوں کے دیئے جائیں گے اس کا قاعدہ کچھ بھی نہ لکھا۔ یہ خدا کی بڑی بھول کیوں ہو گئی اگر ہم عمروالی ساکن عورتیں خاوندوں کو پا کر بہشت میں رہتی ہیں تو تھیک نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں سے مردوں کی عمرو و کنی و حافی گنا چاہئے۔ یہ تو مسلمانوں کے بہشت کی کہانی ہے اور دوزخ والے تھوہر کے درختوں کو کھا کر پیٹ بھریں گے تو خاردار درخت بھی دوزخ میں ہو گئے اور خار بھی لگتے ہو گئے اور گرم پانی کا جھاڑ وغیرہ دوزخ میں پائیں گے۔ قسم لاکھا نا کہ دوزخ کو کا کام ہے راستبازوں کا نہیں اگر خدا بھی

تم کھانا ہے تو وہ بھی جھوٹ سے بری نہیں ہو سکتا۔

(۱۴۱) مدقق :

بھولے سوامی جی! جس بات کو آدمی نہ سمجھے اس کا علاج یہ ہے کہ کسی ودوان (عالم) سے پوچھ لے نہ کہ من گھڑت سوال کر کے وہ انہوں میں دلیل ہو زمین کے پٹے کا جو اب نمبر ۱۱۰ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔

پنڈت جی! ادا ہوا ہاتھ لوگوں کا مراد ہے نہ کہ خدا کا سنو! قرآن خود بتاتا ہے۔
 اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابًا بِمِثْلِهِ فَيَقُولُ هَذَا مَا اَقْرَبُ كِتَابِيہ
 ترجمہ "جس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پرچہ ملے گا۔ وہ دوستوں سے کہے گا آدمیرا پرچہ پرچہ جو۔"

عجب ہے یہی ترجمہ سوامی جی خود نمبر ۱۳۵ میں نقل کر چکے ہیں۔ ناظرین نمبر ۱۳۵ کو ر میں زیر خط عبارت ملاحظہ فرمائیں۔
 کہنے آگے پیچھے کون دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟ ہاں خوب کہی کہ "سنو اور کھٹل وغیرہ بھی ہوتے۔"

ہاں بیشک ہوتے لیکن کافروں ہی سے اگر یہ کام خدا لے لے تو کوئی حرج کی بات نہیں انہیں کو اس بیگار میں پھنساے یا خدا محض اپنی قدرت سے سب علماں راحت دیا کر دے۔ سنو!

"پر میثور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بنا کر اور قابو رکھتا ہے۔" (ستیا رتھ صفحہ ۳۳ باب ۷)
 بہشت میں اہل بہشت صمد بے مش و عشرت کے علاوہ اوقات یاد الہی میں گزاریں گے۔ ہاں مجھے یاد آیا کہ نبو (روح الہی) نجات آپا کر پر میثور کے اندر بنو چلا جاتا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

"ہم اللہ اہر یگد بھرچو رہے اس میں کت جیو بے روک لوگ و گمان (معرفت) اور آند کے ساتھ پھرتا ہے۔" (ستیا رتھ، کاش صفحہ ۳۱۲ باب ۷ نمبر ۱۱)
 خدا کے اندر جاتا ہے۔ خدا کو کوئی کوٹھا ہے یا کالا ب ہے؟ جا کر وہاں بیگا رہیٹھا رہتا ہو گا تو اس کا بھی جی آکنا جاتا ہو گا۔ کیا خوب سوال ہے کہ پنڈت جی بہشت کو بڑا شہر سمجھتے

ہیں۔ سو امی بی! سنے ہم آپ کو اس کی لمبائی پوچھا کرتے ہیں۔ لیکن دو مینڈکوں کی گفتگو سے ہمیں خطرہ ہے۔ ایک کنوئیں میں دریا کا مینڈک آپنا اتھکنوئیں کے مینڈک نے اس سے پوچھا کہ دریا کتنا ہوتا ہے۔ وہ بولا بہت بڑا۔ کنوئیں کے مینڈک نے ایک غوطہ لگا کر کنوئیں کا نصف پانی نکال دیا اور پوچھا کہ اتنا؟ وہ بولا کہ اس سے بھی زیادہ آخر کنوئیں والے مینڈک نے سارا پانی پورا کیا اور پوچھا کہ اتنا؟ اس نے کہا اتنا حق ہے۔ دریا اتنے ہوتے ہیں؟ کنوئیں کے مینڈک نے کہا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر پانی کہیں تمام دنیا بھر میں نہ ہو گا۔ سو اگر سو امی بی ہم پر اعتراض نہ کریں تو ہم ان کو قتل کرتے ہیں۔ سنو!

عَرْضِهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ

ترجمہ "ہست کی صرف پوڑائی تمام آسمانوں اور موبوں دو زمینوں جتنی ہو گی۔"

مکمل اور بول ویران کا اسی جواب یہ ہے کہ وہاں ہونگے ہی نہیں کیونکہ وہاں کا قانون ہی اور ہے۔ آپ نے کسی دلیل سے اس کا رد نہیں کیا۔ سوائے تیسروں میں "فصل جواب دیجھو۔" "یہودیہ کو اس کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوتا۔" اختیار شدہ پر کاش صفحہ ۱۳۵۰ بہشت کا مضمون بھی دفعہ ہو چکا ہے۔ گزشتہ فیہر ملاحظہ ہوں۔

"تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ان لوگوں کو کہ لڑتے ہیں بچہ راہ اس کے کے۔" (سورہ صاف: آیت ۴)

وہ ٹھیک ہے ایسی ایسی ٹھیک باتوں کی ہدایت کر کے بچہ راہ ملک عرب کے باشندوں کو سب سے لڑا

دشمن بنا کر باہم تکلیف دلائی اور مذہب کا جھنڈا بلند کر کے لڑائی پھیلائی۔ ایسے کو کوئی عقل مند خدا بھی نہیں مان سکتا جو قوم میں فساد برپا کرے۔ وہی سب کو تکلیف دہ ہوتا ہے۔

مدقق (۱۳۴) : "سورہ صاف ۱۳۴ ملاحظہ ہوں۔ آج پوچھو تو آپ سے زیادہ ہم نے فساد پھیلایا تا حق بے گنجی سے ویڈیوں کا شٹ کیا۔ جلا

ویڈیوں پر تو کوئی حق شیعہ ہو گا۔ قرآن اور بائبل سے یوں ہی منہ آنے لگے۔

(۱۳۳) **ترجمہ :** "اے نبی کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو کہ طلاق کی

خدا اے وہاں سے ہے چاہتا ہے تو رسامندی بیویوں
اپنی کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ شباب ہے یہ وردگار اس کا اگر طلاق دے تم کو
یہ کہ بدل دیں اس کو بھی یاں ہم تم سے مسلمان عورتیں ایمان والیاں فرمانبرداری
کرنے والیاں تو یہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں خاوند
دیکھی ہوئیاں اور بن دیکھی ہوئیاں۔" (۳۰ روہ تحریم، آیت ۱۵۴)

(۱۳۳) **محقق :** غور سے سوچنا چاہئے کہ خدا کیا ہوا۔ محمد صاحب کے

گھر کا اندرونی اور بیرونی انتظام کرنے والا ملازم
طہیر ۱۔ پہلی آیت پر دو کہانیاں ہیں ایک تو یہ کہ محمد صاحب کو شہد کا شربت پسند تھا اور ان
کی کئی بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک کے گھر پہنچنے لگے تو یہ بات دو سری بیویوں کو ناگوار
گزر رہی۔ اس کے کہنے سننے کے بعد محمد صاحب قسم کھا گئے کہ ہم نہ پیئیں گے۔ دو سری یہ
کہ ان کی کئی بیویوں میں سے ایک کی باری تھی۔ اس کے یہاں رات کو گئے تو وہاں نہ
تھی۔ اپنے باپ کے یہاں گئی تھی۔ محمد صاحب نے ایک لونڈی یعنی کنیر بلا کر کپاک کیا۔
جب یہی کو اس کی خبر ملی تو ناراض ہو گئی۔ تب محمد صاحب نے قسم کھائی کہ میں ایسا نہ
کروں گا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم نے کسی سے یہ بات مت کہنی۔ بیوی نے منظور کیا کہ نہ
کہوں گی۔ پھر انہوں نے دو سری بیوی سے جا کر کہا۔ اس پر یہ آیت خدا اے اتاری کہ
جس چیز کو ہم نے تیرے اوپر طلاق کیا۔ اس کو تو حرام کیوں کرتا ہے عقلمند لوگ غور کریں
کہ بھلا کیسے خدا بھی کسی کے گھر کا فیصلہ کرتا پھر تا ہے؟ اور محمد صاحب کا چال چلن ان
باتوں سے ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ وہ کئی عورتوں کو رکھے وہ خدا کا عابد یا پیغمبر کیونکر ہو سکتا
ہے؟ اور جو ایک عورت کی طرف داری سے بے آبروئی کرے اور دو سری کی عزت
کرے تو وہ طرف دار ہو کر گنہگار کیوں نہ ہو گا؟ اور جو کئی عورتوں سے بھی سہری نہ
پا کر خیروں کے ساتھ چلے اس کے نزدیک شرم خوف اور دھرم کیونکر پیشک ہو سکتا ہے
کسی نے کہا ہے جو زانی آئی ہیں ان کو نکاح سے آریا شرم نہیں آتی ان کا خدا ابھی محمد
صاحب کی بیویوں اور پیغمبر کے جگر سے فیصلہ کرنے میں گویا سرخ آغلاٹ اٹاتا ہے۔ اب

صاحبان عقل غور کریں کہ یہ قرآن عالم یا خدا کا بنایا ہوا ہے یا کسی جاہل خود غرض کا۔ اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب سے اوس کی کوئی بیوی ناراض ہو گئی ہوگی۔ اس پر خدا نے یہ آیت اتار کر اس کو دھمکایا ہو گا کہ اگر تو گڑبڑ کرے گی اور محمد صاحب تجھے طلاق دے دیں گے تو ان کو ان کا خدا تجھ سے اچھی بیویاں دے گا کہ جو خاوند سے نہ ملی ہوں جس آدمی کو ذرا سی عقل ہے وہ غور کر سکتا ہے کہ یہ خدا کے کام ہیں یا اپنی مطلب پراری کے واسطے خدا کی طرف سے محمد صاحب کہہ دیتے تھے۔ جو لوگ خدا ہی کی طرف لگاتے ہیں۔ ان کو ہم تو کیا سب عقل مند لوگ ہی کہیں گے کہ خدا کیا ٹھیکرا۔ گو یا محمد صاحب کے لئے بیویاں لانے والا نائی ٹھیکرا۔

(۱۴۴) **مدقق :** احکام خانہ داری بخلائے سے خدا اطلاع دیا تو کر ٹھیکرا ہے تو پر مشورہ کا پرمان سنو!

"اے بھائی! اے مرد عورت! تم دونوں رات کہاں ٹھیکرے تھے اور دن تم نے کہاں بسر کیا تھا۔ تم نے کہا نا وغیرہ کہاں کہاں تھا؟ تسارہ وطن کہاں ہے۔ جس طرح یہ عورت اپنے بیوی اور دوسرے خاوند کے ساتھ شب بیاہتی ہوتی ہے۔ یا جس طرح یہ مرد اپنی بیویاں بہت عورت کے ساتھ دولا، کیلئے بیاہتا ہے۔ اسی طرح تم کہاں شب بیاہتے تھے۔" (رگوید اشک ۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰)

اور سنو!

"اے یہ عورت تو اپنے اصلی خاوند کے مرنے پر کسی ایسے مرد کو بطریق نیوگ خاوند قبول کر۔ جس کی بیویاں عورت بہت تھیں ہو اور اس طرح اولاد پیدا کر کے سکھ حاصل کر۔" (رگوید منوال ۱۰، ۱۸، ۱۹، ۲۰)

اور سنو!

"اے بیوی اور دوسرے خاوند کی خدمت کرنے والی عورت اور بیویاں ہوئے خاوند کی فرمانبرداری کی تم تک اور صاف والی ہو تو گھر کے کاروبار میں عموماً اصول پر عمل کر اور اپنے پالے ہوئے جانوروں کی حفاظت کر اور عہدہ کمال اور خوبی اور علم و تربیت حاصل کر کے طاقتور اولاد پیدا کر اور بیٹہ اولاد میں مستعد رہ۔ اسے نیوگم کے ذریعہ سے دوسرے کی خواہش کرنے والی تو ہمیشہ سکھ دینے والی ہو کر گھر میں ہونا وغیرہ کی آگ کا استعمال اور تمام خانہ داری کے کاروبار کو دل لگا کر بڑی احتیاط سے

کر۔ " اور غزوہ کا لڑا ۱۳؎ اور داک ۲؎ (ستر ۱۸)

سپیشل ڈیوٹی :

کی بابت بھی وید کی ہدایت سنو

"اے انسانو! جس طرح زبان سے لڑتے حاصل کی جاتی ہے اسی طرح پڑھی لکھی عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے غلام کے خواہشات اعضاء کے ساتھ اپنے اعضاء کو ملائے اور ایک آرام دہ صورت میں ہو کر سر کے ساتھ سر اور منہ کے ساتھ منہ کو پاک کرے۔ اسی طرح دونوں بیوی غلام کو ملاپ کیا کریں جس مرد کا ذکر صحیح سالم ہوتا ہے جو بڑے زور سے یہ فعل انجام کرنے والا ہو۔ اسی کو چاہئے کہ وہ یہ سب کچھ ایسے طریقہ سے کرے جس سے نہ صرف راحت حاصل ہو بلکہ اولاد پیدا کرنے کا بھی باعث ہو۔ (بخاری باب ۱۵، ستر ۱۸۸)

سماجی مترو! یہ وید ہے یا کوک شاستر؟

پس اسی طرح تیس تیس توہ توہ ایسے غیر مذہب نہیں بلکہ نہایت حیا اور تہذیب سے اس آیت میں خدا نے پیغمبر صاحب کی بیویوں کو ہدایت فرمائی ہے۔

اصل یہ ہے کہ پیغمبر صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی بیوی نے شہ پینے پر کہا کہ آپ کے منہ مبارک سے بو آتی ہے چنانچہ چڑت جی نے اس کو نقل کیا ہے اور یہی روایت صحیح ہے اس پر آپ نے شہ کا پینا چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی نہ بچ اٹھا۔ مگر چونکہ نبی کا کام امت کیلئے دلیل اور سنت ہوتا ہے اس لئے خطرہ تھا کہ بعد آپ کے تمام لوگ اس طرح حلال چیزوں کو حرام کر لیں تو گویا ایک مذہبی مسئلہ بن جاتا۔ اس لئے خدا نے یہ حکم نازل فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں کی خوشی یہاں تک نہ چاہئے کہ حلال چیزوں کو حرام سمجھنے لگو۔ ہر ایک چیز کی حد ہے۔ ایسا نہ کرو۔ بلکہ اپنی قسم کا کفارہ دیکر بدستور حلال چیز کو کھلو بیو۔

ہاں اگر آپ کو یہ اعتراض سامنے آئے کہ بیویوں کی خوشی پیغمبر صاحب کو ایسی کیوں ضروری ہوئی کہ یہاں تک نوہت پہنچی تو سنو!

"جس نساء میں عورت سے غلام اور غلام سے عورت اچھی طرح خوش رہے جن اسی خانہ النہ میں کلی خوشی تھی اور اقبال مندی سے قیام کرتی ہے۔ جہاں شہ و شہر رہتا ہے۔ وہاں بد بختی اور اعلانِ ذیہود ہوتا ہے۔" (ستیا رتھ پر کاشی ص ۱۲۳)

باب ۱۴ نمبر ۱۴

باقی تعداد ازواج کے متعلق سوال کا جواب نمبر ۱۲ میں ملاحظہ ہو۔

افسوس کہ پنڈت جی کو باوجود صد تلاش کے پیغمبر صاحب کی سوانح عمری میں ایک واقعہ بھی ایسا نہ ملا جسے دامادوں کے سامنے پیش کر سکتے۔ ہمیں بھی سوامی جی کی اس ناکامی پر افسوس ہے۔ لہذا ہم ان کے اور ان کی سماج کے اس فم اور افسوس میں شریک حال ہیں اور ہمدردی کرتے ہیں۔ صرف یہی ایک واقعہ ملتا ہے کہ آپ بیویاں کرتے تھے۔ جس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ آدمی تھے اور نیچرل اصول کے پابند تھے۔ قانون قدرت نے مرد کو عورت کی خواہش دی ہے۔ پنڈت جی کی طرح بیٹے بھورہ کر خلاف قانون قدرت نہیں کرتے تھے۔ اس کے متعلق مفصل بحث رسالہ ”مقدس رسول“ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۴۴) ترجمہ: ”اے نبی! چنگیزا کر کا قروں اور منافقوں سے اور سختی کر اور پران کے۔“ (سورہ صف: آیت ۱۸)

(۱۴۴) محقق: ویسے مسلمانوں کے خدا کی کارسازئی۔ دوسرے مذہب والوں سے لڑنے کیلئے پیغمبر اور مسلمانوں کو

بھڑکانا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان لوگ دلاکارنے میں کمر بستہ رہتے ہیں۔ پر ملاحظہ مسلمانوں پر نظر رحم کرے کہ جس سے یہ لوگ فساد چھوڑ کر سب سے رفاقت سے ہر تار کریں

(۱۴۴) مدقق: نمبر ۱۴۲ و پیغمبر ملاحظہ ہوں ہماری بھی دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ سماجیوں کو ہدایت کرے کہ وہ اپنے گرو

کی طرح دوسرے مذہب والوں کو عموماً اور ہندوؤں کو خصوصاً برا بھلا کہہ کر ملک میں فساد مچائیں۔

www.onlyfor3.com

www.onlyoneorthree.com

نوٹ! پہلے تو زبانی زبانی فسادات کرتے تھے ۲۳-۱۹۲۳ء میں تو آریوں نے ہاتھوں سے بھی فساد کئے۔ ملک میں ہر چار طرف ان کے فسادات کی آگ بجڑ رہی ہے۔ جس پر سب سے بڑی شہادت ہندوستان کے مشہور نیک ول لیڈر مہاتما گاندھی کی ہے جو اخیر کتاب ہذا کے درج ہے۔

(۱۳۵) **ترجمہ :** "پھٹ جائے گا آسمان پس وہ اس دن ست ہو گا اور فرشتے ہونگے اوپر کناروں اس کے کے اور

اللہائیں گے عرش رب تیرے کا اوپر اپنے اس دن آٹھ مہلے اس دن رو برو لائے جاؤ گے تم نہ چھپی رہے گی تم میں سے کوئی بات چھپی ہوئی۔ پس جو کوئی دیا گیا اعمال نامہ بیچ دے اپنے ہاتھ اپنے کے۔ پس کہے گا سو پڑھو عمل نامہ اپنا اور جو کوئی دیا گیا عمل نامہ اپنا بیچ جائے ہاتھ اپنے کے۔ پس کہے گا اسے کاش کہ میں نہ دیا گیا ہوتا عمل نامہ اپنا۔" (سورہ حاقہ آیت ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹)

(۱۳۵) **محقق :** واہ کیا فلاسفی اور انصاف کی بات ہے۔ بھلا اکاش (آسمان) بھی کبھی پھٹ سکتا ہے؟ کیا وہ پارچہ کے

موافق ہے جو پھٹ جائے؟ اگر اجرام فلکی کو آسمان کہتے ہیں تو یہ بات علم کے خلاف ہے۔ آپ قرآن کے خدا کے مجسم ہونے میں کوئی شک نہ رہا کیونکہ عرش پر بیٹھنا آٹھ کناروں سے اٹھوانا بغیر مجسم کے کبھی نہیں ہو سکتا اور مٹانے یا بیچنے بھی آنا جانا مجسم ہی کا ہو سکتا ہے۔ جب وہ مجسم ہے تو محدود امکان ہونے سے ہمہ دان محیط کل قادر مطلق نہیں ہو سکتا اور سب روحوں سے اعمال کبھی نہیں جان سکتا۔ تعجب کی بات ہے کہ شریف لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دینا پڑھنا اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دینا۔ دوزخ میں بھیجنا اور اعمال نامہ پڑھ کر انصاف کرنا بھلا یہ کام ہمہ دان کا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب کارروائی لڑکپن کی ہے۔

(۱۳۵) **مدقق :** آسمان کا جواب نمبر ۱۸۸ اور ۱۲۹ میں ہو چکا ہے۔ عرش اٹھانا مجاز اور استعارہ ہے اظہار جلالت و

عظمت الہی ہے نہ یہ کہ خدا عرش پر یوں بیٹھا ہو گا۔ جیسا کوئی راجہ پاکی میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اور پاکی کناروں نے اٹھائی ہوتی ہے بلکہ آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حکومت اور جلالت خداوندی کا وہ عالم ہو گا کہ کوئی کسی سے بول نہ سکے گا۔ نہ مدد لے سکے گا چنانچہ اس سے آگے کے افقوں میں فرمایا ہے۔ جن کو آپ نے بھی نقل کیا ہے کہ اس دن سب دربار الہی میں حاضر ہونگے کوئی ان کی کمر تو تھک رہی ہو گی اور مارتے

خوف کے سبب دم بخود ہو گئے سنو قرآن شریف تلاوتا ہے۔

﴿حَسْبُكَ الْأَصْوَاتُ لِلْمُرْخَلِّينَ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا﴾

ترجمہ ”سب آوازیں بست ہو جائیں گی، ایسی کہ بھیجاؤں کی آہٹ کے کچھ سنے میں نہ آئے گا۔“

ہماری اس توجیہ پر آپ بھوکا صفحہ ۱۰ پر دستخط کر آئے ہیں کہ۔

”جہاں صلی میں قیام مکان ہو وہاں استعارہ و حجاز ہوتا ہے۔“

مگر اقسام کے ان اصولوں سے آپ بیٹھ کر ایسا ہی قائدہ لیا کرتے ہیں دوسروں کا نہیں کہ جہاں وہ خدا کے اعضا تھکے وہاں تو آپ اسی اصول سے تاویل کر جاتیں۔ اور کچھ مختصر مدرجہ جواب نمبر ۱۲۹ اور جہاں قرآن یا اور کتاب اس قسم کے استعارے بولے خواہ وہاں قرائن بھی کئی قسم کے ہوں وہاں پر سارا سادہ و پناہنگی میں ڈبو کر ننگے ہو بیٹھیں اور آمیں پائیں شائیں ماری شروع کر دیں۔ سکاچیو! سنو!

آنچه بخود نہ پسندی بد گیراں پسند
دائیں بائیں ہاتھ میں امان نامہ ملنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیا صرف معمولی
شعر سے کام لیا ہے اس لئے حکم ستیا رتھ باب ۱۰ نمبر ۳ صفحہ ۱۳۵ اور نیزہ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۳۵

جواب جاہلان بائند خوشی
ہماری طرف سے جواب قاموشی
ہاں اتنا ضرور بتلاتے ہیں کہ اعمال نامہ لوگوں کی تسلی کیلئے ہوئے خدا کو ان کی ضرورت نہیں۔ سنو قرآن سے خود بتلایا ہے۔

﴿قَدْ أَفْرَأْ كِتَابَكَ كَتَبْتَنِي بِتَقْلِيدِ الْبُلُوْمِ غَلْبَلْتُ حَبِيبًا﴾

ترجمہ ”گو گو! اپنا نامہ پڑھ لو تم خود ہی صاحب کرنے کو کافی ہو۔“

(۱۳۶) ترجمہ : چاہتے ہیں قریشے اگر روئے طرف اس کی وہ عذاب ہو گا چاہے اس دن کے کہ تھی مقدہ اس کی بچاؤں

ہزار برس کی جس دن انھیں گے قبروں میں سے دوڑتے ہوئے گویا کہ وہ طرف ہتھوں کے مکالوں کے دوڑتے ہیں۔“ (سورہ معارج: آیت ۳۲-۳۴)

(۱۳۶) **محقق** : اگر پچاس ہزار برس کے دن کا اندازہ ہے تو پچاس

ہزار برس کی رات کیوں نہیں۔ اگر اتنی بڑی رات نہیں ہے تو اتنے بڑا دن کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیا پچاس ہزار برس تک خدا - فرشتے اور اعمال نامہ والے کھڑے یا بیٹھے یا جاگتے ہی ہوتے۔ اگر ایسا ہے تو تیار ہو کر مر بھی جائیں گے۔ کیا قبروں سے نکل کر خدا کی پکھری کی طرف دوڑیں گے۔ ان کے پاس حسن قبروں میں کیونکر پہنچیں گے؟ اور ان پچاروں کو جو کہ نیک کردار یا بد کردار ہیں۔ اتنی مدت تک قبروں میں دورہ سپرد کیوں رکھا؟ اور آدھل خدا کی پکھری بند ہوگی اور خدا اور فرشتے غمگین بیٹھے ہوتے؟ یا کچھ کام کرتے ہوتے۔ اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھے ادھر ادھر گھومتے سوتے ناچ تماشا دیکھتے اور میٹھ و عشرت کرتے ہوتے۔ ایسا اندھیر کسی سلطنت میں نہ ہو گا۔ ایسی ایسی باتوں کو سوائے وحشی لوگوں کے دوسرا کون مانے گا؟

(۱۳۶) **مدقق** : جی تو چاہتا تھا کہ بذات جی کی آکھیا مندوہ ستیا رتھ

پر کاش صفحہ ۳۵۰ باب ۱۰ پر مل کر میں مگر اپنے ناظرین کی خاطر نمبر ۱۲۵ کا حوالہ دیتے ہیں۔

ہاں یہ بات قابل اظہار ہے کہ سوامی جی کا منقولہ ترجمہ گو مشرجم قرآن میں ہے۔ مگر ذرا سی اصلاح یا وضاحت طلب ہے اور لفظ "تھی" ٹھیک نہیں ہے "درست ہے۔" مشرجم صاحب نے بھی غلطی نہیں کی کیونکہ "تھی" جس لفظ کا ترجمہ ہے وہ "کان" ہے کان کے معنی کبھی تو مرادف "بود" کے ہوتے ہیں۔ اس وقت اس کا ترجمہ "تھی" یا "تھا" ہوا کرتا ہے اور کبھی "ہست" کے مرادف ہوتا ہے اس وقت اس کے معنی "ہے" کے ہوتے ہیں۔ جیسے کان اللہ علیہ السلام اللہ علیہ السلام ہے اسی طرح نمبر ۱۲۵ میں بھی "تھی" صحیح نہیں ہے۔ صحیح ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی ترجمہ میں ہست اور شاہ عبد القادر صاحب نے اردو ترجمہ میں "ہے" لکھا ہے سوامی جی کو اور نیز ہم کو تو ظہوری ہے کہ موقع و محل مناسب اور آگے پیچھے کو دیکھ بھال کر معنی لیا کریں۔ اور یہ صوفی کا صفحہ ۵۳ والی تہوی جزا ہائے گاہیں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

فرشتے اور روح معنی جبرائیل اللہ کی طرف جاتے ہیں ایک دن جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے شرح نمبر ۱۲۵ میں دیکھو۔

(۱۳۷) **ترجمہ :** "اور تحقیق پیدا کیا تم کو طرح طرح سے کیا نہیں دیکھا تم نے کیوں کر پیدا کیا اللہ نے سات آسمانوں کو

اوپر سے اور کیا چاند کو سچ اس کے روشن اور کیا سورج کو چرخی۔" (سورہ نوح

آیت ۱۵، ۱۶)

(۱۳۷) **محقق :** اور روحوں کو خدا نے پیدا کیا ہے تو وہ ازلی غیر فانی نہیں ہو سکتیں؟ پھر ہشت میں ہمیشہ کیونکر رہ سکیں

گی؟ یہ چیز پیدا ہوتی ہے وہ ضرور فنا ہو جاتے والی ہے۔ آسمان (اکاش) کو اوپر نیچے کیونکر چمکا سکتا ہے؟ کیونکہ وہ بے شکل اور محیط ہے۔ اگر وہ سری چیز کا نام آسمان (اکاش) رکھتے ہو۔ تو بھی اس کا نام آسمان رکھنا ہے جی ہے۔ اگر اوپر تلے آسمان کو بتایا ہے تو ان ماب کے سچ میں چاند سورج بھی نہیں رہ سکتے۔ اگر سچ میں رکھا جائے تو ایک اوپر اور ایک نیچے کی چیز ہی روشن رہے اور دوسرے سے بھر باقی سب میں تاریکی رہنی چاہئے۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا اس واسطے یہ بات بالکل بھولی ہے

(۱۳۷) **مدقق :** بلکہ آسمان ایک جسم چیز ہے جسیت گایان نمبر ۱۸۸ اور ۱۸۹ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ نیچے اوپر اس طرح

ہیں جس طرح بلور پر بلور رکھا جائے۔ ہاں یہ شبہ کسی کہ اگر چاند سورج سچ میں رکھے جائیں تو اوپر اندھیرا ہو گا۔ کیا یہی غمب شعل ہے۔ بھلا چنڈ تھی! اگر ہم آسمانوں کو بلور کے تختوں کی طرح شفاف جسم مانیں اور ان سب سے اوپر چاند سورج کو گزرا ہوا سمجھیں تو کیا خرابی؟ بتائیے جو تھے اصول کو یاد رکھ کر بتائیے۔ لیکن ہم یہ بھی نہیں کہتے بلکہ ہم حکمائے یونان کا مذہب لیتے ہیں۔ جس کے لینے کی ہمیں کوئی خاص ضرورت نہیں کہ چاند فلک اول پر ہے اور سورج فلک رابع پر ہے۔ مگر چونکہ دونوں کو لے یا گیند کی طرح ہیں جس کا رخ کسی خاص طرف نہیں ہوتا، چنانچہ چنڈ تھی نمبر ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ سورج گول کرہ ہے اس لئے اوپر بھی روشنی ہے اور نیچے بھی

سماجیو! اگر آزمانا چاہو تو کپڑے کا ایک گول بناؤ اور اس کی سطح میں چاند کر پست سے لگاؤ اور اس پر تیل ذول تراگ لگاؤ اور ستیارتھ پکاتے کو ہاتھ میں لے کر

جب اس کے چلنے سے چاروں طرف اوپر اور نیچے تمام روشنی ہو تو جو کچھ اس وقت ہاتھ میں لئے ہو۔ اس میں جو تک دو اور ہمیں اس ماجرا کا ایک اطلاعی کارڈ لکھو۔
 بیشک روحیں خدا کی پیدائش ہیں۔ اگر وہ چاہے تو فنا کر سکتا ہے۔ لیکن خدا اگر کسی مخلوق کو ہمیشہ کیلئے رکھنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ مخلوق کی ابتدا ہوئی تو ضرور ہے۔ کیونکہ اس کو وہ فاعل تخلیق ہی اس کے حدوث کو مستلزم ہے۔ مگر فنا ضروری نہیں۔ ہاں قابل فنا بیشک ہے اگر فاعل چاہے تو فنا کر دے۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان خدا اعلیٰ کو مخلوق کیلئے صرف علت موجودہ ہی نہیں بلکہ علت موجبہ و مثبتہ دونوں کہتے ہیں جیسے چراغ روشنی کے لئے سنو! قرآن اس بار یک مسئلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نور سے سنو! علت کی نہیں بلکہ پتھر کی عینک لگا کر پڑھو۔

إِنَّ اللَّهَ يُشَكِّكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَا
 إِنَّ أَفْسَکَفْنَا مِنْ أَحَدٍ هُنَّ یَعْدُهُ

ترجمہ ”بے شک خدا آسمانوں اور زمینوں کو تباہ ہونے سے بچاتا ہے۔
 ہوئے ہے۔ اگر وہ فنا ہوئے لیں تو اس کے سوا انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔
 کیونکہ اگر خدا اعلیٰ کو صرف علت موجبہ ہی کہا جائے تو لازم آئے گا کہ اس وقت بعد وجود پانچ ہونے چلوںات کے خدا کی کوئی حاجت نہ ہو۔ جیسے کپڑے کو بعد تیار ہونے کے درزی کی حاجت نہیں ہوتی یا بندوق کی کوئی کو بعد چلا دیتے بند وپتی کے بند وپتی کی حاجت نہیں رہاں تک کہ اگر کوئی چلا جانے کے بعد فوراً بند وپتی مر جائے تو بھی گولی کی حرکت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ حالانکہ ان معنی سے نہ صرف قرآن اور ویدہ اوکیو منتر مچر ویدہ مندرجہ نمبر ۲۰ نمبر ۱۵۴ مخالف ہیں۔ عقلی دلائل بھی اس کے مکتذب ہیں پس علت مثبتہ کے ہوتے ہوئے معلول کا فنا ایسا اعتباری نہیں ہو تا کہ خواہ مخواہ کو علت اس کو بحال بھی رکھنا چاہئے تو بھی وہ فنا ہوتا جائے۔ پس روحوں کو یا جن چیزوں کو خدا فنا نہیں کرنا چاہے گا۔ ان کا فنا ہونا ضروری نہیں بلکہ عدم فنا ضروری ہے۔

ترجمہ : ”اور یہ کہ مسکھین واسطے اللہ کے ہیں پس میت
 پکارو یا تم اللہ کے کسی کو۔“ (سورہ جن: آیت ۱۸)

(۱۳۸) **محقق :** اَلَا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " اس کلمہ میں

خدا کے ساتھ محمد صاحب کو کیوں پکارتے ہیں؟ یہ بات قرآن کے برخلاف ہے اور جو خلاف نہیں کرتے تو اس بات کو جھوٹ ٹھہراتے ہیں۔ جب مسجد میں خدا کے گھر ہیں تو مسلمان بڑے بت پرست ہوئے۔ کیونکہ جیسے پورا فانی جینی چھوٹے سے بت کو خدا کا گھر ماننے سے بت پرست ٹھہرتے ہیں تو یہ لوگ کیوں نہیں؟

(۱۳۸) **مدقق :** سوامی جی کو شرک سے نفرت ہے۔ ہندو ذات ہو کر ایسی نفرت نہیں ہے۔

پڑے کہ دم ز عشق زندہ بس قیمت است

پنڈت جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ پکارنے اور تعذیبی کہنے میں فرق ہوتا ہے۔ سوامی جی پکارنا ایسا ہوتا ہے۔ جیسے آپ کے بھائی ہندو کہا کرتے ہیں اسے ذلیل دیتا ہے۔ اور اپنڈت جی مناراج سماجی بابیوں کا شٹ کرو جو ہمارے اوتاروں کو پانی پی پانی کرکے ہیں۔ اور تعذیبی اسے کہتے ہیں جیسے آریہ سماجی آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ سوامی جی مناراج بڑے دودان ہیں۔ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ سماجیو! ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے اِنَّا لَا رَالِہٖ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا ملاپ قسم ثانی سے ہے۔ جس کو آپ کے گرو جی مہرشی قسم اول سمجھتے ہیں۔ پس تم ہی ان کی داد دو۔ باقی جواب نمبر ۲۱۵۳ اور ۵۵ میں ملاحظہ ہو۔

ہاں یہ بات بھی سانیوں سے قابل دریافت ہے کہ مسجدوں کو خدا کا گھر کہنا کس آیت کا ترجمہ ہے۔ پنڈت جی کے مقولہ ترجمہ پر غور کرو۔ کس مسجدوں کو بیت اللہ لکھا ہو تو ہمیں اطلاع دو ہاں ہم مسلمان مسجدوں کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ مگر آپ تو قرآن پر معترض ہیں ہم پر نہیں جیسے کہ دیباچہ باب نمبر ۱۲ میں لکھ آئے ہیں۔ لیکن ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ بیت اور اللہ کے درمیان مضاف محذوف ہے یعنی بیت عبادۃ اللہ علم ہو تو سمجھو یا نہیں؟ دیکھو۔

(۱۳۹) **ترجمہ :** "اٹھایا جائے گا سورج اور چاند" (سورہ قیامت)

(آیت ۸)

(۱۴۹) **محقق** : بھلا سورج اور چاند بھی اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ دیکھئے یہ کتنی بھاری ہے عقل کی بات ہے اور سورج چاند کے اکٹھا کرنے میں کیا مطلب تھا اور دیگر سب اجرام فلکی کو اکٹھا نہ کرنے میں کیا دلیل ہے؟ ایسی ایسی ناممکن باتیں خدا کی بنائی ہوئی کبھی ہو سکتی ہیں۔ سوائے جاہلوں کے اور کسی عالم کی بھی نہیں ہو سکتیں۔

(۱۴۹) **مدقق** : سوامی جی! بے دلیل کئے کے تو ایسے مشاق ہیں کہ ماشاء اللہ ہم پہلے بھی لکھ آتے ہیں کہ چنڈت جی! میدان مناظرہ ہے سانج مندر نہیں جوتی میں آیا کہہ دیا۔ سم

سنبھل کر پاؤں رکھنا نیکدہ میں سرستی صاحب
یہاں پکڑی اٹھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

سماجیو! چنڈت جی سے دلیل دہ گئی ہو تو تم ہی تھاؤ کہ چاند سورج کے جمع نہ ہو سکتے کی کیا دلیل ہے۔ چاند اور سورج کے جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان کو بے نور کر کے حرکت سے روک دیا جائے گا کیونکہ جنت میں سورج چاند کی ضرورت نہ ہوگی۔ سٹو! قرآن شریف بتاتا ہے۔ لَا تَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا (یعنی جنت میں نہ تو سورج دیکھیں گے اور نہ اُس کے تہ ہونے سے سردی پائیں گے) اگر خلاف قانون قدرت کا شبہ ہو تو نمبر ۱۲۹ ملاحظہ ہو۔

(۱۵۰) **ترجمہ** : ”اور پھر میں جسے اوپر ان کے لڑکے بیٹھ رہے والے جس وقت دیکھے گا تو ان کو گمان کریگا تو ان کو موتی بکھرے ہوئی اور پہنائے جائیں گے کھنچن چاندنی کے اور بلائے گا ان کو رب اُن کا شراب پاکیزہ۔“ (سورہ ہر: آیت ۱۹، ۲۱)

(۱۵۰) **محقق** : کیوں جی موتی کے رنگ والے لڑکے جس لئے وہاں رکھے جاتے ہیں۔ کیا جو ان لوگ اُن کی خدمت یا عورتیں اُن کی سیری نہیں کر سکتیں؟ کیا تعجب کی بات ہے کہ جو یہ سب سے برّ افضل

لڑکوں کے ساتھ یہ معاشی کارکن ہے اس کی بنیاد یہی قرآن کا قول ہو اور بہشت میں غلام مخدوم یعنی آقا و ملازم ہونے سے آقا کو آرام اور نوکر کو محنت ہونے سے دکھ اور طرفدار ہی کیوں پائی جاتی ہے؟ اور جب خدا اسی شراب پلائے گا تو وہ بھی خدا کی مانند ٹھہرے گا پھر خدا کی عظمت کیونکر رہ سکے گی؟ اور وہاں بہشت میں مرد عورت کے ہم بستہ ہونے سے قیام حمل اور لڑکے پالنے بھی ہوتے ہیں تو وہ مرد و عورت کس سے آئیں؟ اور بلا خدا کی عبادت کے بہشت میں کیوں پیدا ہو سکیں؟ اگر پیدا ہو سکیں تو ان کو بلا ایمان لانے اور خدا کی عبادت کرنے سے کیا نکرمت ملے گا؟ بعض بھارتوں کو ایمان لانے سے اور بعض کو بلا دھرم کئے کے سکھ مل جائے اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہو گی؟

(۱۵۰) مدقق : قاف

كُلُّ الْاِيَّامِ يَتَرَسَّخُ بِمَا فِيْهِ

ترجمہ "ہر دن میں جو ہو سکتا ہے وہی سیکھتا ہے۔" (منقولہ عربی)

آج معلوم ہوا کہ سوامی جی تھرو میں کیسی گزارتے تھے۔ سماجیو! کبھی کون دھرم ہے؟

پنڈت جی! یہ بچے خود انہیں جہنم کی تابلیغ اولاد ہو گی چنانچہ دو سری آیت میں عَلَسْنَا لَهُمْ کا لفظ ہے یعنی انہیں کے بچے ان کے پاس پھریں گے اس پر اگر آپ یہ کہیں کہ بہشت میں بے عمل کیوں جائیں گے تو سنئے! بہشت ان لوگوں کیلئے ہے جو کفر شرک میں نہ مرے ہوں۔ سنو!

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّ مَهْمَا عَلٰى الْكَافِرِيْنَ

ترجمہ "خدا نے کافروں و مشرکوں پر جہنم کو حرام کیا ہے۔"

بھارت سے تابلیغ بچوں کو تو اس امر کی خبر بھی نہیں کہ شرک کفر کیا ہوتا ہے اس لئے وہ جہنم میں جانے سے روکے نہیں جائیں گے۔ چاہے کسی کافر بلکہ کسی سنی کی اولاد تابلیغ بھی کیوں نہ ہو یہ ویدک مت نہیں ہے کہ چار سال کے مسلمان بچے کے ہاتھ سے بھی نہ

کھایا جاتے۔

خدا کے شراب پیانے کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے حکم سے پیئیں گے۔ افسوس کہ آپ اس امر سے بھی آگاہ نہیں کہ "جہاں" معنی میں فیراکان ہو۔ وہاں مجاز ہوتا ہے۔" (بحر مکار صفحہ ۱۰)

بیشک مرد عورت اگر چاہیں گے تو ان کے دل ہلانے کو خدا اولاد بھی عنایت کریگا۔ حدیث شریف سے یہ مضمون پایا جاتا ہے اور قرآن میں یوں ہے۔ سنو!

لَقَدْ مَّا يَشَاءُ وَنَا عِنْدَ رَبِّهِمْ

ترجمہ "ان جنتیوں کو جو چاہیں گے ملے گا۔"

(۱۵۱) **ترجمہ** : "بدلا دیئے جائیں گے موافق اعمال کے اور پیالے بھرے ہوئے ہیں اس دن کھڑی ہو گئی بروہیں اور فرشتے صف باندھ کر۔" (سورہ نباہ: آیت ۳۵، ۳۴، ۳۶)

(۱۵۱) **محقق** : اگر اعمال کے مطابق ثمرہ دیا جائے تو ہوش بہشت میں رہنے والی عورتوں۔ فرشتے اور موقی کی مانند لڑکوں کو کس عمل کے بدلے جو کچھ کیلئے بہشت ملا؟ سب پیالے بھر کر شراب پیئیں گے تو مست ہو کر کیوں نہ لڑیں گے۔ یہاں دو روح ایک فرشتے کا نام ہے جو سب فرشتوں سے بڑا ہے کیا خدا روح یا فرشتوں کو صف باندھ کر کھڑے کر کے پلن باندھے گا؟ کیا پلن سے سب روہوں کو سزا دلا دیگا؟ اور خدا اس وقت کھڑا ہو گیا بیٹھا؟ اگر قیامت تک خدا اپنی ہائیں جمع کر کے شیطان کو پکڑ لے تو اس کی سلطنت بے خوف و خطر ہو جائے گی اس کا نام خدا ہی ہے۔

(۱۵۱) **مدقق** : نمبر ۱۵ میں ہم تلا آئے ہیں کہ جنت ان لوگوں کیلئے ہے جو شرک اور کفر سے بچے ہوئے۔ پس فرشتوں اور عورتوں کو اسی کے بدلے میں کہ انہوں نے شرک کفر نہیں کیا تھا جنت ملے گی صف باندھ کر اس تعرض سے ہوئے کہ جس کافر کو جہنم میں ڈالنے کی باہت حکم ہو۔ فوراً قبیل کی جائے۔ شیطان کو تو پکڑ لیتا۔ مگر وہ بھی امور میں خدا کسی پر جبر نہیں کیا کرتا۔ علاوہ اس کے

جو تک ہتھیار تھوڑے گاٹش کے بننے سے شیطان بیکار ہے۔ اس لئے اس کا پکڑنا پسند اس مفید نہیں رہا۔ باقی جواب نمبر ۳۲ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۵۲) **ترجمہ :** ”جس وقت کہ سورج پلٹا جائے اور جس وقت کہ تارے گد لے ہو جائیں اور جس وقت کہ پہاڑ

چلائے جائیں اور جس وقت کہ آسمان کی کھال اتار دی جائے۔“ (سورہ الحکیم: آیت ۱۱۳-۱۲)

(۱۵۲) **محقق :** یہ بڑی ناواقفیت کی بات ہے کہ گویا سورج کا کرہ لینا

جائے گا اور تارے گد لے کر پھر ہو سکیں گے اور پہاڑ بے جان ہونے سے کیونکر چلیں گے اور آسمان کو کیا پوچھیں کہ اس کی کھال نکالی جائے گی۔ یہ بڑی ناواقفیت کی بات ہے۔

(۱۵۲) **مدقق :** سورج کے پلٹنے سے یہ مطلب ہے کہ بے نور ہو جائے گا اور جب وہ بے نور ہو گیا تو ستارے تو اسی سے

فیضیاب ہیں خود بخود گد لے ہو جائیں گے۔

آسمان کی کھال اتارنے سے یہ مطلب ہے کہ پھٹ کر سرخی مائل ہو جائے گا جیسا کہ قرآن شریف خود بتاتا ہے۔

وَأَلْقَى السَّمَاءَ فَنَکَبَتْ وَزْدَادَ کَمَا لَیْذَہَا

ترجمہ: ”آسمان پھٹ کر سرخ رنگ لگایا کی طرح ہو جائے گا۔“

”مگر مضمون صاف ہے مگر ”تاپاک باطن والوں کو علم کماں؟“ (عبود کا صفحہ ۱۵۲)

(۱۵۳) **ترجمہ :** ”جس وقت کہ آسمان پھٹ جائے اور جس وقت کہ تارے جھڑ جائیں اور جس وقت کہ پہاڑ

جائیں اور جس وقت کہ قبریں زندہ کر کے اٹھائی جائیں۔“ (سورہ انفطار: آیت ۳ تا ۵)

(۱۵۳) **محقق :** واہی قہر آن کے مصنف فلاسفر! کاش (آسمان) کو

کیونکہ کوئی چارٹ کے گا اور تاروں کو کیونکر جھاڑ سکے اور وریا کیا نکلے گی ہے جو چر
الے گا اور قبریں کیا مردے ہیں جو زندہ کر سکے گا؟ یہ سب باتیں لڑکوں کی باتوں کی
مانند ہیں۔

(۱۵۳) **مدقق** : آسمان چونکہ جسم ہے اور کچھ نمبر ۱۸۸ اور ۱۲۹

وغیرہ اس لئے اس کا پھٹنا ممکن ہے تاروں کے
جھڑنے سے وہی مراد ہے کہ تمام زمین پر پانی ہو جائے گا۔ چنانچہ آجکل کے قلا ستر بھی اس
بات کے قائل ہیں کہ زمین سکڑتی جاتی ہے اور سمندر کناروں سے بڑھتا چلا آتا ہے۔ یہ
متیوں واقعات تو اس وقت کے ہیں جو قیامت کا حصہ اول ہے۔ جس کو "قائم" یا
"چلے" کہتے ہیں۔ پھر واقعہ یعنی قبر والوں کا اٹھنا اس وقت کا واقعہ ہے جس کو محشر
یعنی اصل قیامت کہتے ہیں۔

پنڈت جی! قبروں کے اٹھنے سے مراد ہے قبر والوں کا اٹھنا۔ کیونکہ
"اگر کوئی کے کہ چان ہوتے ہیں تو یہاں یہ مراد بھی جائے گی کہ چان پر بیٹھے ہوئے
انسان ہوتے ہیں۔" (ہجو کا صفحہ ۱۰)

سماجیو! ایسی سواری جی کی سمجھ اور دیانت ہے؟ کہ حذف مضاف بھی نہیں سمجھتے
بلکہ اپنی تصنیف پر مکا بھی بھول جاتے ہیں۔

(۱۵۴) **ترجمہ** : "قسم ہے آسمان پر ہوں والے کی۔ بلکہ وہ قرآن ہے
بزرگ کچھ لوح محفوظ کے۔" (سورہ ہرودج: آیت

۱-۲۱)

(۱۵۴) **محقق** : اس مصنف قرآن نے جغرافیہ اور علم ہیئت کچھ بھی

نہیں پڑھا تھا۔ نہیں تو آسمان کو قلعہ کی مانند ہر ہوں
والا کیوں کہتا؟ اگر حمل وغیرہ ہر ہوں کو برتن کہتا ہے۔ تو اور برتن کیوں نہیں ہیں؟ اس
لئے یہ برتن نہیں ہیں۔ بلکہ سب تار و لوک یعنی کرہ ہیں۔ لیا قرآن خدا کے پاس ہے اگر
یہ قرآن اس کا تصنیف شدہ ہے تو خدا ابھی علم و دلیل سے خارج نہ علم ہو گا۔

(۱۵۴) **مدقق** : قربان اسکی سمجھ پر سوامی جی! ہرودج سے سیاروں کی
حرکیں ہیں جسے قرآن خود بتاتا ہے۔

وَالْقَبْرِ قَدْ زَنَا هُنَا حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ
 ترجمہ "چاند کیلئے ہم (خدا) نے منزلیں بنائی ہیں انہیں میں پھر تاجرتا
 پکی شائع کی طرح ہو جاتا ہے۔"

کیا چاند اور دیگر سیاروں کی منزلیں نہیں ہیں؟ ہاں ہم یہ نہیں سمجھے کہ نفوذِ نبی
 کیا کہتے ہیں کہ "اگر حمل وغیرہ بدیہوں کو بدیع کہتا ہے تو اور بدیع کیوں نہیں؟" کوئی سلامتی
 دوست اس کا مطلب ہمیں سمجھا دے تو ہم مفلک ہو گئے اور ایک نسخہ اسی کتاب کا
 انکی نذر کر دیں گے۔ ہمیں تو (بے ادبی معاف ہو) اس کی یہ معلوم ہوئی ہے۔
 ہاں سوامی جی قرآن خدا کے پاس سے ہے اور اس کے پاس ہے سنو! پر میثور
 پر مان دیتا ہے۔

"جس (اجال اعلیٰ و اشرف اور اکاش کی مانند محیط کل پر میثور میں رک و غیرہ
 چاروں دید قائم ہیں۔ اس کو یہ ہم جانتا چاہئے۔" (ارک وید منڈل اسوت ۱۶۳
 منتر ۱۳۹)

اسی طرح قرآن کو ہم مانتے ہیں۔ ملی طریق سے سمجھنا چاہو تو سنو!
 قرآن مجید کلام الہی ازلی کا نام ہے۔ جیسے آپ وید کی نسبت کہتے ہیں۔

"تحقیق وہ مکر کرتے ہیں ایک مکر اور میں بھی مکر کرتا
 ہوں ایک مکر۔" (سورہ طارق: آیت ۱۵، ۱۶)

(۱۵۵) ترجمہ

(۱۵۵) محقق : مکر کہتے ہیں ٹھک پن کو کیا خدا ابھی ٹھک ہے؟ اور کیا
 چوری کا جواب چوری اور جھوٹ کا جواب جھوٹ
 ہے؟ کیا کوئی چور کسی آدمی کے گھر میں چور کی کرے تو بھلے آدمی کو بھی چاہئے کہ اس
 کے گھر میں چاکر چور کی کرے؟ واہ! واہ! قرآن کے مصنف

(۱۵۵) مدقق : بدیہن ہو کر گائے کے گوشے کا بھاؤ پا جھے۔ وہی مثال
 چنڈت جی کی بند وڑا دے ہو کر عربی لفظ کی تحقیق "مکر"

کی تحقیق نمبر ۵۰ میں ہو چکی ہے۔

پڑھتے تھے نام محمد فاضل (عربی) سے واقف نہیں اور (قرآن) کے رد کا ٹھیکہ

(مخدیب جلد ۱ صفحہ ۸۶)

(۱۵۶) **ترجمہ :** "اور آئے گا پروردگار تجھ اور فرشتے صف باندہ کر اور لائے جائیں گے اس دن دو ذبح۔" (سورہ فجر: آیت ۲۲، ۲۱)

(۱۵۶) **محقق :** کوئی بھی کو قوال و سپہ سالار اپنی فوج کو لیکر صف باندہ کر پھرا کرتے ہیں ویسا ہی ان کا خدا کرتا ہے؟ کیا دو ذبح کو گھر کی مانند سمجھا ہے کہ جس کو اٹھا کر جہاں چاہیں وہاں لجا سکیں اگر دو ذبح اتنا بھروسہ ہے تو دشمن قیدی اس میں کیونکر سانس لیں گے؟

(۱۵۶) **مدقق :** بھلے آدمی کا کام ہے کہ جس کلام کو نہ سمجھے وہ پوچھ لے۔ کیونکہ بہت سے کلام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا ظاہری ترجمہ سن کر معنی سمجھ لینے کافی نہیں ہوتے۔ (بجہد کا صفحہ ۵۲)

پس آیت کے معنی ہیں کہ خدا کا حکم پہنچنے ہی تمام مہلکہ صف باندھے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے کہ جو حکم جو قبیل ارشاد کی جائے اور دو ذبح کو بھی خوب پتہ چلے جائے گا "کو مطلب صاف ہے۔ مگر

"ناپاک یا ظن والے جاہلوں کو علم کہاں؟" (بجہد کا صفحہ ۵۲)

(۱۵۷) **ترجمہ :** "پس کہا تھا واسطے ان کے پیغمبر خدا کے نے مخالفت کرواؤ فتنی خدا کی کو اور پانی پلانا اس کو۔ پس بھٹلایا اس کو۔ پس پاؤں کاٹے اس کے پس ہلا کی ذالی اوپر ان کے رب ان کے نے۔" (سورہ شمس: آیت ۱۳، ۱۴)

(۱۵۷) **محقق :** کیا خدا ابھی اونٹنی پر چڑھ کر سیر کرتا ہے؟ نہیں تو کس واسطے رکھی ہے؟ اور بلا قیامت کے اپنا عہد توڑا ان پر دو پا کیوں ذالی؟ اگر ذالی تو ان کو سزا دی پھر قیامت کی رات میں انصاف کا کرنا اور اس رات کا ہونا جھوٹ سمجھا جائے گا۔ اس اونٹنی کی تحریر سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ ملک عرب میں اونٹ اونٹنی کے سوائے دوسری سواری کم ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک عرب کے رہنے والے نے یہ قرآن بنایا ہے۔ (ست بجین مارا ج)

(۱۵۷) **مدقق :** اونٹنی کا جواب نمبر ۱۱ میں ہو چکا ہے۔ خدا نے تعالیٰ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ کبھی کبھی بدکاروں کو دنیا میں بھی

مزا دیا کرتا ہے اور آخرت میں بھی دیتا ہے اور دیکھا جیسا کہ آریہ ورت کے ہندوؤں کو غازی محمود غزنوی مرحوم کے ہاتھ سے دنیا میں شکست والی اور پر لوک میں بھی کچھ بنائے گا۔ چنانچہ آپ نے بھی اس مضمون کو ستیا رتھ پر کاٹھ صفحہ ۲۹۸ باب ۸ میں ادا کیا ہے۔

(۱۵۸) **ترجمہ :** "یوں اگر نہ باز رہے گا اہل تہذیب کے ہم اس کو ساتھ پیشانی کے وہ پیشانی کہ جسمانی ہے خطا کار۔ ہم بلائیں گے فرشتوں و دوزخ کے کو۔" (سورہ صافات آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵)

(۱۵۸) **محقق :** اس ذیل چھ اسیوں کے ٹھہرنے کے کام سے بھی خدا ان بچا! بھلا پیشانی بھی کبھی جسمانی اور قصور دار ہو سکتی ہے؟ سوائے روح کے۔ یہ کبھی خدا ہو سکتا ہے کہ جو ٹیل خانہ کے داروغہ کو طلب کرے؟

(۱۵۸) **مدقق :** "تو آشنائے حقیقت نہ خطا انجامت"

"ہائے گیسپالی ہے وہ منٹل جو عظیم کے خلاف غلط حکام کے معنی کرتا ہے اور مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتا ہے۔" (دیباچہ ستیا رتھ صفحہ ۱۷)

پنڈت جی کو خدا کی کاموں میں بیش شب رہتا ہے یہی سمجھتے ہیں کہ خدا خود ہی آکر اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ چنانچہ سابقہ نمبروں میں ناظرین یہی سنتے آئے ہیں۔ اگر مزید ثبوت اس بات کا لینا ہو تو نمبر ۵۳ میں خصوصاً سلسلہ نمبر ۳ کی جو عبارت ہم نے نقل کی ہے ملاحظہ کریں۔ افسوس سوامی جی کو خبر نہیں کہ:

"پریشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بنا تا اور قابو رکھتا ہے۔ یادوں نہیں۔ لیکن محیط کل ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سرعت ہے۔" (ستیا رتھ پر کاٹھ صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶)

پس سوامی جی اور ان کے چیلے چائے خود ہی اتلا نہیں کہ خدا اگر کسی فعل کو اپنی

ہے؟ یہ تو عیسائیوں کے مذہب یعنی یاپ 'جینا' اور روح القدس تین کے ماننے کے علاوہ جو تھی شے نکل آئی۔ اگر کہو کہ ہم تینوں کو خدا نہیں مانتے۔ ایسا ہی سہی۔ لیکن جب روح القدس علیحدہ ہے تو خدا فرشتے اور پیغمبر کو روح القدس کہتا درست ہے یا نہیں اگر یہ بھی پاک روح ہیں تو پھر کئی خاص وجود کو پاک روح کیوں کہتے ہو؟ اور خدا اگلوڑے وغیرہ حیوانوں اور رات دن اور قرآن وغیرہ کی قسمیں کھاتا ہے، قسمیں کھانا شریف آدمیوں کا کام نہیں۔

www.Only1or3.com

www.Onlyoneorthree.com

(۱۵۹) مدقق :

چندت جی فرشتوں سے بڑے کھیراتے ہیں۔ کیوں نہ ہو

يَوْمَ يَرْوُنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بَشَرِي يَرْوِيهِ لِّلْمُنْجَرِ مِهِن

ترجمہ: "کافر جس روز فرشتوں کو دیکھیں گے ان کی خبر نہ ہو گی۔"

ساجیو! سنو! وید فرماتا ہے۔

"تینتیس دیوتا اس پر مانتا ہے کہ تقسیم کئے ہوئے فرائض کو پورا کر رہے ہیں یا اس کی قدرت کے جزوی مظہرات ہیں۔" (۱) وید کا جلد ۱۰ پر پانچ ۲۳ 'انوداس' ۳

متر ۲۳

کیا کوئی ہے؟ ہوا سی پاکیزہ کلام پر اعتراض کرے کہ عیسائیوں کے تو تین خدا

تھے وید نے یہ تینتیس اور پرمیشور کو ملا کر پچیس کہاں سے بنائے ہیں؟

ساجیو! جو کام ان دیوتاؤں سے پرمیشور لیتا ہے۔ وہی فرشتوں سے خدا لیتا ہے۔

قرآن کا لفظ مشترک ہے۔ دو معنی ہیں جیسے آپ نے بھی بصورت کا صفحہ ۲۱۹ پر ایک لفظ کی دو

اسطلاحیں لکھی ہیں۔ اسی طرح قرآن مجموعہ کتاب کو بھی کہتے ہیں جو ایک خاص کتاب

ہے اور اس کے ہر ایک جزو کو بھی کہتے ہیں۔ افسوس آپ سے تو پروفیسر بل مترجم قرآن

انگریز نے خوب سمجھا۔ کیا آپ نے کسی مسلمان سے بھی نہیں سنا تھا کہ آج میں نے قرآن

پڑھا۔ آج تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ یعنی جس قدر میں روز پڑھا کرتا ہوں۔ اتنا آج پڑھا ہے۔

یہ نہیں کہ تمام قرآن ختم کیا۔ اگر غور کریں تو یہ اصطلاح کوئی خاص قرآن ہی سے نہیں کیا

ہوں میں وید نہیں پڑھا جاتا کیا ہوں سے آتے ہوئے کبھی آپ نے نہیں سنا کہ آج

چندت جی نے ہوں میں وید پڑھا اور کیا سارا پڑھا؟ نہیں بلکہ ایک حصہ پڑھا۔ پس سارا

قرآن توہم تھا تو تھا اترتا رہا ہے۔ لیلۃ القدر میں بھی کسی قدر اترتا ہے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ایک معنی اور بھی ہیں کہ لیلۃ القدر کی شان میں قرآن اترتا۔ یعنی اس کی تعریف خدائے قرآن میں بیان کی کہ وہ رات بڑی فضیلت والی ہے۔ اس ایک رات کی عبادت ہزار رات کی عبادت سے افضل ہے۔ راقم کے نزدیک یہ معنی صحیح ہیں۔ کیونکہ حدیثوں میں صراحتاً یہ مضمون ملتا ہے۔ راویان حدیث گنا کرتے ہیں **ہذہ الایۃ نزلت فی ابی بکر**۔ نزلت ہی عمرو! یہ آیت ابو بکر میں اتری یہ عمر میں اتری ہے۔ یعنی ان کی شان میں اتری ہے۔ پس اب کسی طرح کا تعارض یا تاقض نہ رہا۔ گو قرآن کسی وقت اترتا ہو۔ جب اس میں کسی خاص وقت کی فضیلت یا تعریف ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت میں اترتا ہے یعنی اس کی شان میں اترتا ہے یہ تاقض صرف سوامی جی کی سمجھ کا نتیجہ ہے۔ قسم کا جواب نمبر ۱۰۰ میں دیکھو۔

بھگوان سوامی جی کے اعتراضوں کے جوابوں سے تو ہم قانع ہوئے اب ایک اعتراض حسب وعدہ ہم اپنی طرف سے کر کے پینڈت جی کے نمبر ۱۵۹ کو پورے نمبر ۱۶۰ کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے ساتھی دوست ہم سے کشیدہ خاطر ہوئے ہوں تو اس احسان کو یاد کر کے ناراضگی کو خیر یاد کہیں۔ پس سنو!

(۱۶۰) **ترجمہ:** "کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جتنا اس نے اور نہ جتنا کیا اور نہیں واسطے اس کے

براہمی کرتے والا کوئی۔" (سورہ اخلاص: آیت ۱)

(۱۶۰) **محقق:** دیکھو قرآن والا کہتا ہے کہ خدائے نہ جتنا اور نہ جتنا کیا۔ حالانکہ کروڑ ہا عسانی کہتے ہیں کہ بھلی مسیح

خداوند خدا کا بیٹا ہے۔ مریم نے اس کو جنتا ہے۔ بھلا جو نہ جب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جو ناپائیدار اور اپنے کو بچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر بھلا اور نہ سب کون ہو سکتا ہے؟ (دیکھو نمبر ۷۳)

سماجیو! ہماری دریا ولی دیکھو کہ ہم نے تمہارے سوامی کی کمی کو پورا کیا اور پھر دوسرا یہ احسان مانو کہ ایسے مشکل سوال کا جواب بھی نہیں دیا تاکہ تم کو ہمارے احسان

ماتے ہیں کہ وہی نامل نہ ہو (تجیر)

پس احسان کے بدلے میں ہماری ایک بات مانو تو تمہارا شکر یہ اسی میں (۱۰) ہو جائے گا۔

وہ یہ ہے

کہ تم اپنے بچے کے اصول پر کار بند ہو جاؤ۔ اگر بھول گئے ہو تو لو ہم ہی بتلائے دیتے ہیں۔

"حق کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ چار رہنا چاہئے۔"

آخر میں سوامی جی نے قرآن شریف کی نسبت اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اسکو نقل کر کے ناظرین سے داد چاہیں اور مدد بھی اپنی رائے محقق کی نسبت بیان کرے۔ چنانچہ وہ یہ ہے۔

قرآن کے متعلق محقق کی رائے

اب اس قرآن کے مضمون کو لکھ کر عاقلوں کے پیش نظر کرتا ہوں کہ یہ کتاب کیسی ہے؟ مجھ سے پوچھو تو یہ کتاب نہ خدا نہ عالم کی بنائی ہوئی ہے اور نہ علم کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو بہت قہور سے سے نقص ظاہر کئے۔ اس لئے کہ لوگ دھوکے میں پڑ کر اپنی عمر بے فائدہ ضائع نہ کریں۔ جو کچھ اسمیں قہور ہی سچائی ہے وہ وید و غیرہ علمی کتابوں کے مطابق ہونے سے مجھ کو منظور ہے ویسے اور بھی مذہب کے عقید اور تعصب سے مبرا عالموں اور عاقلوں کو منظور ہے۔ اس کے سوائے جو کچھ اس میں ہے وہ سب لاعلمی کی باتیں اور توہمات ہے اور انسان کی روح کو مثل حیوان کے بنا امن میں غفلت و لالچ فساد مچا انسانوں میں نا اطمینانی پھیلایا ہم تھقیف کو بڑھانے والا مضمون ہے اور پڑا کت (۱) دوش کا تو قرآن گویا عزائم ہے۔ پریشور سب انسانوں پر رحم کرے کہ سب کے سب باتیں محبت و اتفاق اور

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ میں نے قرآن میں کوئی عین و عجز نہیں پایا۔"

ایک دوسرے کے سکھ کی ترقی کرنے میں رافب ہوں۔ جیسے میں ایتلیا دوسرے مذہب کا نقص ظہر اری چھوڑ کر ظاہر کرتا ہوں۔ اس طرح اگر سب عقل مند لوگ کریں تو کیا مشکل ہے کہ آپس کی نا اتفاقی چھوٹ اتفاق ہو کر خوشی سے ایک مذہب ہو کر راستی حاصل ہو سکے۔ یہ تھوڑا سا قرآن کی بابت لکھا ہے۔ اس کو غلط نہ دھارمک لوگ مصنف کے منشاء کے مطابق سمجھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اگر کہیں سوا غلطی ہو گئی ہو تو اس کو صحیح کر لیں۔

(استیارتھ باب ۱۳ صفحہ ۷۳۸)

محقق کی نسبت مدقق کی رائے

محقق بذراجمعی حقد نوش 'نه تحقیق کنندہ' بواپیش پاتی 'متعصب و دیات خالی' سلم سے بے سہرہ 'اندرونی دہریہ بظاہر آریہ' دوسرے مذہبیوں پر بے جا حملے کرنے والا 'زبان وراثہ' بظاہر سادہ و خفیہ کچھ اور 'ادھر ادھر کی طا کر مور رکھوں اور پو قوفوں کو پچاندنے والا' سب سے بڑھ کر یہ کہ ویدوں کو بدنام اور تحریف کرنے والا۔ قرآن 'انجیل' 'توریت' اور دیگر الہامی نوشتوں کی اصطلاح اور معانی سے ناواقف۔ اس دعویٰ پر ایک توہمی تحریر اس کی شاہد عدل ہے۔ علاوہ اس کے موافقوں اور مخالفوں کی شہادت موافقوں بلکہ قادیانی چیلوں کی شہادت، سہی غور طلب ہے۔ گو اس میں محقق جی کا نام نہیں گھرچو نکا۔ اصولاً وہ سب ایسے لوگوں کو شامل ہے، اسلئے شہادت کامل کا حکم رکھتی ہے۔

چندت یکھرام مصنف مکذیب جس کی ارادت اور اخلاص محقق جی کے حق میں
کسی سے مخفی نہیں لکھتا ہے۔

پڑھے ۱۰ نہ لکھے نام محمد فاضل عربی کی حرف شناسی سے جاہل محض اور قرآن کے رد کا شکیکہ آنکھیں پگھلاؤ کی اور آفتاب سے جنگ و جدل

اس حوالہ میں ہم نے صرف وہ الفاظ ہی نقل کیے ہیں جو قرآن مجید میں آئے ہیں اور ان کے معنی بھی لکھے ہیں۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلف
 ادب و سخن الساقی اور کاسا و ناول
 چرخ از دروغ و فریب دوفا
 کہ چرخ رسد بر تو قمر خدا

(تکذیب جلد اول ص ۱۸۶)

ہندو جی کے مخالفوں کا بیان پہلے تو ہم مبالغہ سمجھا کر دیتے ہیں۔ مگر افسوس کہ تجربہ
 نے افس کی تصدیق کرادی۔

پہلا گواہ :- اخلاق میں دیا بند کے برابر شاہد ہی کوئی ہوا ہو۔ ایک سرے سے آپ
 نے سب پر گالیوں کی بارش کی ہے چیلے چائے بھی اسی راہ کے ہیں۔ کوئی کیسا ہی پاتنی
 بد معاش آوارہ کیوں نہ ہو۔ آریہ سماج میں داخل ہوا اور فرشتہ بنا۔ پورے سے
 پورے رشی کی مانند ہندو ہندوت کو گالی دینے میں بھی ان لوگوں کو شرم نہیں آتی۔

(رسالہ شاتن و حرم گزٹ لاہور ریاست ۱۸۹۷ء)

دوسرا گواہ :- مسلمانوں میں خدا نخواستہ اگر ایسا فرقہ پیدا ہو تو قرآن شریف کو سحر
 ہائے پھرے اور کئے کہ نماز "روزہ" حج "ذکوہ" سب کے سب نہ صرف قبول ہیں بلکہ
 ان کے کرنے کرانے والے سب کے سب جاہل اور خود غرض ہیں۔ اور اس دعویٰ پر
 آیت قرآنی کو اپنے اعمال کی طرح سیاہ کرے تو اس وقت ہمارے مسلمان بھائی اور
 دیگر مذہب والے (آریوں کی وجہ سے) ہندوؤں کی بے بس حالت محسوس کریں گے۔

(اخبار عام لاہور مطبوعہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء)

تیسرا گواہ :- ہندوستان کے سیاسی مسلمہ لیڈر "صوفی منش" "مرنج" و "مرنجان" کے
 نمونے مبالغہ کا گمراہی جی اپنے اخبار تک انداز میں لکھتے ہیں۔

میرے دل میں دیا بند سر سوتی کیلئے ہماری عزت ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں
 نے ہندو دھرم کی ہماری سیوا کی ہے۔ ان کی ہمدردی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن
 انہوں نے اپنی دھرم کو تنگ بنا دیا ہے۔ میں نے آریہ سماجیوں کی ستیا راجھ پر کاش کو
 پڑھا ہے۔ جب میں یروداہیل میں آرم کر رہا تھا میرے احباب نے اس کی تعین کیا
 میرے پاس بھی تھیں۔ میں نے اسے بڑے دیکھ بھال سے دیکھا۔ اس سے زیادہ

ماہوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی۔ سوامی دیا منڈلے جیہ اور کیول جیہ کھڑے ہوئے
گواہی کیا ہے۔ لیکن انہوں نے نہ جانتے ہوئے، لیکن دھرم، اہم اور حیثیت اور
خود ہندو دھرم کو غلط طور پر ظاہر کیا ہے۔ جس شخص کو ان مذہب کا سرسری علم ملتی ہے
وہ بتاتی ان غلطیوں کو معلوم کر سکتا ہے۔

جن میں اس اعلیٰ رفتار میں گونا گونا گیا ہے انہوں نے صفحہ و نیا پر نہایت ہر دہار اور آقا اور
مذہب میں سے ایک کو جھگڑنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ وہ بہت پرستی کے خلاف
تھے لیکن وہ ایک نہایت لطیف صورت میں بہت پرستی کا بول بالا کرنے میں کامیاب
ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے دیدوں کے الفاظ کی مورتی بنا دی ہے۔ اور دیدوں میں ہر
ایک ہم کو جو سائنس کو معلوم ہے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری عاجزانہ رائے
میں آریہ سماں ستیا رتھ پر کاش کی تعلیمات کی خوبی کی وجہ سے ترقی نہیں کر رہا۔ بلکہ
اپنے بانی کے اعلیٰ لیریکٹر کی وجہ سے گر رہا ہے۔ آپ یہاں نہیں بھی آریہ سماں کو
پامیں کے۔ وہاں ہی زندگی اور سرگرمی موجود ہوگی۔ شک اور لڑائی عادت کی وجہ
سے وہ یاتو دیکھ لے مذہب کے لوگوں سے جڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ایک
دوسرے سے لڑتے، جھڑتے رہتے ہیں۔

(از اخبار پر کتاب مورخہ ۱۳ جون ۱۹۲۳ء اخذ از اخبار رنگ اندیا احمد آباد ۲۹ مئی
۱۹۲۳ء)

بے تعصب غیر جانبدار لوگوں کے لئے یہی ایک گواہ کافی ہے

سماجی بھنوں سے پرار تھنا : گو زمانہ میں ایسے جو شیلے اور میوزمراج یا تجربہ کار
بھی ہیں جن کے تجربہ نے ان کو یہاں تک پہنچایا ہے کہ انہوں نے اپنا اصول ہی یہ مقرر
کر رکھا ہے اور اسی اصول کی لوگوں کو بھی ہدایت کیا کرتے ہیں۔

خلوغ اندازہ را پاداش سنگ است

مترجمہ کی جی کتاب قرآن شریف کا اصول ایسے جو شیلے اصولوں سے تراد اور
انصاف پر مبنی ہے۔ پتا چڑھتا ہے۔

خدا تبارک و تعالیٰ ہی احسن

یعنی منظرہ میں سب سے عمدہ اصول وہ نظر رکھا کرو۔ اسی لئے ہم نے سوامی جی
کے جواب میں اس جو شیلے اصول کو ترک کر کے حتی المقدور کتاب اللہ کے پاک اصول کو

ملاحظہ رکھا ہے تاہم مقتضائے بشریت اگر کہیں کوئی لفظ نکل گیا ہو جس سے ہمارے سماجی دوستوں کو رنج ہو تو وہ پنڈت جی کی تحریر میں اس انداز کا لفظ تلاش کریں گے تو امید ہے کہ اس سے کئی درجہ زیادہ وزنی ان کو مل جائے گا۔ بعد ملنے کے ہمیں معافی کا ایک کارڈ لکھیں۔ کیونکہ جو خصلت ہوائی جی سے باوجود سامع اور یوگی ہونے کے نہ چھوٹی وہ کسی قدر ہم تشکاروں میں ظہور کرتے تو آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ ہم کہاں تک معذور ہیں۔

ہاں اگر یہ زعم ہو کہ ہوائی جی سے نہ کچھ وہ سری قوموں کے بزرگ بلکہ مشترک خدا کو برا بھلا کہتا ہے۔ وہ ان لوگوں کی تحریر اس سے بطور نتیجہ کے بتایا ہے تو سنو! اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ وہ نتیجہ واقعی صحیح ہے اور ہوائی جی کی لفظ قسمی کو اس میں کچھ دخل نہیں تاہم پنڈت جی کو یہ طریق زیبا اور مناسب نہ تھا کیونکہ ان کا پرمان ہے کہ

"ہر وقت انسان کو مناسب ہے کہ وہ شیریں لکھی کو کام میں لائے کسی اندھے کو اسے

اندھے! سنو! کچھ راج تو ضرور ہے لیکن سخت لکھی کے باعث! (محمدا علی)

www.only1or3.com

www.onlyoneorthree.com

ہے " (اپنی پٹری صفحہ ۱۶۰)

سماجی دوستو! یایہ باقی کے وائٹ ہیں جو دکھائے میں اور ہیں دکھائے میں اور کیا ہمارے ساتویں اصول کا یہی مطلب ہے جو ہوائی جی نے گرد کیا۔ اَلَمْ نَقُلْ لَّوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے؟ قرآن۔

ماوہ اس کے ہماری معذوری کی ایک اور بھی معقول وجہ ہے کہ ہماری مدافعت ہے اور پنڈت جی کا حملہ۔ یعنی اس طریق کی ابتداء پنڈت جی سے شروع ہوئی اور بہت بری طرح ہوئی۔ اس پر بھی ہمارے سماجی دوست براہ منائیں تو اپنے آریہ مسافر کے قول پر جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے غور کریں۔ سنو!

"حفاظت خود اختیار کرنی قانوناً واجب ہے تاہم اس حفاظت خود اختیاری کے طور پر

ہماری طرف سے جو یہ میں کتابیں لکھی گئیں ہیں! (۱۶۰)

ذرا انصاف سے دیکھو نکالنا کس نے شریعت (مجتہد الاسلام صفحہ ۱۱۰ بار دوم)

پس ہم سماجی دوستوں کو ایک دوستانہ نصیحت کر کے اب ختم کرتے ہیں۔

دعوتِ فویش بدعنام میاں صاحب

کیں زرد قلب بہر کس کہ وہی باز رہد



حق پرکاش بجواب ستیا رتھ پرکاش

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد سے قبل اور اس کے بعد بہت سے مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک مذہب "آریہ سماج" ہے۔ جس کے بانی سوامی دیانند سرموٹی نے تقریباً آج سے ایک سو سال قبل ایک کتاب "ستیا رتھ پرکاش" کے نام سے لکھی۔ جس کے ترحوں باب میں جیساہیت اور چودھویں باب میں اسلام کے خلاف جہرہ سرائی سے کام لیا گیا۔ اس دل آزار کتاب کے موضوعات مطالعین اور اسلوب نے مسلمانوں کے لیے شدید نفرت کا سامان پیدا کیا۔

حق پرکاش..... سناظر اسلام حضرت مولانا محمد امجد علی عثمانی کے علم المناظرہ کے زبردست استدلالی طرز نگارش کا ایک شاہکار ہے جس میں سوا لگانہ کا قلم تحقیق اور وسعت مطالعہ کی نکتہ چینی دکھائی دیتا ہے۔

حق پرکاش ایک دل آزار کتاب کا جواب حق نہیں بلکہ آریہ سماجیوں کے عقائد و تصورات کو سمجھنے کا ذریعہ بھی ہے۔

حق پرکاش کتاب حسد کے بارے میں موجودہ دور میں پھیلائی گئی گمراہیوں اور افکارات کا بھی ازالہ کرتی ہے۔ ساتھ قرآنی ایجاب کا بھی درمیان کرتی ہے۔ ایک کامل مدعی گزرنے کے باوجود "ستیا رتھ پرکاش" اور ہندو دھرم کی اسلام اور مسلمان دشمنی کا مسکت و مہمل جواب ہے۔

www.OnlyHear.com
www.OnlyHear.org

